ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب نسواں



Checked 1969.

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

نمبر ۴	لاہور۔ ہفتہ ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء	جلد ۳۳

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ ۲۴ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۸ھ

فہرست مضامین

کامل دائی یا لیڈی ڈاکٹر باتصویر

اس نادر و نایاب کتاب میں عورتوں۔ بچوں کی بیماریاں اور ان کے خاص علاج۔ دائی جنائی کا مفصل کام باتصویر درج ہے۔ ہر مرض کے مجرب نسخے دئے گئے ہیں۔ غرض کہ اس کتاب کا ہر گھر میں رہنا! ور ڈاکٹر۔ حکیم۔ دائی اور ہر مرد کے لئے مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہندوستان میں ایسی مکمل کتاب کوئی شائع نہیں ہوئی + اڈیٹر صاحبان ریاست منادی۔ نیرنگ خیال نے اپنے اخباروں میں بے حد تعریف کی ہے + جلد طلب کریں۔ پہلا اڈیشن قریب ختم ہونے کے ہے۔ صفحہ ۲۰۸ مجلد قیمت عہ محصولڈاک ۶ر

ملنے کا پتہ

منیجر کارخانہ احسان اینڈ کمپنی لسبتی کوٹھی ۴۷ لودھیانہ پنجاب

استہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت شیخ عبدالرحمٰن صاحب سب جج بہادر درجہ دوم لاہور

فرم صدر دین محمد صدیق بذریعہ حاجی غلام حسین کارکن فرم سوداگر چرم ساکن لاہور ریلوے مال گودام مدعیان

بنام

شیخ فضل الدین و جلال مالکان فرم موسومہ فضل الدین جلال سکنہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ

دعوے -/۱۵۸۰

مقدمہ مندرجۂ عنوان بالا میں فرم مدعا علیہم مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں۔ اور روپوش ہیں۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام فرم مدعا علیہم مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر فرم مدعا علیہم مذکور بتاریخ ۳۱ جنوری ۱۹۳۰ء کو بمقام لاہور حاضر عدالت نہیں ہوں گے۔ تو ان کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی +

آج بتاریخ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۹ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا +

دستخط حاکم مہر عدالت

ہر ایک کا نیا سال

یکم جنوری ۱۹۳۹ء

"جب نیا سال شروع ہوتا ہے۔ تو پرانے ارمان زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور خیال پرست روح خلوت میں چلی جاتی ہے" (حکیم عمر خیام)

آج دوپہر جب میں قبرستان جانے کے خیال سے مکان کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ تو سامنے سینٹ اینڈروز کے گرجے کے احاطے میں ایک خوش پوش رہگیر نظر آیا۔ جس کے چہرے پر نئے سال کی بے ساختہ مسکراہٹوں، اور پُرکیف آرزؤں کا ایک سمندر موجزن تھا۔ اس کے سیاہ کوٹ کے کاج میں وائلٹ کا نازک پھول دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ شخص زندگی کی تمام کلفتوں اور دنیا کی ساری ناکامیوں کو باسی سال کے ساتھ رخصت کر کے گرجے سے واپس آرہا ہے! دو گھڑی میری مظلوم نظریں اس کے بشاش چہرے پر پھرتی رہیں —— پھر مجھے ایک لمبی اور ٹھنڈی سانس کے ساتھ احساس ہوا۔ کہ یہ ہوتا ہے ایک بے فکرے کا نیا سال —— !

کچھ دیر بعد مجھے وہ بلند اور وحشتناک سیاہ دروازہ نظر آیا۔ جس سے ہماری اس فانی زندگی کو ایک ابدی رشتہ ہے۔ اور جسے نئے سال کے مسرور دن میں غافل انسان ایک نظر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ اور جس کے اندر میرے بہترین رفیق —— آہ وہی رفیق جن سے صرف دو لمحے گفتگو کرنا کبھی میرے لئے عین سبب حیات تھا۔ آج دائمی سکوت میں کھوئے ہوئے وزنی پتھروں کے نیچے مجبور پڑے ہیں۔ کچھ دیر میں اپنے ہمیشہ کے بچھڑے ہوؤں سے باتیں کرتی رہی پر آہ! اے مری تقدیر —— مجھے بہت جلد محسوس ہو گیا۔ کہ اب انہیں میری گفتگو سے مطلقاً دلچسپی نہیں رہی —— وہ سب کے سب کسی پر اسرار راگ کے سننے میں محو معلوم ہوتے تھے۔ مجھے تو محسوس ہوا۔ کہ اس پر اسرار سرزمین نے اپنے اندر سیکڑوں شاعروں۔ دنیا کے بڑے بڑے نامور مشہور نقادوں۔ بہادر سپاہیوں۔ بدطینت ڈاکوؤں اور رہزنوں کو چھپا رکھا ہے۔ اور ان کے نیک و بد اعمال کا ایک گیت بنا کر زور زور سے گا رہی ہے۔ پر میرے ضمیر کے کان اتنے تیز نہیں۔ کہ اس گیت کے مفہوم کو سمجھ سکیں۔

میں بار بار اپنے ان مدت کے بچھڑے ہوؤں کو مخاطب کرتی تھی۔ جن کے چہرے کبھی میرے پیش نظر رہا کرتے تھے۔ اور جن کو وقت۔ تقدیر اور موت کے ہولناک ہاتھوں نے اب ہمیشہ کے لئے نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔ اور جن کو پھر ایک دفعہ دیکھنے کی آرزو میں میرا دل۔ کمزور دل دھڑک دھڑک کر ساکت ہو رہا تھا۔ اور ساکت ہو کر دھڑک رہا تھا۔ اور جن کی آواز سننے کے لئے میرا ضمیر۔ بے چین ضمیر بچے کی طرح مچل مچل کر رو رہا تھا۔ اور رو رو کر مچل رہا تھا۔

پھر وہ وقت آیا۔ کہ میری روح کی تمام کوششیں

رائگاں گئیں۔ اور میں نے کسی کی آواز نہ سُنی۔
کسی کا چہرہ نہ دیکھا۔ سوائے اس کے میری
بدنصیب آنکھیں ان قبروں کے وزنی پتھروں
پر جمی رہیں۔ جن کو وقت کے مضبوط ہاتھوں
نے شکستہ کر دیا تھا + کھلے ہوئے نیلگوں آسمان
پر مشرقی ممالک کا گرم اور بڑا سا آفتاب بڑی
تیزی سے چمک رہا تھا۔ اور غمگین پتھروں
پر زرد گلاب کی پتیاں منتشر تھیں!
آخر لانگ فیلو کا وہ مقولہ مجھے یاد آیا۔ کہ

عالم ہستی ہے بیداری۔
قبر نہیں ہے غایت اس کی۔
مٹی ہے تو مٹی میں ملے گا۔
روح کی جانب کب ہے اشارا۔

پھر میں اس پراسرار سرزمین سے باہر نکل
آئی۔ یہ تھا ساکنان عالم ارواح کا نیا سال!
فاربوس کے پل پر مجھے بس۔ موٹر کاریں۔
ٹریم ٹیکسی اور مختلف گاڑیاں آتی جاتی چلتی
پھرتی نظر آئیں۔ سمندر کی مچھلیوں کی طرح جو
اپنی خوراک کے لئے سرگرداں پھرتی ہیں، لوگ
ان گاڑیوں میں فاربوس کے گھوڑ دوڑ کے میدان
کو جا رہے تھے۔ اور دولت کمانے کی حرص میں
ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے گاڑیوں سے
اُتر چڑھ رہے تھے + ان کی نظروں میں دولت
کے سُنہرے انبار اور روپئوں کے اونچے
اونچے ڈھیر غول بیابانی کی طرح ناچ رہے
تھے۔ اور ان کی روح کے کان روپؤں کی
کھنا کھن سننے کے مشتاق تھے + ان میں بعض
فاربوس کے میدان سے واپس آ رہے تھے۔
بعض جا رہے تھے۔ بعض خوش قسمت اپنی
ان تھیلیوں کو سنبھال کر دیکھ رہے تھے۔ جو پہلے
ہلکی تھیں۔ اور جنہیں قسمت نے بعد میں وزنی
بنا دیا تھا۔ مگر بعض ان تھیلیوں پر کف افسوس
مل رہے تھے۔ جو پہلے وزنی تھیں۔ پر بعد میں
تقدیر نے انہیں ہلکا بنا دیا تھا +

میں ایک طرف کو چپ چاپ کھڑی دیوانوں
کی طرح —— ہاں بالکل پاگلوں کی طرح مخلوق
کی ان سرگرمیوں کو دو گھڑی دیکھتی رہی۔ اس
وقت مجھے احساس ہوا۔ کہ یہ ہوتا ہے دنیا
پرستوں کا نیا سال!

میں جب انسانوں کے اس جیتے جاگتے
سمندر کی موجوں سے بچ کر بمشکل ولنگٹن کے
قریب پہنچی۔ تو وہاں مجھے فوجی باجے کے سریلے
مگر غمناک سروں نے بیتاب کر دیا + سیاہ گھوڑوں
والی سیاہ اونچی سی گاڑی اپنی پشت پر ایک
نوجوان خوشرو فوجی کو اٹھائے قبرستان کی
طرف لے جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ لوگ
ماتمی لباس میں اور مذہبی انداز میں گفتگو کرتے
ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
کہ وہ سب کے سب معبود کے کئے پر صبر کرنے
کی مشق کر رہے ہیں + آہ وہ کونسی حسرت نصیب

روح ہے۔ جو نئے سال کے نئے دن نئی دنیا میں
بسنے کے لیے جا رہی ہے۔ بلند آسمان! کونسی
روح؟ او خدا۔ یہ ہوتا ہے ایک سپاہی کا
نیا سال ـــــ!

پھر مجھے ہری سن کے سامنے ایک تنگ
تاریک گلی میں سڑک کے کتوں کے پہلو بہ پہلو
گرد و غبار میں لپٹا ہوا ایک کوڑھی فقیر نظر آیا۔
ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کی روح کو جسم سے
اور جسم کو روح سے ایک نفرت ہے + یہاں
میں نے دیکھا۔ کہ سیکڑوں موٹر کاریں۔ گاڑیاں
اور بے شمار خواتین و حضرات اس کے پاس
سے نکل جاتے تھے۔ پر کسی کے دل میں یہ احساس
نہ تھا۔ کسی کے خیال میں یہ بات نہ آتی تھی
کہ وہ ایک محتاج ہاتھ کو تھامتے! جہاں وہ
اپنی نئی مسرتوں میں مصروف ہیں۔ وہاں ایک
معذور کی حالت پر بھی دو لمحے غور کرتے! ان کے
پاس اس کے لئے سوائے ایک نگاہ حقارت و
کراہت کے اور کچھ نہ تھا! آہ کم بخت دنیا!
بے وفا دنیا ـــــ! کبھی ہم اسی طرح اپنے
کسی دوست کے پاس جائیں۔ اور وہ ہمارا
ہاتھ تھامنے سے انکار کر دے۔ ہم سے کنارہ
کشی کر لے؟ آہ یہ ہوتا ہے ایک اپاہج کا نیا سال!
مجھے رپن بلڈنگس کے پاس پھر انسانوں
کا ایک دریا لہریں مارتا نظر آیا ـــــ خوش مزاج
اور زندگی کے احساسات سے لبریز نوجوان مرد
اور عورتیں نئے سال کی شام کے خوب صورت
فراک۔ شالیں اور قیمتی کوٹ رنگ برنگ کی
ٹائز پہنے متبسم چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ بلند
معبود! کیا واقعی یہ آدم و حوا کی دنیا مسرتوں
اور جگمگاہٹ سے لبریز ہے؟ اور اگر واقعی
یہ سچ ہے ـــــ تو کیسی اچھی بات ہے! میں
دیکھ رہی تھی۔ کہ ان میں سے اکثر کے چہرے
چاند کی طرح دلکش اور گلاب و شبو کی طرح
سرخ و سفید تھے! پر آہ ان کے دل زمین
کی طرح سخت۔ اور رات کی طرح سیاہ تھے۔
مجھے محسوس ہوا۔ کہ ان میں کسی ایک کے دل
میں بھی مخلوق کے لئے ہمدردی موجود نہ تھی
وہ عالی شان دکانوں کی بیش قیمت کرسیوں
پر بیٹھ کر اپنے دوستوں کی چاء کی پیالیوں
اور نفیس شراب کی بوتلوں سے خاطر تواضع
کر رہے تھے۔ ـــــ یہ تھا۔ ان کا نیا سال!
اس وقت مجھے تھیکرے کا یہ مقولہ یاد آرہا تھا!

"ایسے لوگ دنیا میں جیتے اور پھولتے پھلتے
ہیں ـــ جو بے وفا اور بے فیض ہیں۔
اور جن سے کسی قسم کی امید نہیں۔ پیارے
دوست آ ہم اپنی پوری طاقت سے
ان پر حملہ آور ہوں"۔

شام کے وقت جب میں مکان کو لوٹی۔ تو میرے
مطالعہ کے کمرے کی میز پر برقی چراغ ہلکے آسمانی
رنگت کے ساٹن کے فانوس میں بیمار کی زردی

کی طرح ٹمٹما رہا تھا۔ میرے احساسات مضمحل اور جذبات دن بھر کے واقعات سے بڑے بے چین معلوم ہوتے تھے۔ اس شام مجھے کیٹس کی "بلبل" ملٹن کی "کھوئی ہوئی جنت" اور ارسطو کے فلسفے سے بھی ایک وحشت سی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے ایک کتاب اٹھائی۔ پراد معبود! صفحہ قرطاس پر حروف شیطان کے قدموں کی طرح مجھے ناچتے نظر آئے۔

میں میز کے پاس سے کتابوں کے انبار کو چھوڑ کر ہٹ گئی۔ دریچے کے آگے ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ دور حنا کی میانہ قد جھاڑیوں کے پیچھے نئے سال کا سورج دم توڑ رہا تھا۔ اور مجھے ہواؤں میں عمر خیام کی روح کی آواز اس طرح آ رہی تھی:۔

"نیا سال پرانی یادوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ اور ہماری روح گزرے ہوئے دنوں کی طرف اڑ جاتی ہے"۔

یہ تھا میرا نیا سال!

حجاب اسمٰعیل

ستی کی سو ویں صدی

۴ دسمبر ۱۸۲۹ء کو یعنی اب سے ٹھیک ایک سو برس پہلے ستی کی رسم قانوناً بند کی گئی تھی۔ ورنہ اس سے پہلے ہر ہندو عورت کا فرض ہوتا تھا۔ کہ شوہر کی موت پر وہ بھی شوہر کے ساتھ چتا میں جل مرے۔ اگر کسی شخص کی تعداد میں بہت سی بیویاں ہوتیں۔ تو سب کو شوہر کے ساتھ جل مرنا لازمی ہوتا تھا۔ راجہ رام موہن رائے کی کوشش سے لارڈ ولیم بنٹنک کے زمانے میں اس رسم کو قانوناً روک دیا گیا۔ جو ہندو سماج کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ جس طرح آج کل شاردا بل جیسے مفید قانون پر ہندو مسلمان اعتراض کر رہے ہیں۔ اسی طرح اس وقت ستی کی موقوفی پر بہت لے دے کی گئی۔ یہاں تک کہ اس قانون کے خلاف ہندوؤں نے جو کلکتہ کے باشندے تھے۔ ایک زبردست درخواست پریوی کونسل میں پیش کر دی لیکن ان لوگوں کی درخواست کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور یہ بیحد مفید قانون پاس ہو کر رہا۔ سلطنت مغلیہ کے زمانے میں بھی اس رسم کو موقوف کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور شہنشاہ اکبر نے جبراً ستی کی رسم کو منسوخ کر دیا تھا۔ لیکن انہیں پورے طور پر کامیابی نہ ہوئی تھی۔ اس کے بعد ۱۵۱۰ء میں ہندوستان کے پرتگیزی گورنر البوک نے اس ظلم ناک رسم کو موقوف کیا تھا۔ کس قدر خوفناک رواج تھا۔ کہ اس کے خیال سے بھی روح کانپ جاتی ہے۔ شوہر کی موت پر جب چتا تیار کی جاتی۔ تو اس کے ساتھ معصوم بیویوں کے جلانے کا بھی سامان کیا جاتا۔ شاذ و نادر ہی کوئی بیوی اپنی خوشی سے جل مرنے پر رضامند ہوتی۔

ورنہ عام طور پر عورتوں کو جبراً جل مرنے پر مجبور کیا جاتا تھا +

اگر کوئی عورت چتا پر نہ جانا چاہتی۔ تو اس کو پکڑکر زبردستی آگ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اگر وہ آگ کے دہشتناک شعلوں سے گھبرا کر نکل بھاگنا چاہتی۔ تو لوگ جو چتا کو چاروں طرف سے گھیرے اس ظلم ناک رسم کو سر انجام دیا کرتے تھے۔ پھر اسے کسی لٹھ یا اوزار سے دھکیل دھکیل کر آگ میں ڈال دیتے تھے + جلانے سے پہلے عورتوں کو اکثر شراب وغیرہ پلا کر مست کیا جاتا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ اس بے دردانہ رسم کو بہت مقدس اور نیکی کا کام سمجھتے تھے + ان ظالموں نے محض اس خیال سے کہ اس طرح جلنے پر ان کو بہشت نصیب ہوگی۔ لاتعداد بے گناہ عورتوں کا خون کردیا + یہ خیال بھی دل ہلا دیتا ہے۔ کہ ہر سال نہ معلوم کتنی عورتیں اس بیدردانہ ظلم کا شکار ہوتی تھیں۔ ان کی جانیں بالکل بے وجہ اور بے قصور لی جاتی تھیں +

سنہ ۱۸۲۳ء میں ایک سال کے اندر صرف صوبۂ بنگال میں پانچ سو چھہتر عورتوں کا اس ظالمانہ طریقے سے خاتمہ کیا گیا۔ ہندوستان کے دوسرے مقامات میں بھی یہ رسم جاری تھی۔ سلطنت مغلیہ کے زمانے میں چتوڑ فتح ہونے کے بعد ہزاروں عورتوں نے چتا کی آگ پر شوہر کے ساتھ جان دیدی + اسی طرح اودے پور کے قریب جہاستی نامی مشہور چتا پر بے شمار عورتیں اپنے شوہروں کی بھینٹ چڑھ گئی تھیں +

سنہ ۱۴ء سے سنہ ۱۶ء کے درمیان وجے نگر نامی دکن بھارت میں ایک راجہ کی موت پر اس کے ساتھ دو تین ہزار کے درمیان عورتیں جل مری تھیں + زیادہ مدت قبل نہیں۔ بلکہ سنہ ۱۸۲۹ء میں جب رنجیت سنگھ پنجاب میں مرا ہے۔ تو اس کے ساتھ چار بیویوں اور گیارہ خواصوں نے جان دی تھی +

اپریل سنہ ۱۸۴۴ء میں جب سوچیت سنگھ سکھوں کی سرداری کی کوشش میں مرا۔ تو اس کے ساتھ تین سو دس عورتوں کو جلا دیا گیا +

اس کے بیس مہینے بعد جب سکھوں اور انگریزوں کے درمیان لڑائی شروع ہوئی۔ اور انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی۔ تو اس وقت سب سے پہلے یہ خوفناک رسم پنجاب میں موقوف کی گئی۔ لیکن اس کے بعد راجپوت ریاستوں میں سنہ ۱۸۶۱ء تک یہ رسم جاری رہی + اسی سال مہارانہ سروپ سنگھ کی موت پر جب اس کی بیویوں نے جلنے سے انکار کردیا۔ تو صرف ایک لونڈی کو جبراً اس کی چتا پر ڈال دیا گیا + اس وقت برٹش گورنمنٹ نے صاف صاف اعلان کردیا۔ کہ آئندہ کسی ریاست میں بھی اس ظالمانہ رسم کا نام و نشان نہ رہے گا +

گو یہ رسم قانوناً موقوف ہو چکی ہے لیکن اب

کبھی کبھی کبھار ستی کے واقعات دیکھنے یا
سننے میں آجاتے ہیں۔ اور ہندو اب تک
اس نازیبا رواج کو اس قدر تعظیم کی نظر سے
دیکھتے ہیں۔ کہ اس قسم کا کوئی واقعہ ان کی نظر
سے اگر گزرے بھی۔ تو اس کے موافق ان
سے کسی طرح کی گواہی ملنا ناممکن ہے ؂

ابھی دو برس پہلے یعنی ۱۹۲۷ء میں بہار
میں ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ یعنی ایک
عورت شوہر کی چتا پر کود پڑی تھی۔ لیکن تکلیف
برداشت کرنے کی متحمل ہو نہ سکنے کی وجہ سے
بے تحاشا بھاگتی ہوئی ایک ندی میں جا کودی
تھی۔ پولیس جب اس کی امداد کو پہنچی۔ تو لوگوں
نے پولیس کو روکا۔ چتا میں جلنے کے بعد وہ بمشکل
دو دن زندہ رہ سکی۔ ان دو دن میں کسی نے اس کا
علاج وغیرہ نہ ہونے دیا۔ بلکہ ہزاروں آدمی یہ
سمجھ کر کہ اس نے چتا میں جلنے کی کوشش کر کے
بڑا نیک کام کیا تھا۔ اس کی پوجا کے لئے
اس کے پاس آتے رہے ؂

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ یہ افسوسناک
رواج صرف ہندوستان کے ہندوؤں ہی
میں رائج تھا۔ لیکن تواریخ سے معلوم ہوتا
ہے۔ کہ خیال صحیح نہیں ہے۔ بہت ہی قدیم زمانوں
میں لوگوں کا خیال تھا۔ کہ مرنے کے بعد بھی
مردے کے خیالات و خواہشات کا سلسلہ جاری
دنیا میں جاری رہتا ہے۔ اور جن چیزوں کی
ان کو زندگی میں خواہش اور ضرورت تھی۔ مرنے
کے بعد بھی ان کا ان کے ساتھ ہونا ضروری
ہے۔ اس لئے مرنے والوں کے ساتھ ان
کی تمام چیزیں اور ساتھ ہی بیوی کو بھی دفن
کر دیا جاتا تھا ؂ شکاری یا سپاہی اگر مرتے تو
ان کے ساتھ ان کے اوزار۔ عورتوں کے ساتھ
ان کی خانہ داری کی چیزیں اور بچوں کے
ساتھ ان کے کھلونے دفن کئے جاتے تھے ؂
اب تک کئی ملکوں کے وحشیوں میں یہ رسم مروج
ہے۔ اسی اصول پر زندہ لوگ بھی مردوں کی
نذر ہونے لگے۔ لوگوں کو خیال آیا۔ کہ موت
کے بعد انسان کو صرف بے جان چیزوں ہی
کی ضرورت نہیں۔ بلکہ زندہ جانوروں کی بھی
ضرورت محسوس ہوتی ہوگی۔ اس خیال کے
مطابق گھوڑا کتا وغیرہ وغیرہ دفن کرنے کا رواج
اب تک کہیں کہیں نظر آتا ہے ؂

چونکہ کئی جگہ یہ خیال ہے۔ کہ موت کے بعد
زندگی دنیاوی زندگی ہی کی طرح ہے۔ اس
لئے یقین کیا جاتا ہے۔ کہ جس طرح زیور۔ لباس
اسباب اور غذا کی ضرورت ہے۔ اسی طرح وہاں
لونڈی غلام کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہوگی۔
چنانچہ وحشی حبشی راجاؤں کی بیویوں کے
مرنے پر باندیوں کو بھی مار ڈالا جاتا تھا ؂ فی جی
ٹاپو میں اگر کوئی سردار قوم مر جائے۔ تو اس
کے ساتھ اس کے دوستوں کا خون کرنے کی

رسم ہے۔ امریکہ میکسیکو میں اگر کوئی رئیس مر جاتے
تو اس کے ساتھ اس کے خاندانی پجاری کو
قتل کرنے کا رواج تھا۔ اسی طرح قدیم زمانے
میں جاپانیوں میں زندوں کو مردوں کے ساتھ
دفن کر دینے کا وحشیانہ دستور تھا۔

ملک پیرو (امریکہ) میں وہاں کے راجہ کی
موت پر تعداد میں اس قدر زیادہ بیویاں اس
کے ساتھ جان دینے پر آمادہ ہو جایا کرتی تھیں
کہ نئے راجہ کو بمشکل انہیں اس حرکت سے
روکنا پڑتا تھا۔ شوہر کے دفن ہونے میں اگر
دیر ہوتی۔ تو اکثر عورتیں اپنے سر کے بالوں
کے ذریعے گلے میں پھانسی لگا کر جان دیدیا
کرتی تھیں۔ افریقہ کونگو میں وہاں کے
راجہ کی موت پر بارہ نوجوان لڑکیاں قبر میں
کود کر اس کے ساتھ زندہ درگور ہو جاتی تھیں۔

آریا قوم کی تمام شاخوں میں یہ قبیح رسم مروج
تھی۔ یہ رواج علاوہ ہندوستان کے دوسرے
ملکوں میں بھی رائج تھا۔ فرق صرف اس قدر تھا۔
کہ ہندوستان میں تو صرف عورتیں ستی ہوا کرتی
تھیں۔ اور دوسرے ملکوں میں بیوی کے ساتھ
شوہر کو بھی مرنا پڑتا تھا۔ اس کا قانوناً روک
دیا جانا انسان کے لئے اس قدر بھلائی کا
باعث ہوا ہے۔ جس کی کوئی انتہا نہیں۔

راحت آرا مسز سراج الاسلام

کیا ہم کچھ نہیں کر سکتے؟

کچھ سال گزرے آگرے میں ایک مشنری
لیڈی مس فادل صاحبہ نے ایک ابتدائی مدرسہ
چرچ مشنری سوسائٹی کی طرف سے ہندو مسلمان
لڑکیوں کے واسطے کھولا تھا۔ جو اب ترقی کرتے
کرتے مڈل اسکول ہو گیا ہے۔ اسکول اور
بورڈنگ ہاؤس کی عمارت بن گئی ہے۔ ڈے
اسکالرز کے واسطے موٹر اور گھوڑا گاڑی کا انتظام
ہے۔ عنقریب یہ ہائی اسکول بھی ہو جائے گا۔

اسی مدرسے کے متعلق لیڈی موصوفہ نے
ایک موزہ بافی کا کارخانہ بھی کھولا تھا۔ جو اب
کافی ترقی پر ہے۔ یہ کارخانہ ہندو مسلمان بیواؤں
یتیم لڑکیوں اور ان مصیبت زدہ عورتوں کے
لئے کھولا گیا ہے۔ جو اپنے شوہروں اور عزیزوں
کی بدسلوکی سے دل برداشتہ ہو کر اپنی روزی
خود کمانے پر آمادہ ہو گئی ہیں۔ اس کارخانے
میں تقریباً سب عورتیں اور لڑکیاں شہر ہی سے
کام سیکھنے آتی ہیں۔ ان کے لئے سواریوں کا
انتظام ہے۔ جب کسی عورت کو مشین کا استعمال
اچھی طرح آجاتا ہے۔ تب حسب لیاقت تنخواہ
مقرر کر دی جاتی ہے۔ اور موزہ بافی کا امتحان
پاس کرنے کے بعد وہ دوسرے شہروں میں اعلیٰ
تنخواہوں پر یہ کام سکھانے پر نوکر ہو جاتی ہیں۔
اس وقت اس کارخانے میں ہر قسم کے سوتی اور

ریشمی زنانہ اور مردانہ موزے مشینوں سے بنا کر عام
طور پر فروخت کئے جاتے ہیں +

اسی طرح کا ایک کارخانہ سکندرہ میں لاوارث
عیسائی لڑکوں کے واسطے کھولا گیا ہے۔ جہاں
ان کو ہر قسم کا فرنیچر بنانا۔ چھاپنا۔ جھاڑن بنانا اور
لوہار کا کام سکھایا جاتا ہے + ہندوؤں نے دیال
باغ میں کئی کارخانے اسی قسم کے مع زنانہ اور مردانہ
مدارس کے کھولے ہیں۔ یہاں لڑکوں کو مکھن
نکالنا۔ کپڑا بننا۔ جوتے وغیرہ بنانا سکھایا جاتا ہے +
ہندو لوگ دیسی چیزیں بنی ہوئی فخریہ اور قدر کے
ساتھ خرید کر استعمال کرتے ہیں + دیال باغ کے
کارخانوں نے اس قدر ترقی کی ہے۔ کہ وہ مثل
ایک چھوٹے سے شہر کے آگرے میں ہے۔ کہ جہاں
ضروریات زندگی کی تمام چیزیں دیسی بنی ہوئی
بکتی ہیں +

عیسائی اور ہندو قوم نے تو ملک و قوم کے
فائدے کی غرض سے جو کچھ کیا ہے۔ اظہر من الشمس
ہے۔ لیکن کیا ہم کچھ نہیں کر سکتے؟ ضرور کر سکتے
ہیں۔ بشرطیکہ ہم سب متفق ہو کر کوشش کریں۔
اور ایثار سے کام لیں + ہم کو چاہیے۔ کہ اپنی
غیر ضروری خواہشات کو ترک کر کے روپیہ
جمع کریں۔ اور ہر ماہ یا سالانہ پس انداز کی ہوئی
رقم جناب قبلہ مولوی صاحب رہبر نسواں کے پاس
جمع کرائیں۔ جب کافی رقم فراہم ہو جائے۔ تو کسی
شہر میں ایک بیوہ خانہ مع مدرسے کے کھلوادیں۔
جہاں عورتوں اور لڑکیوں کو تعلیم کے علاوہ ہر قسم
کی صنعت اور حرفت بھی سکھائی جائے۔ تاکہ وہ
بےکاری کی مصیبت سے نجات پائیں۔ اور اپنے
سرپرستوں اور رشتہ داروں کے ظلم ناروا سے
آزاد ہو کر اپنے پاؤں پر آپ کھڑی ہو سکیں +

گھروں میں ایسے بہت سے خرچ ہیں۔ جن
کو کم کر کے روپیہ بچایا جا سکتا ہے۔ مثلاً پان چھالیا
کا کثرت سے استعمال کرنا۔ اس میں تخفیف ہو سکتی
ہے۔ دوپٹوں کی رنگائی پر روپیہ صرف کرنا۔ کانچ
کی چوڑیاں کثرت سے خریدنا۔ جھوٹے زیورات
خریدنا۔ سیر تماشوں میں جانا۔ خواہ مخواہ کی جہانداری
کرنا۔ اور تکلفاً ایک دوسرے کے ہاں بار بار مہمان
جانا۔ فضول رسموں میں روپیہ ضائع کرنا۔ گھر میں
بہت قسم کے کھانے پکوانا۔ نمائشی چیزیں بے ضرورت
خریدنا وغیرہ وغیرہ غرض کہ بہت سی باتوں میں
ہم خواتین کمی کر کے روپیہ بچا سکتی ہیں +

میں روزمرہ انگریز خواتین کو دیکھتی ہوں۔ کہ
وہ نہ صرف اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزوں کو فروخت
کر کے ایسے کاموں میں چندہ دیتی ہیں۔ بلکہ بعض
اپنی وہ غذائیں ہفتوں کے لئے کھانا چھوڑ دیتی
ہیں۔ جو ان کو مرغوب ہوتی ہیں۔ اور ان کی قیمت
غریبوں کی امداد کے لئے دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ
روزمرہ کی ضروریات میں کمی کر کے نقد روپیہ بچا کر
چندہ دیتی ہیں + کیا اچھا ہو۔ جو ہم بھی اس معاملہ
میں ان کی تقلید کریں۔ اور اپنے ملک و قوم کی

حالت درست کرنے میں دل و جان سے کوشاں ہوں ؟

شاہزاد جہاں بیگم - آگرہ

ولائتی مرغیاں

آج کل ہندوستان میں ولائتی مرغیوں کا بہت شوق پایا جاتا ہے - ہر جگہ دیکھنے میں آتی ہیں - اس لئے میں بہنوں کی دلچسپی کے لئے ان کے کچھ حالات لکھنا چاہتی ہوں ؟

یہ سب جانتے ہیں - کہ انڈا اور مرغی انسان کی غذا کا کتنا قیمتی جزو ہے - اگرچہ ہندوستان میں بھی مرغیاں ہوتی ہیں - اور کئی قسم کی ہوتی ہیں - مگر وہ انڈے کم تعداد میں اور چھوٹے چھوٹے دیتی ہیں - اس کے برعکس ولائتی مرغیاں بہت بڑی بڑی اور خوبصورت ہوتی ہیں - اور انڈے کثرت سے اور بڑے بڑے دیتی ہیں - وہ کبھی کڑک ہو کر نہیں بیٹھتیں - عام طور سے بچے نکالنے کو ان کے انڈوں پر دیسی مرغی بٹھائی جاتی ہے ؟

ولائتی مرغیاں بہت قسم کی ہوتی ہیں لیکن میں ان میں سے صرف چند کے نام یہاں لکھتی ہوں ؟

روڈ آئی لینڈ ریڈ - یہ کتھئی رنگ کی چھوٹے سے کیس کی بہت موٹی پھولی پھولی سی ریشم کے پروں کی مرغی ہوتی ہے - اس کا مرغ بھی بہت خوبصورت ہوتا ہے - یہ مرغی جاڑوں میں زیادہ اور گرمی میں کم انڈے دیتی ہے ؟

وائٹ لیگ ہارن - یہ سفید رنگ اور بڑے بڑے کیس کی بڑی بڑی مرغیاں ہوتی ہیں - انڈے خوب دیتی ہیں - مہینے میں زیادہ سے زیادہ پانچ چھ روز ناغہ کرتی ہیں - ورنہ روز انڈا دیتی ہیں ؟

لائٹ سیسکس - یہ بھی موٹی موٹی اور پھولی پھولی مرغیاں ہیں - کیس چھوٹے - گردن اور دم سیاہ - بازو پر ایک ایک پر سیاہ - باقی رنگ سفید - بہت خوبصورت مرغیاں ہیں - ان کا انڈا لیگ ہارن سے چھوٹا لیکن وزن میں ان کے برابر ہوتا ہے یعنی تقریباً ساڑھے چار تولے سے پانچ تولے تک ہوتا ہے ؟

سب سے بڑا اور وزنی انڈا اکیس ٹیبکر کا ہوتا ہے - جو چتلے رنگ کی سیاہ و سفید مرغیاں ہیں - ان کا انڈا چھ تولے کا ہوتا ہے - یہ بھی برابر انڈے دیتی رہتی ہیں - میرٹھ میں ایک پوٹری راجہ صاحب مرسان کی ہے - اس میں بیسیوں قسم کی ولائتی مرغیاں ہیں ؟

سب سے بڑی مرغی آروک ہے - جو قد میں بکرے کے برابر ہوتی ہے - لیکن یہ مرغی انڈے کم دیتی ہے - ایک قسم سب سے چھوٹی مرغیوں کی جو کبوتر کے برابر ہے - ان کا نام اور ننگٹن ہے کہتے ہیں - یہ مرغیاں بہت انڈے دیتی ہیں

گورنمنٹ نے ان کی افزائش نسل کا خیال
کرکے لکھنؤ میں ایک بڑا پولٹری فارم قایم کیا
ہے۔ جس کی سکرٹری مسز فاکس ہیں ۔ گورنمنٹ
چاہتی ہے۔ کہ مرغیوں سے عام طور پر لوگوں کو
دلچسپی پیدا ہو۔ اس لئے جاڑوں کے زمانے
میں ایک اسپشل ٹرین ہر شہر میں دورہ کرتی
ہے۔ اس میں کئی قسم کی مرغیاں اور ان کے
کھلانے پلانے کا سامان نمونتاً رہتا ہے ۔ ہر
سال بہت سے ولائتی مرغ گورنمنٹ لوگوں
کو بمعاوضہ گیارہ آنے یا ایک دیسی مرغ تقسیم کرتی
ہے۔ تاکہ لوگ انہیں دیسی مرغیوں میں رکھیں
جس کی وجہ سے دیسی مرغیاں بھی زیادہ انڈے
دینے لگیں ۔

ولائتی مرغیوں کی قیمت بہت ہوتی ہے
اگر پولٹری سے خریدی جائیں ۔ تو پچیس روپے
میں ایک جوڑا دستیاب ہوگا۔ اگر نہیں ایک
جوڑا خرید کر یا انڈے منگا کر توجہ احتیاط اور
محنت سے ان کے بچے نکالیں اور پالیں۔
تو ایک جوڑے سے بہت سی مرغیاں پیدا
ہوسکتی ہیں۔ لیکن ولائتی مرغیاں دیسی مرغیوں
کی بہ نسبت بہت نازک ہوتی ہیں۔ اگر ان کے
علاج معالجے اور صفائی کا کافی طور پر خیال
نہ رکھا جائے ۔ تو پولٹری کا بہت جلد صفایا
ہو جاتا ہے ۔

میں نے چند انڈوں سے ایک جوڑا حاصل
کیا۔ بہت محنت کے بعد بڑھتے بڑھتے اب بفضلہ
میرے پاس پچیس مرغیاں ہیں ۔ جو خوب انڈے
دیتی ہیں ۔ اور میری دلچسپی کا سامان ہیں ۔
اگر تہذیبی بہنوں کو دلچسپی ہوئی ۔ تو اور
معلومات ان کے علاج وغیرہ کے متعلق بھی
لکھوں گی ۔

انیس فاطمہ خانم منشی فاضل ۔ میرٹھ صدر

ربڑ کی چوڑیاں

ربڑ کی چوڑیاں جو آج کل بہت مقبول
ہو رہی ہیں ۔ ایک ایسے مادے کی بنی ہوئی ہوتی
ہیں ۔ جو بہت جلدی حرارت کو جذب کر لیتا
ہے ۔ اور تھوڑی دیر تک آگ کے قریب رہنے
سے خود بخود مشتعل ہو جاتا ہے ۔ ان کا پہننا بیحد
خطرناک ہے ۔ میں حال کا ایک واقعہ لکھتی ہوں ۔
جس سے اس بات کا بخوبی ثبوت ملتا ہے ۔

۳۱ دسمبر ۱۹۲۹ء کو شام کے وقت قصبہ
سہپؤ ضلع متھرا میں جناپرشاد سنار کی چار سالہ
لڑکی شانتی دیوی ربڑ کی چوڑیاں پہنے چولھے
کے پاس بیٹھی ہاتھ سینک رہی تھی ۔ اس کی
ماں گھر سے باہر بھینس کا دودھ نکال رہی تھی
سینکتے سینکتے بدھے ہاتھ کی چوڑیاں یک لخت
بھڑک اٹھیں ۔ جس سے آستین میں اور آستین
سے سارے کپڑوں میں آگ لگ گئی ۔ لڑکی

ہائے ماں ہائے ماں کہتی ہوئی بھاگی - لیکن
جب گھر سے باہر آئی - تو از سر تا پا ایک شعلۂ
آتش بنی ہوئی تھی ؛

اس کی ماں نے اس کے کپڑے پھاڑ
کر اُتارنے کی کوشش کی - لیکن اُتار نہ سکی - اس
کے اپنے ہاتھ جلنے لگے - آخر اس نے لڑکی کو
موری کے حوضہ میں ڈال دیا - جس میں گھر کا
گندہ پانی بھرا ہوا تھا - اس سے آگ تو بجھ
گئی - مگر لڑکی جاں بر نہ ہو سکی - اور بہت سخت
تکلیف اُٹھا کر پندرہ بیس منٹ میں ہائے ماں
ہائے ماں کہتی ہوئی رخصت ہوئی - اس کا جسم
سر سے پاؤں تک جل کر بالکل اُبھرتا ہو گیا تھا
اوپر کی جلد اُتر کر نیچے کی لال کھال نظر آتی
تھی - کہیں کہیں سفید چربی بھی نظر آتی تھی -
اس کی طرف دیکھا نہیں جاتا تھا - اچھا ہوا -
کہ جلدی ختم ہو گئی - نہیں تو زیادہ عرصہ تک
تکلیف میں مبتلا ہو کر مرتی - اگر بچ بھی جاتی -
تو ساری عمر زندہ در گور اور مردہ سے بدتر رہتی ؛

تہذیبی بہنوں کو چاہئے - کہ اس درد انگیز
واقعہ سے خود سبق لیں - اور دوسروں کو مطلع
کریں - اور کبھی اپنی بچیوں کو ربڑ کی چوڑیاں
نہ پہنائیں - نہ خود پہنیں - خاص کر ان بیویوں کو
جو اپنا کھانا آپ پکاتی ہوں - ان چوڑیوں کو
بھولے سے بھی کبھی ہاتھ میں نہ ڈالنا چاہئے ؛
اس میں شک نہیں - کہ ربڑ کی چوڑیاں بہت
خوب صورت ہوتی ہیں - اور زینت کے واسطے
نہایت موزوں ہیں - مگر کس کام کی ایسی زینت
جس سے جان خطرے میں رہے - بھٹ پڑے
وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان ؛

حامدہ الخیریہ

احمدیہ انجمن خواتین
کا چوتھا سالانہ جلسہ

۲۶ دسمبر سنہ ۲۹ء کو احمدیہ انجمن خواتین کا
سالانہ جلسہ و نمائش مسلم ہائی اسکول میں منعقد
ہوا ؛ محترمہ لیڈی عبدالقادر صاحبہ صدر جلسہ
تھیں - اور لاہور کی بہت سی معزز خواتین کے
علاوہ اضلاع بیرونجات سے بھی خواتین تشریف
لائی تھیں ؛ بارہ بجے قرآن کریم کی تلاوت سے
جلسے کا افتتاح ہوا - اور محترمہ صدر نے اپنا
خطبہ صدارت پڑھا - جس میں انجمن کے کاموں
پر تبصرہ کرتے ہوئے سب بہنوں کو اس میں
حصہ لینے کی ترغیب دی - اور اشاعت اسلام
کے لئے جو کام احمدیہ انجمن اسلام کر رہی ہے
اس کی تعریف کی ؛ اس کے بعد بیگم مولانا
محمد علی و محترمہ زکیہ ظفر صاحبہ و چند دیگر بہنوں
نے تقریریں کیں - اور نظمیں پڑھیں - اور اشاعت
اسلام کے لئے چندہ ہوا - تین بجے محترمہ صدر
صاحبہ نے نمائش کا افتتاح فرمایا - اور جلسہ برخاست

ہوا ؀

یہ انجمن چار سال سے نہایت خاموشی سے مفید کام کر رہی ہے۔ مستورات کے لئے دینی تعلیم کے انتظام کے علاوہ گزشتہ سال شہر کے مختلف حصوں میں جلسے کر کے اصلاح رسوم اور اصلاح معاشرت پر لکچر دئے۔ اور سب سے دلچسپ کام اشاعت اسلام میں مدد دینے کو دستکاری فنڈ کی تجویز ہے یعنی ہر ایک بہن ہفتے میں ایک دن ایک گھنٹہ کوئی دستکاری یا اَور کوئی کام جو وہ جانتی ہوں کریں۔ اور پھر یہ سب کام دسمبر میں جمع کر کے بذریعہ نمائش فروخت کیا جائے؀ چنانچہ اس سال نمائش میں اکثر بہنوں نے حصہ لیا۔ اور بچوں کے سوئیٹر۔ موزے۔ ٹوپیاں کُشن۔ میز پوش۔ غلاف تکیہ۔ ٹی کوزی۔ کڑھے ہوئے دوپٹے قمیصیں۔ موتیوں کی لیسیں۔ سادھیوں کے بھی دیتے۔ مخملی بٹوے۔ اور ازار بند وغیرہ فروخت کے لئے نمائش میں موجود تھے۔ جو سب کے سب فروخت ہو گئے۔ اور روپیہ اشاعت اسلام میں دیدیا گیا؀

بقول محترمہ لیڈی عبدالقادر صاحبہ صدر جلسہ دوسری قوموں کی خواتین تو عرصے سے اس طریقے پر اپنے قومی کاموں میں مدد دیتی ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ مسلمان خواتین ابھی تک غافل ہیں۔ اور اشاعت اسلام جیسے اہم فرض میں کما حقہٗ دلچسپی نہیں لیتیں۔ حالانکہ اسلام کا جس قدر احسان طبقۂ نسواں پر ہے۔ اَور کسی پر نہیں؀ قبل از اسلام عورت ذات کی جو ذلیل حالت تھی۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر اسلام نے آکر عورت کو مرد کے برابر لا کھڑا کیا۔ اور ہر حیثیت میں اس کے حقوق کی حفاظت کی۔ پس دختران اسلام کا فرض ہے۔ کہ وہ خدمت دین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور اسلام کے لئے کام کرنے میں کسی بہن کو عار نہ ہو۔ خواہ وہ کتنی ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو؀ نبی کریم صلعم کی ازدواج مطہرات اور صحابیات نے ایام جنگ میں اپنے کندھوں پر پانی کی مشکیں اٹھائیں۔ اور زخمیوں کی مرہم پٹیاں کیں۔ آج بھی اسلام پر مشکلات کا زمانہ ہے۔ اور جنگ تلوار کی بجائے آج قلم کی جنگ ہے اور دشمنان اسلام اپنا تمام زور اس پر صرف کر رہے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ کی پاک زندگی کو نہایت گھناؤنی شکل میں دکھائیں۔ اور اسلام کو وحشیانہ قوانین کا ایک مجموعہ ثابت کریں؀

انجمن اشاعت اسلام اپنے پُرزور لٹریچر کے ذریعے اسلام کا روشن چہرہ اور قرآن پاک کے انمول جواہر تمام دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ انگریزی و اُردو ترجمہ قرآن و احادیث اور سوانح نبی کریم صلعم مختلف زبانوں میں شائع کئے ہیں۔ ہر ایک مسلم کا فرض اول ہے۔ کہ وہ اس میں حصہ لے۔ اور انجمن اشاعت اسلام کی مدد کرے؀

جو بہنیں دستکاری کے ذریعے اشاعت اسلام

میں مدد دینا چاہیں۔ وہ بیگم صاحبہ مولانا محمد علی مترجم و مفسر انگلش ترجمۃ القرآن کے ساتھ احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتے پر خط و کتابت فرمائیں ؏

آصفہ خاتون یکے از ممبران احمدیہ انجمن خواتین۔ لاہور

انجمن تہذیب نسواں لاہور

انجمن تہذیب نسواں لاہور کا ماہوار جلسہ بتاریخ ۴ جنوری سنہ ۳۰ء بروز شنبہ بوقت دو بجے دوپہر غریب خانہ پر زیر صدارت محترمہ بیگم صاحبہ قلندر علی خاں منعقد ہوا۔ جلسہ کی کارروائی تلاوت کلام مجید سے استانی صاحبہ نے شروع کی۔ سیدہ لائقہ خاتون صاحبہ نے نعت پڑھ کر سنائی۔ بعد ازاں مندرجہ ذیل مضامین پڑھے گئے:۔

شہر بانو صاحبہ نے ۲۸ دسمبر سنہ ۲۹ء کے اخبار تہذیب نسواں سے مضمون جہیز اور بری کی نمائش پڑھا۔ اختر جہاں صاحبہ نے مضمون اسلامی تواریخ زہرہ خانم صاحبہ نے شاہنامہ اسلام سے آنحضرت صلعم کا سفر طائف۔ صالحہ بیگم صاحبہ نے بے جا رسومات پر مضمون۔ سیدہ لائقہ صاحبہ نے مضمون بسنت اور شبرات اور خاکسار نے مضمون بد زبانی پڑھا ؏

اخیر میں صدر صاحبہ نے حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انجمن تہذیب نسواں کی شرکت پر خوشی کا اظہار کیا۔ ترقی کی دعا کی۔ پانچ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ سوا سو کے قریب خواتین شریک جلسہ تھیں ؏

سیدہ زاہدہ خاتون۔ خلیل منزل مزنگ لاہور

خواتین لاہور کا جلسہ

مسلم خواتین لاہور کا ایک بہت بارونق جلسہ جناب امتیاز فاطمہ بیگم صاحبہ مدیرہ سرتاج کی تحریک سے مورخہ ۵ جنوری سنہ ۳۰ء بروز یکشنبہ محمڈن ہال لاہور میں زیر صدارت محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ ایم اے۔ ایم او ایل پروفیسر گورنمنٹ کالج (خواتین) منعقد ہوا۔ جس میں ہر طبقے اور ہر مذاق و خیال کی بے شمار مسلم خواتین شریک ہوئیں۔ مجمع توقع سے بہت زیادہ تعداد میں تھا۔ اور معزز بہنوں نے کارروائی نہایت توجہ اور محنت سے سُنی ؏

محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ نے نہایت خوش الحانی سے سورۂ مزمل کی تلاوت سے جلسے کا افتتاح کیا۔ پھر سر میاں محمد شفیع صاحب کی بہو محترمہ اصغری خانم محمد رفیع صاحبہ نے نہایت موزوں الفاظ میں محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ سے استدعا کی۔ کہ وہ مسلم خواتین کے اس اہم جلسے کی صدارت فرمائیں ؏

مولوی محبوب عالم صاحب اڈیٹر پیسہ اخبار

کی بہو مسز عبدالرشید صاحبہ نے حقوق نسواں پر ایک نہایت موثر نظم خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ اور اس کے بعد محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ نے اپنی نہایت فاضلانہ افتتاحی تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے مسلم خواتین کو توجہ دلائی۔ کہ وہ صحیح اسلامی تعلیم حاصل کریں۔ اور مسلمان عورتوں کے وراثت سے محروم رہنے کی وجہ ان کی جہالت کو قرار دیا۔ اور مسلمانوں کے موجودہ جمہور وطرز معاشرت پر اظہار افسوس فرمایا۔

پھر حاجیہ امتیاز فاطمہ بیگم صاحبہ نے بہت جوش سے اپنی صنف کی تقسیم الحالی اور جہالت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔ کہ ہم مردوں سے جنگ کرنا نہیں چاہتی ہیں۔ مرد ہمارے باپ۔ ہمارے بیٹے۔ ہمارے بھائی اور ہمارے شوہر غمگسار اور شریک حیات ہیں۔ ہم مطالبہ حق کر کے ان کو خواب غفلت سے بیدار کر رہی ہیں۔ اور چاہتی ہیں۔ کہ غاصب مرد آنے والے روز حساب سے خوف کھا کر ہمارا حق تسلیم کریں۔ اور ہمیں دیں۔ میاں عبدالحی صاحب ممبر لیجسلیٹو اسمبلی کے بل کی تائید میں آپ نے رزولیوشن مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کیا:۔

مسلم خواتین لاہور کا یہ عام جلسہ مروجہ قانون وراثت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے حکومت سے استدعا کرتا ہے۔ کہ قانون وراثت میں ایسی مناسب تبدیلیاں کرے۔ جس سے مسلم خواتین ہند اپنے شرعی حقوق سے مستفید ہو سکیں نیز یہ مسودہ قانون اسمبلی میں پیش ہونے کی اجازت مرحمت فرمائے۔ یہ اہم قرارداد تمام حاضرات کی متحدہ رائے سے بالاتفاق منظور ہوئی:۔

اس کے بعد کئی خواتین نے پرجوش۔ مدلل برجستہ تقریریں کیں۔ بیگم قلندر علی خاں صاحب نے والدین اور شوہر کی وراثت اور حق مہر پر وضاحت سے روشنی ڈالی۔ مسز محمد رفیع صاحبہ نے میاں عبدالحی صاحب کے بل کا ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ اور اس کا مفہوم اچھی طرح حاضرات جلسہ کے ذہن نشین کرایا۔ بیگم عبدالغنی صاحبہ (بیرسٹر لا ممبر کونسل) نے وراثت کے مسئلہ کو تشریحاً واضح کیا۔ اور عورتوں کو ان کی زندگی میں حق مہر دلائے جانے پر زور دیا۔ سیدہ نواب بیگم کربلائی (دختر سید صفدر علی صاحب مرحوم) نے پورے احساس کے ساتھ۔ وراثت۔ ترکہ پدری۔ اور شوہر کی جائداد کے حصے نیز حق مہر کی وصولی پر زور دیا۔ اور بہنوں سے کہا۔ جس طرح غاصب غصب کی سزا کے مستحق ہوں گے۔ اسی طرح حقوق کا مطالبہ نہ کرنے والیاں مستحق سزا ہوں گی۔ گیتی آرا بیگم بشیر احمد صاحبہ نے بھی بہت ہی شستہ الفاظ میں حقوق نسواں کی وضاحت فرمائی۔ اور موجودہ قانون طلاق میں ترمیم اور عورت کو حق خلع دلائے جانے کی درخواست کی۔ کیونکہ حقیقت میں وہ حقوق زوجیت عورت کو نہیں دئے جا رہے ہیں۔ جن کی اسلام نے تاکید فرمائی

ہے۔ محترمہ بیگم محمد عمر صاحبہ (بیرسٹر مرحوم) نے نظم حقوق نسواں پڑھ کر سنائی۔ جس کے سننے سے حاضرات پر بے حد اثر ہوا۔

بیگم غلام رسول خان صاحبہ نے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ کہ اسوۂ رسول اللہ صلعم پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو بیواؤں کے عقد ثانی پر توجہ کرنی چاہیے۔

محترمہ بیگم صاحبہ سر شیخ عبد القادر نے مسلمانوں سے پر زور اپیل کی۔ کہ معزز بھائیوں کی ایک مجلس مشورت منتخب کی جائے۔ جو ایسے نیک اور ضروری کام میں ہماری امداد و اعانت کرے۔

مسز بیگ صاحبہ نے تعداد ازدواج اور طلاق پر پر درد الفاظ میں روشنی ڈالی۔ اور بتایا۔ کہ مسلمانوں کو کن حالات میں دوسری شادی اور طلاق کی اجازت ہے۔ اور لوگ کس طرح اس مشروط اجازت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر عورتوں پر ستم توڑ رہے ہیں۔

حاجیہ انتیاز فاطمہ بیگم صاحبہ مدیرہ سرتاج کی تحریک سے "انجمن تحفظ حقوق مسلمات" قایم کی گئی۔ اس انجمن کے مقاصد وراثت۔ مہر۔ عقد بیوگان۔ خلع وغیرہ کی حمایت ہے۔ محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ صدر جلسہ نے اس انجمن کے قیام کے لئے پر جوش تقریر فرمائی۔ اور مسز بیگ صاحبہ نے بھی مسلم خواتین سے درخواست کی۔ کہ وہ زندہ رہنے کے لئے اس انجمن کی بنا اپنی متفقہ رائے سے ڈالیں۔ چنانچہ سب معزز خواتین نے اتفاق فرمایا۔ بے شمار خواتین اس مجلس کی ممبر بنیں۔ نیز بیگم محمد عمر صاحبہ۔ مسز محمد رفیع صاحبہ کی تحریک اور گیتی آرا بیگم بشیر احمد صاحبہ کی تائید سے محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ صدر انجمن اور حاجیہ انتیاز فاطمہ بیگم مدیرہ سرتاج سکرٹری قرار پائیں۔ اور قرار پایا۔ کہ اس انجمن کی طاقت کو قایم رکھنے کے لئے بورڈ آف ڈائرکٹرز قایم کیا جائے۔ جس کے ارکان حسب ذیل ہوں۔ لیڈی ذوالفقار علی خاں صاحب۔ لیڈی شفیع صاحبہ۔ لیڈی عبد القادر صاحبہ۔ لیڈی فضل حسین صاحبہ۔ بیگم صاحبہ ممدوٹ۔ بیگم صاحبہ دوجانہ۔

چھ بجے جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ اور کارروائی کا تار نواب گورنر جنرل صاحب بہادر کو دیا گیا۔

محفل تہذیب

نہایت رنج و قلق کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں۔ کہ بتاریخ ۸ جنوری روز چہارشنبہ بوقت چار بجے دن کو والدہ محترمہ زہرہ خاتون صاحبہ اہلیہ خان بہادر مولوی کبیر الدین احمد صاحب نے اپنے مکان واقع تین نمبر الیٹ لین۔ کلکتہ اس دار فانی سے ملک جاودانی کو کوچ کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تہذیبی بہنوں سے استدعا ہے۔ کہ اپنے حتی المقدور قرآن خوانی کر کے مرحومہ

کو بخش دیں۔ مبلغ تین روپیہ روانہ کرتا ہوں
براہ کرم مرحومہ کے نام سے کسی فنڈ میں دیدیجئے
اگر کوئی بہن صاحبہ تاریخ وفات کہدیں۔ تو بہت
احسان ہوگا۔ محمد دلی اللہ

مینیجر۔ محترمہ موصوفہ کی وفات مسلمان خواتین کے
حق میں ایک نقصان عظیم ہے۔ تہذیب نسواں
سے مرحومہ کا تعلق مسلسل ۱۸۹۸ء سے لے کر
تادم مرگ رہا۔ مرحومہ پرانی وضع کی پردہ نشین
خاتون تھیں جنہوں نے پردہ کے اندر رہ کر
اعلیٰ درجے کی تعلیم اور عربی۔ فارسی۔ انگریزی
اُردو اور بنگلہ متعدد زبانوں میں کافی استعداد
حاصل کی۔ ہماری دعا ہے۔ کہ خداوند عالم
مرحومہ کو بہشت بریں میں جگہ دے۔ اور ان کے
متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ہم نہایت اندوہ اور کمال رنج سے یہ خبر شائع
کرتے ہیں۔ کہ ہماری اخباری برادری کے نوجوان
رکن ملک محمد اکرم خاں صاحب اڈیٹر رسالہ صوفی
نے عین عالم شباب میں پونے اٹھارہ برس کی
عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مرحوم نہایت نیک
مزاج۔ ملنسار۔ شریف طبع اور عوام میں ہر دلعزیز
تھے۔ ہم اس سانحہ روح فرسا میں اپنے دوست
ملک محمد الدین صاحب سابق مدیر صوفی اور مرحوم
کے بڑے بھائی ملک محمد اسلم خاں صاحب
ایم اے (کنٹب) بیرسٹرایٹ لا فیلو رائل سوسائٹی
آف آرٹس لندن سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔
اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مبلغ چار روپے بتقریب صحت یابی عزیز جہاں بیگم
دختر خان بہادر عبدالعزیز صاحب افسر محکمہ بندوبست
جھنگ کی خوشی میں بھیجے ہیں۔ بچی میعادی بخار کی
سخت تکلیف اٹھانے کے بعد شکر ہے۔ اب اس
قابل ہے۔ کہ چل پھر سکے۔ یہ حقیر رقم کسی کار خیر
میں لگائی جائے۔ حمیدہ جہاں بنت محمد حسین

یہ مضامین درج ہوں گے:۔

ورقی پراٹھے۔ خیالات کا اختلاف۔ میری پڑوسن کی
عیدی۔ عجیب شادیاں۔ زندگی یا قید ہستی۔ طالب علمی
کا زمانہ۔ بیسویں صدی کے خدا سے۔ ایم اے صمد صاحب
کا جواب۔ لباس۔ تہذیبی بہنوں سے شکایت۔ ہماری
معاشرت۔ ضلع پر کچھ اُدھر۔

یہ مضامین درج نہ ہوں گے:۔

عرب کی بہادر خواتین۔ ایک جلیل القدر صحابیہ کا
صبر واستقلال۔ مسلمین کب تک۔ (نظم) اسلامی
تعلیم کے بنیادی اصول۔ ماہ رمضان کے روزہ
دار۔ منتخب اشعار از بمبئی۔ ماضی۔ حال مستقبل
تبسم۔ آدمی کا مرتبہ۔ گردنیا میں لیس واکیشور
روڈ بمبئی۔

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

مسولینی عورتوں کی مخالفت میں

اٹلی کا مشہور رہنمائے قوم مسولینی آج کل کی عورتوں کی ترقی اور آزادی کا سب سے بڑا مخالف ہے۔ اور اس مخالفت کی بنا پر وہ آئے دن اخبارات و رسائل میں مضامین لکھتا رہتا ہے۔ حال میں اس نے لندن کے ایک اخبار سنڈے ڈسپیچ میں اپنا تازہ مضمون شائع کرایا ہے۔ جس کے جستہ جستہ اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

مسولینی لکھتا ہے۔ ایک دفعہ نپولین نے اپنی ملکہ سے کہا۔ "مادام میں نے آپ سے اس لئے شادی کی تھی۔ کہ آپ میرے لئے بچے پیدا کریں نہ اس لئے کہ مجھے نصیحت دیں"۔ گو میں اپنی رائے کا اظہار شاید ان الفاظ میں نہ کرسکوں۔ لیکن میں فرانس کے اس عظیم ترین شہنشاہ کے قول سے ایک حد تک متفق ضرور ہوں۔

آج کل کی عورتیں اپنے ان فرائض منصبی کو فراموش کرتی جارہی ہیں۔ جو قوم کی طرف سے ان کے ذمے ہیں۔ اور خواہ مخواہ ان باتوں میں دخل انداز ہونے کی کوشش کر رہی ہیں۔ جن کو اٹھانے کی نہ ان کے بازوؤں میں طاقت ہے۔ نہ سمجھنے کے لئے دماغ ہے۔

ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک عورت نے کوئی چیز تخلیق نہیں کی۔ آرٹ۔ ڈراما۔ قانون۔ طب۔ غرض کوئی بھی چیز تمہیں عورت کی ایجاد کی ہوئی نظر نہ آئے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ عورت فطری طور پر نقل اُتارنا جانتی ہے۔ تخلیق نہیں کرسکتی۔ دور نہ جاؤ۔ ان کے اپنے مذاق کی چیز لباس ہی کو لو۔ اس میں بھی وہ مرد کی دست نگر ہیں۔ جو آئے دن ان کے لئے نئے نئے فیشن اور ڈیزائن ایجاد کرتا رہتا ہے۔

سیاسیات میں بھی ان کی یہی کیفیت ہے۔ پارلیمنٹ میں جتنی عورتیں ممبر ہیں۔ سب کی سب بے جا مداخلت کرنے والی ثابت ہوئی ہیں۔ شاذ ہی کبھی وہ قانون کی حقیقی گہرائیوں اور حدود کو سمجھ بوجھ کر بحث کرتی ہوں۔ ورنہ سب کی سب محض اپنی شخصیت جتانے کے لئے ہر سمجھ اور عقل کی بات اور پارلیمنٹ کی حکمت کی اندھا دھند مخالفت کرتی ہیں۔

عورتیں کیا کوئی انسان بھی دو کام بیک وقت سرانجام نہیں دے سکتا۔ یا تو عورتیں بچوں

کی نگہداشت کریں۔ گھر کو سنبھالیں۔ یا حکمرانی
کریں۔ اور جبکہ فطرت اور خدا نے عورت کو نسل
انسانی کی ماں بنایا ہے۔ تو یہی منصب اس
کے لئے سب سے بہتر ہے۔ حکمرانی اور جفاکشی
خدا نے مرد کے سپرد کی ہے۔ اور وہی اس
کے لئے موزوں بھی ہے۔

گزشتہ چند سال میں عورت نے جس قدر
ترقیاں کی ہیں۔ اگر ان سب کے ماحصل
کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اس دوران
میں وہ نسل انسانی کو ایک بہت بڑا نقصان پہنچانے
کی موجب ہوئی ہیں۔ گزشتہ چند سال کے
اعداد و شمار پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
تمام دنیا میں پیدائش کی شرح بتدریج انحطاط
پر ہے۔ اور بالخصوص ان ملکوں میں یہ انحطاط
اور بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ جہاں عورتوں کو مکمل
آزادی دی گئی ہے۔ اور وہ ان کاروبار اور
پیشوں میں حصہ لینے لگی ہیں۔ جو فطری طور پر
صرف مردوں کے لئے مخصوص تھے۔

نفسیاتی طور پر عورتیں سیاسیات کے لئے
یکسر ناموزوں ہیں۔ البتہ بچوں کے رکھ رکھاؤ
امور خانہ داری اور شادی طلاق کے معاملوں
میں وہ اچھی اصلاح کار ثابت ہوئی ہیں لیکن
سلطنت کی باگ پکڑنے کی وہ ہرگز اہل نہیں۔

کیا آپ نے کبھی کوئی باعمل عورت کبھی
دیکھی ہے؟ مجھے تو اپنے خاندان بھر میں کوئی
عورت ایسی نظر نہ آئی۔ بلاشبہ عورتیں زندگی
میں ایک برکت ہیں۔ لیکن ان کے ذمے جو
سب سے بڑا کام ہے۔ وہ ان کا گھر میں رہنا
ہمارے بچوں کی نگہداشت کرنا۔ اور اپنی دلداری
سے ہمیں روحانی مسرت پہنچانا ہے۔ جس کی ہر مرد
کو ضرورت ہے۔

عورتیں دل بہلانے والی، نازک طبع اور
پیدائشی رومان انگیز ہیں۔ لیکن مرد کی کیفیت
اس کے برعکس ہے۔ صنف لطیف رازدار
بھولا بھالا اور ننھا سا حیوان ہے۔ مرد کا اتنا
کہہ دینا۔ کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ اس کے
خوش کرنے کے لئے کافی ہے۔

میں ہمیشہ سے یہ کہتا آیا ہوں۔ کہ عورتیں ہر
لحاظ سے مردوں سے کم تر ہیں۔ لیکن میں اس
سے بھی انکار نہیں کرسکتا۔ کہ باوجود ضعیف الاعضا
ہونے کے وہ اکثر اوقات مردوں سے بھی زیادہ
جرات کا اظہار کرتی ہیں۔

عورتیں اپنی کوئی ذاتی رائے نہیں رکھتیں۔
مرد آسانی کے ساتھ ان پر چھا جاتا ہے۔ اور جو بات
ان سے منوانا چاہتا ہے۔ منوا لیتا ہے۔ یہ جو
کہا جاتا ہے۔ کہ اکثر جلیل القدر مرد عورتوں
ہی کے طفیل اس مرتبے پر پہنچے ہیں۔ صحیح نہیں۔
بلکہ اکثر جلیل القدر اشخاص۔ شہنشاہ بادشاہ
سیاستدان اور اہل الرائے لوگ اپنی عورتوں
کی وجہ سے تباہ اور ذلیل ہوئے ہیں۔

عورتیں قوانین سلطنت میں محض اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے دخل انداز ہو رہی ہیں۔ اور مردوں نے یا تو اپنے حسن اخلاق سے یا کمزوری سے یا ان دونوں وجوں سے عورتوں کو اس میں قدم دھرنے کی راہ دیدی ہے۔ سوائے نئی روشنی کے ایک محدود طبقے کی عورتوں کے باقی تمام عورتیں سیاسیات سے کسی قسم کی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتیں۔ جن ملکوں میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ ان کی کل آبادی میں سے ۸۰ فی صدی عورتیں کبھی ایسی نہ نکلیں گی۔ جو یہ حق رکھنے پر پورے طور پر آمادہ ہوں۔

ایک عورت کا ووٹ کا حق رکھنا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ جبکہ وہ اپنی کوئی رائے نہ رکھتی ہو۔ کیونکہ جس شخص کے حق میں اس کا شوہر ووٹ دے گا۔ وہ بھی فطری طور پر اپنے شوہر کی تقلید میں بے سوچے سمجھے اس کے حق میں رائے دے گی۔

ابھی اس کے لئے صدیاں درکار ہیں۔ کہ عورتیں ملک کی سیاسیات کو سمجھ سکیں۔ اور ملک کی سیاسی خدمات سرانجام دے سکیں۔

ایک عورت کا جواب

مسولینی کا مذکورۂ بالا مضمون شائع ہوتے ہی برطانیہ کی عورتوں نے چاروں طرف سے اس پر اعتراضات کی بھرمار کر دی۔

ایک انگریز خاتون نے مسولینی کے جواب میں جو مضمون لکھا۔ اس کے چند اقتباسات درج کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

یہ خاتون لکھتی ہے۔ کہ "برطانیہ کی عورتیں مسولینی کا مضمون پڑھ کر ضرور ہنسیں گی۔ وہ یہ خیال کر کے اپنے دل سے اس کے تمام اثرات زائل کر دیں گی۔ کہ بارے شکر ہے۔ ہم ایسے ملک میں پیدا نہیں ہوئیں۔ جس کا حکمراں ایسے خیالات کا انسان ہے۔

"اٹلی کا یہ جلیل القدر شخص اپنے مضمون میں کئی جگہ اپنی تردید آپ کرتا ہے۔ ایک جگہ تو وہ کہتا ہے۔ کہ آج کل کی عورتیں اپنے ان فرائض منصبی کو فراموش کرتی جارہی ہیں۔ جو قوم کی طرف سے ان کے ذمے ہیں۔ پھر دوسری جگہ انہیں کو وہ بھولا بھالا حیوان قرار دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ مرد کا اتنا کہدینا۔ کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ ان کے خوش کرنے کے لئے کافی ہے۔

"مسولینی کا یہ کہنا بھی حقیقت سے بعید ہے۔ کہ ان ملکوں میں پیدائش کی شرح اور بھی زیادہ انحطاط پر ہے۔ جہاں عورتوں کو مکمل آزادی دی گئی ہے۔ بلکہ حقیقت میں جن ملکوں میں عورتوں کو مکمل آزادی نہیں دی گئی۔ وہاں یہ انحطاط خصوصیت کے ساتھ نمایاں نظر آتا

ہے۔ چنانچہ مسولینی کے اپنے ملک اٹلی میں
بچوں کی شرح پیدائش پہلے سے بہت ہی
کم ہو رہی ہے۔ اور وہ اس کے سدباب
کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے"٭

مصر میں عورتوں کی پولیس

حال میں مصر کے محکمہ پولیس کے افسر اعلیٰ
کی درخواست پر لندن کی عورتوں کی پولیس
میں سے دو خواتین کو منتخب کر کے اسکندریہ
بھیجا گیا ہے۔ تاکہ وہ مصری عورتوں کو پولیس
کی تعلیم دیں۔ اور مصر میں بھی عورتوں کی
پولیس قایم کی جائے٭

یہ پہلا موقع ہے۔ کہ لندن کی زنانہ پولیس
ایک مشرقی ملک میں اپنی خدمات سرانجام
دینے گئی ہے٭ یہ دونوں خواتین اعلیٰ درجہ
کی تعلیم یافتہ ہیں۔ تین چار زبانوں میں بخوبی
بات چیت کر سکتی ہیں۔ اور برسوں سے پولیس
کے محکمے میں ملازم ہیں٭ یہ خواتین اسکندریہ
میں اپنا پولیس کا وہی لباس پہنا کریں گی۔
جو لباس وہ لندن میں پہنتی تھیں٭

مسٹر جے۔ ایچ ہیبز ممبر پارلیمنٹ پولیس
عورتوں کے رسالہ "وومنز ریویو" میں لکھتے
ہیں "مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی۔
کہ اسکندریہ میں بھی عورتوں کی پولیس قایم
کئے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں اس
کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہوں٭
مجھے یقین ہے۔ کہ جن دو خواتین کو اس کام
کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ وہ نہایت قابلیت
اور ہوشیاری کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام
دیں گی۔ تاکہ اہل مصر عورتوں کی پولیس
کی اہمیت کا احساس کر کے اسے اپنے ملک
میں ہمیشہ کے لئے قایم کر دیں"٭

پارلیمنٹ کی ممبر خاتون مس پکٹن ٹربرویل
لکھتی ہیں "میں گزشتہ دس سال سے زنانہ
پولیس کے کام اور ان کی ترقی کو دیکھ رہی
ہوں۔ اور ہر سال مجھے ان کے کام کی اہمیت
اور ان کے تقرر کا اور بھی زیادہ احساس
ہوتا جاتا ہے"٭

خواتین کی مجلسیں

یورپ اور امریکہ کی عورتوں نے چند سال
سے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ کہ جہاں چند
عورتیں کسی نئے پیشے یا کاروبار میں حصہ لینے
لگتی ہیں۔ جھٹ اس نام کی ایک مجلس قایم
کر لیتی ہیں۔ چنانچہ اس وقت ہواباز عورتوں
کی مجلس۔ ڈاکٹر پیشہ عورتوں کی مجلس۔ استانیوں
کی مجلس۔ اہل قلم خواتین کی مجلس۔ قانون
پیشہ عورتوں کی مجلس وغیرہ کئی نسوانی مجلسیں
قایم ہیں٭

خبریں اور نوٹ

ترکی کے وزیر اعظم عصمت پاشا نے حال ہی میں قومی پارلیمنٹ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے سودیشی کی حمایت میں اپنے خیالات ظاہر کئے تھے۔ اور ترک عورتوں کو مشورہ دیا تھا۔ کہ وہ اپنے ملک اور اپنے گھر کے کاتے ہوئے سوت کا کپڑا پہنا کریں۔ اور اناطولیہ کے کوہستانی پھول استعمال کیا کریں۔ وزیر اعظم کی اس تجویز کے مطابق ترکوں کی اصلاحی اور معاشری انجمنوں نے سودیشی کی تحریک شروع کر دی ہے۔ وہ تحریراً اور تقریراً اس امر پر زور دے رہی ہیں۔ کہ ترکی اور بر اعظم ایشیا کی جملہ اقوام کا بچاؤ اسی بات پر منحصر ہے۔ کہ وہ اپنے ملک کی اشیاء کی حوصلہ افزائی میں پوری دلچسپی لیں۔ ورنہ مغرب کی تجارتی دستبرد ترکی اور مشرق کے دوسرے ممالک کے لئے تباہی کا موجب ہو گی۔

۱۱ جنوری کو شاہ فواد نے مصری پارلیمنٹ کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر نئے وزیر اعظم نحاس پاشا نے شاہ مصر کی تقریر پڑھی۔ جس میں اس امید پر خوشی کا اظہار کیا گیا تھا۔ کہ یہ اجلاس برطانیہ اور مصر کے باہمی سمجھوتے اور اتحاد کے ایک نئے دور کا آغاز کرے گا۔ اور حکومت مصر برطانیہ عظمیٰ کی وہ تجاویز جو دوستی کے انداز میں تحریر کی گئی ہیں۔ خوشی سے پارلیمنٹ میں پیش کرے گی۔ اور جب معاہدہ قرار پا جائے گا۔ تو پارلیمنٹ کی تصدیق کے لئے پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد حکومت اسی جوش کے ساتھ اس پر عمل کرے گی جس طرح ابتدا میں اس کے متعلق گفتگو کی گئی تھی۔

بغداد ۱۶ جنوری۔ سلطان ابن سعود اور شاہ فیصل کے درمیان ایک کانفرنس کی تجویز ہے۔ جو عراق و نجد کے درمیانی علاقے میں عنقریب منعقد ہو گی۔ اور جس میں باہمی اتفاق سے فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ آئندہ سرحدی حملوں کا انسداد کیا جائے۔ اور سرحدوں پر لوٹ مار کا بازار دوبارہ گرم نہ ہونے پائے۔ تاکہ دونوں سلطنتوں کے درمیان دوستانہ تعلقات استوار ہو جائیں۔

افغانستان اور ایران کے درمیان ڈاک کا سلسلہ قایم ہو گیا ہے۔ ان دونوں ممالک کے درمیان مسافروں اور تجارتی مال کی آمد و رفت کے لئے موٹر کی کئی کمپنیاں بھی بن گئی ہیں۔ ایک کمپنی ایران و کابل کے درمیان ہوائی جہازوں کا مستقل سلسلہ قایم کرنے والی ہے۔ فی الحال ہوائی جہازوں کی آمد و رفت ہفتہ وار ہو گی۔

افغانستان کے نئے بادشاہ محمد نادر خاں نے

حال ہی میں ایک دربار منعقد کیا۔ جس میں ملک کے بڑے بڑے قبائل کے سربرآوردہ نمایندے شامل ہوئے۔ اس موقع پر شاہ نادر خاں نے تمام نمایندوں کو بتایا۔ کہ جرمنی روس اور فرانس کے سفرا کابل پہنچ چکے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ مجھ سے بعض اشخاص نے مطالبہ کیا ہے۔ کہ میں سابق شاہ امان خاں کو افغانستان واپس بلالوں۔ اس کے جواب میں حاضرین نے رنج وغصہ کا اظہار کیا۔ اور کہا۔ وہ کسی صورت میں امان اللہ خاں کو افغانستان واپس بلانا پسند نہیں کرتے۔ اس پر شاہ نادر خاں خاموش ہو گئے۔

محمد یعقوب خاں سابق وزیر دربار افغانستان کا بیان ہے۔ کہ سابق شاہ امان اللہ خاں نے اپنے ایک تار میں ایران کی ایک جماعت کو لکھا تھا۔ کہ وہ نادر خاں کو افغانستان کا بادشاہ تسلیم کرنے میں پس وپیش نہ کرے۔

افغانستان میں ایک انجمن "مجلس امدادیہ" کے نام سے قایم ہوئی ہے۔ شاہ محمد نادر خاں نے اس انجمن کو تین ہزار روپے کی رقم عطا فرمائی ہے۔ میر عطا محمد خاں معین عدلیہ نے اپنی پانچ ماہ کی تنخواہ ۱۸۹۵ روپے انجمن مذکور کو دئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سے لوگوں نے اس امدادی فنڈ میں روپیہ دیا ہے۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ کا نامہ نگار لندن سے لکھتا ہے۔ کہ یہاں عام طور پر اس خیال کا ا
جا رہا ہے۔ کہ کابینہ کے ارکان لارڈ ارو
حکمت عملی کے خلاف مسلسل حملے کر رہے ہ
نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ آخر لارڈ موصوف مستعفی
گے۔

پچھلے ہفتے لارڈ برکن ہیڈ نے ڈیلی ٹ
میں غضب آلود خیالات ظاہر کئے۔ لا
نے ڈیلی میل میں اس رائے کا اظہار کیا
ہندوستان کو لارڈ ارون سے زیادہ طاق
کی ضرورت ہے۔ اور انہوں نے لارڈ موص
مخاطب کر کے لکھا ہے۔ کہ حکومت کرو۔ یا
کا عہدہ چھوڑ دو۔ لارڈ رینفورڈ نے اپنے
انتہا پسندوں کی سیاسی تجاویز کو بغاوت
ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ ہم فریب کاری اور
زیادہ دیر تک برداشت نہیں کریں گے۔
اور باغیوں کے ساتھ وہی سلوک کری
ان کے ساتھ کوئی اور قوم کر سکتی ہے
نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ پارلیمنٹ کے
میں سر جان سائمن کی رپورٹ کے بعد
کے اہم مسائل پر بحث کی جائے گی۔ م
مسٹر وجوڈ بن کی قابلیت اور مستعدی کو
یہ بھروسہ کر رہی ہے۔ کہ وہ مسٹر میکڈانا
مخالف جماعتوں کے رہنماؤں کو اچھی طر
سکیں گے۔

چیلین کے قحط زدوں کی امدادی کمیٹی

سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شانسی اور شنسی کے صوبوں
میں بیس لاکھ آدمی بھوکوں مر چکے ہیں۔ اور
آئندہ جون کے مہینے سے پہلے پہلے بیس لاکھ
انسانوں کے ہلاک ہو جانے کا خطرہ ہے۔ چین میں
۱۹۲۷ء سے فصلیں تباہ ہو رہی ہیں۔ اور ناقابل
برداشت سردی پڑ رہی ہے۔ باربرداری کے
سامان کی قلت ہے۔ بدنظمی کا دور دورہ ہے۔ اس
پرطرہ یہ کہ باشندگان چین پر فوجوں کے مصارف
کا بوجھ ہے۔

برطانی محکمہ پرواز نے ایک نیا ہوائی جہاز ہندوستان
سے ڈاک لے جانے کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ اس
میں اٹھارہ مسافر بھی بیٹھ سکتے ہیں۔ امید ہے کہ
لندن اور دہلی کے درمیان مسافروں کے لئے
ہوائی جہازوں کی پرواز عنقریب شروع ہو جائے
گی۔

حکومت بنگال بیتھون کالج کو جو بنگال میں
اول درجے کی زنانہ درسگاہ ہے توسیع کرنے
کے لئے ایک اسکیم پر غور کر رہی ہے۔ جس پر
تقریباً چھ لاکھ روپیہ صرف ہوگا۔

ڈاکٹر اینی بیسنٹ نے جو ہندوستان میں
نوآبادیات کے درجے کی حکومت کی حامی ہیں۔
اپنے ایک بیان میں کہا۔ کہ ملک کی بہبودی
کے لئے موجودہ وقت میں سب سے پہلی اور ضروری
بات یہ ہونا چاہئے۔ کہ ایسی تمام سیاسی جماعتیں
جو نوآبادیات کی طرح کا نظام حکومت چاہتی
ہیں۔ ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد کریں۔
جس میں آئندہ نظام حکومت کا دستور اساسی
مرتب کیا جائے۔ اور ایک ایسی جماعت منتخب
کی جائے۔ جو مجوزہ نظام حکومت کو ہر دلعزیز
بنانے کی کوشش کرے۔ اس مقصد کے لئے
اخبارات میں مضامین لکھے جائیں۔ اشتہار تقسیم
کئے جائیں۔ تاکہ ہندوستان کے لوگ نوآبادیات
کے طرز کی حکومت کے اصول اور حقیقت سے
آگاہ ہو سکیں۔

پنڈت مدن موہن مالوی اور سر تیج بہادر سپرو
جو ملک کے اعتدال پسند لیڈروں میں سے
ہیں۔ دہلی میں ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد
کرنے کی کوشش کر رہے۔ سر تیج بہادر سپرو نے
پنڈت موتی لال نہرو کی خالی نشست کے لئے
اسمبلی کے ضمنی انتخابات میں بطور امیدوار کھڑے
ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

اسمبلی کی مدت میں ۱۳ جولائی ۱۹۳۰ء تک
توسیع کر دی گئی ہے۔

سابق مہاراجہ اندور کے پرسنل اسٹاف کے رکن
مسٹر عبدالرشید کی ایک ہندو لڑکی بنسو بالی کے
ساتھ شادی کی تجویز ہے۔ وہاں کے ہندو اس
شادی کے خلاف ہیں۔ چنانچہ ایک عام جلسے
میں حکومت اندور سے درخواست کی گئی ہے کہ
وہ اس شادی کو روک دے۔

اخبار ریاست کو معلوم ہوا ہے۔ کہ سابق مہاراجہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۱

سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب نسواں

ماہوار اڈیشن

۵-اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء

دارالاشاعت پنجاب لاہور

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اعلان

دسہرہ کی تعطیلات کے لئے نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ایسے اسٹیشنوں کے لئے جو سو میل سے زیادہ فاصلہ پر ہوں مورخہ ۲۔ اکتوبر سے ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء تک رعایتی شرح پر واپسی ٹکٹ جاری کئے جائیں گے جو واپسی سفر کے لئے ۲۱۔ اکتوبر تک کارآمد ہوں گے۔

ان واپسی ٹکٹوں کی رعایتی شرح حسب ذیل ہے:۔

اول ودوم درجے کے ٹکٹ	$1\frac{1}{3}$ کرایہ
درمیانہ درجے کے ٹکٹ	$1\frac{1}{2}$ کرایہ
تیسرے درجے کے ٹکٹ	$1\frac{3}{4}$ کرایہ

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرس آفس
مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۲۶ء

ڈی بی ٹریلور۔ او بی ای
چیف کمرشیل منیجر

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار



محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے

لڑکیوں کے فائدے کے لئے سنہ ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۳	لاہور ہفتہ یکم فروری سنہ ۱۹۳۰ء	نمبر ۵

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ۔ یکم رمضان سنہ ۱۳۴۸ھ

فہرست مضامین

ہم خود

حال ہی میں ایک زنانہ رسالے نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہ لکھ دیا۔ کہ تہذیبی بہنیں جو خیرات کرتی ہیں۔ اس کے فنڈ سے تہذیبی انعامات تقسیم کئے جاتے ہیں۔ لہذا تہذیبی انعام لینے والی بہنوں کو جن میں سے غالباً کوئی بھی خیرات کی مستحق نہیں۔ اس پر اعتراض کرنا چاہئے۔

یہ بیان غلط ہے۔ تہذیبی فنڈ خیرات فنڈ نہیں۔ دونوں جدا جدا فنڈ ہیں۔ خیرات فنڈ میں وہ تمام روپیہ جاتا ہے۔ جو لوگ صریحاً خیرات کرنے کی غرض سے ہمیں بھیجتے ہیں۔ اس سے غریب نادار یا بیمار بہنوں کو مدد دی جاتی ہے۔ اس فنڈ کا روپیہ انہی خیراتی کاموں کے لئے آتا ہے۔ اس میں سے تہذیب کے لئے ایک کوڑی خرچ نہیں کی جاتی۔

تہذیب فنڈ اس سے بالکل علیحدہ ہے۔ اس میں جتنا روپیہ وصول ہوتا ہے۔ وہ بھیجنے والے اسی مقصد سے بھیجتے ہیں۔ کہ اس سے تہذیب کو جس طرح مناسب سمجھا جائے ترقی دی جائے۔ مضمون نگاروں کو انعام یا معاوضہ اسی فنڈ میں سے دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حساب سے جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے۔ لوگ اس فنڈ میں عطیات بھیجتے ہیں۔ خیرات نہیں بھیجتے ہیں۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے اکثر وظائف اور انعامات اسی طرح لوگوں کے عطیات میں سے دئے جاتے ہیں۔ اور ان کو کوئی خیرات نہیں سمجھتا۔ نہ ایسا سمجھنا ٹھیک ہے۔

ان دونوں فنڈوں میں فرق نہ کرنے سے احتمال تھا۔ کہ تہذیب نسواں کے متعلق خواتین میں غلط فہمی پیدا ہو۔ اس لئے یہ تفصیل دیدینا ضروری سمجھا گیا۔

مسلم گرلز کالج علی گڑھ کی مسجد کے لئے خواتین ہمیں چندہ روانہ نہ فرمائیں۔ براہ راست شیخ محمد عبداللہ صاحب کی خدمت میں بھیج دیں۔ اب تک جو چندہ دفتر میں آیا ہے۔ وہ شیخ صاحب موصوف کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا ہے۔ اگر چندہ بھیجنے والی بہنوں کی اطلاع اور تہذیبی بہنوں میں چندے کا چرچا رکھنے کے لئے شیخ صاحب قبلہ چندے کی فہرست کبھی کبھار تہذیب میں شائع کرتے رہیں۔ تو ہماری رائے میں نامناسب نہ ہو۔

سید امتیاز علی تاج

رمضان

(از مولوی سید ممتاز علی صاحب)

رمضان پر بارہا مضمون لکھے جاچکے ہیں۔ اور اس باب میں جو کچھ بھی بتانا ضروری ہے وہ بہت دفعہ بتایا جاچکا ہے۔ ان کے دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے پھر بھی اگر چند اہم باتوں کو تازہ کر دیا جائے۔ تو خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ وہ باتیں یہ ہیں:۔

۱۔ خوشبو کے سونگھنے۔ آنکھ میں سُرمہ لگانے۔ بدن پر تیل ملنے۔ کان میں دوا ڈالنے۔ مسواک کرنے یا منجن ملنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۲۔ ہنڈیا کا نمک چکھنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بشرطیکہ جس چیز کا نمک چکھا جائے۔ وہ حلق سے نیچے نہ اترنے پائے۔

۳۔ اگر بھول چوک سے کچھ کھا لیا جائے۔ تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کلی کر کے مُنہ صاف کر لیا جائے اور روزہ پورا کیا جائے۔ اس طرح غلطی سے کھایا پیا معاف ہے۔ خواہ تھوڑا کھایا ہو یا بہت۔

۴۔ سحری کے وقت اگر پانی کا گلاس ہاتھ میں ہو۔ اور اذان ہو جائے۔ تو پانی پی لیا جائے اتنی دیر کا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلعم نے روزے میں دو باتوں کی تاکید فرمائی ہے۔ اول یہ کہ روزہ افطار کرنے میں دیر نہ کی جائے۔ سورج کے غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر لیا جائے۔ دوسرے سحری میں دیر کی جائے۔

۶۔ جو عورت بچے کو دودھ پلاتی ہو۔ یا جس کے بال بچہ ہونے والا ہو۔ اسے روزہ معاف ہے۔ وہ ہر روز کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ ویسا ہی کھانا جیسا گھر والے کھاتے ہیں۔ ایسی عورتوں کو قضا کے روزوں کی ضرورت نہیں ہے۔

۷۔ بوڑھے مردوں اور بوڑھی عورتوں کو جنہیں روزہ رکھنے میں غیر معمولی تکلیف ہوتی ہو۔ شریعت نے روزہ معاف کر دیا ہے۔ وہ بھی ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔

۸۔ اسی طرح جن کمزور و نحیف لڑکوں یا لڑکیوں کے حق میں ڈاکٹر کی رائے میں روزہ مضر صحت ہو اور کسی سخت بیماری کے لاحق ہو جانے کا خطرہ ہو۔ انہیں بھی روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ بلکہ ہر روز کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا چاہیے۔

۹۔ چھوٹے بچوں اور چھوٹی بچیوں کو ثواب کی نیت سے روزہ رکھنے کی ترغیب دینا اچھی بات نہیں اکثر خاندانوں میں آٹھ آٹھ برس کی بچیوں سے روزہ رکھوایا جاتا ہے۔ یہ روزہ نہیں۔ البتہ بہادری کا

کام ضرور ہے؛

۱۰۔ بچے کس عمر میں روزہ رکھیں۔ اس کی حد علمائے دین نے بلوغت رکھی ہے۔ اس زمانے میں بچوں کی جیسی صحت کی حالت ہے۔ اس کے لحاظ سے میری رائے میں چودہ برس سے کم میں روزہ رکھنا ان کی صحت کے لئے مضر ہوگا؛

یہ دس باتیں تو ایسی ہیں۔ جن کے متعلق مجھ سے اکثر بیبیاں پوچھتی رہتی ہیں۔ پس وہ انہیں یاد رکھیں؛

غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

جن لوگوں کو درستی اخلاق کا خیال نہیں ہے۔ اور جس طرح کھانے پینے میں وہ اناپ شناپ سب کچھ کھا جاتے ہیں۔ یہی حال ان کا اخلاق کے معاملے میں ہے۔ وہ بے تکلف جھوٹ بولتے ہیں۔ چغلیاں کھاتے ہیں۔ غیبت کرتے ہیں۔ گالیاں دیتے ہیں۔ انہیں جاننا چاہئے۔ کہ روزے میں جس طرح کھانے پینے کا پرہیز ہے۔ اسی طرح ان باتوں سے پرہیز ضروری ہے۔ یعنی روزہ صرف زبان سے چکھنے اور کھانے پینے ہی کا نہیں۔ بلکہ زبان سے بری اور گندی باتیں کہنے کا بھی ہے۔ اور جس طرح کسی چیز کے کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح گندی باتوں کے بولنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ جس روزہ دار نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا۔ اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی اللہ کو کچھ حاجت نہیں ہے؛

انہیں صحابی سے ایک اور حدیث آئی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ بہتیرے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزے سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا؛

معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے عہد سعادت عہد میں اسی اصول پر عمل تھا۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ دو شخصوں نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی۔ ان کا روزہ تھا۔ جب آنحضرت صلعم نے نماز ختم کی۔ تو فرمایا۔ کہ جاؤ دوبارہ وضو کرو۔ اور دوبارہ نماز پڑھو۔ اور یہ روزہ تو اب پورا کرو۔ مگر اس کے بدلے ایک اور روزہ رکھو۔ انہوں نے پوچھا۔ کیوں یا رسول اللہ؟ فرمایا۔ تم نے فلاں شخص کی غیبت کی؛

ان حدیثوں سے معلوم ہوا۔ کہ جو روزہ دار روزے میں ان بری باتوں سے پرہیز نہ کریں۔ ان کا روزہ روزہ نہیں ہے۔ بلکہ ناحق کا فاقہ ہے۔ ثواب کی بجائے بھوک پیاس کی تکلیف ہی ملتی ہے۔ اور کچھ نہیں؛

فقہ میں کیوں نہیں؟

جس علم میں روزہ نماز وغیرہ کے مسائل کی بحث ہوتی ہے۔ وہ علم فقہ کہلاتا ہے۔ راہ نجات۔ مفتاح الجنۃ۔ کنز المصلی۔ بہشتی زیور یہ سب فقہ کی کتابیں ہیں۔ ان کتابوں میں یہ کہیں نہیں لکھا۔ کہ غیبت کرنے اور جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس

لئے ہمارا اوپر کا مضمون پڑھ کر شاید بیبیوں کے دل میں شبہ پیدا ہو۔ کہ غیبت سے روزہ ٹوٹتا کرتا۔ تو ان کتابوں میں بھی تو ذکر ہوتا ؟

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ فقہ کی کتابوں میں شریعت کے وہ مسائل لئے گئے ہیں۔ جن کی خلاف ورزی پر حکومت کی طرف سے گرفت ہو سکے۔ اور مجرم کو سزا دی جا سکے۔ اس کام کے لئے شاہان اسلام کی طرف سے محتسب مقرر ہوا کرتے تھے۔ جو دیکھتے پھرتے تھے۔ کہ کون نماز پڑھتا ہے۔ اور کون نہیں۔ اور کون روزہ رکھتا ہے۔ اور کون نہیں۔ یہ باتیں ایسی ہیں۔ جو گرفت میں آ سکتی ہیں۔ اور مجرم کو گرفتار کر کے سزا دی جا سکتی ہے۔ لیکن کون جھوٹ بولتا ہے۔ کون غیبت کرتا ہے۔ یہ ایسے جرم ہیں۔ جن کی گرفت بہت مشکل ہے۔ اس لئے اہل فقہ نے ایسے جرموں سے سروکار نہیں رکھا لیکن گو دنیا میں ایسے گنہگار نہ پکڑے جائیں۔ اور سزا نہ پائیں۔ مگر قیامت کو احکم الحاکمین کے حضور میں سزا پائے بغیر نہ رہیں گے ؛

روزہ داروں کو ڈرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ روزے کی تکلیف بھی اٹھائی جائے۔ اور اخلاقی کمزوریوں کی وجہ سے وہ خدا کے دربار میں کہیں نامنظور ہو جائیں ؛



نظم ماہ صیام

(مرسلہ ہمشیرہ ضمیر الدین صدیقی۔ بوڈھانا)

یا دش بخیر گھر گھر ماہ صیام آیا۔
بخشش کا مومنوں کی لیکر پیام آیا ؛

ہیں ابتدا میں قائم گیارہ مہینے اس کے۔
یہ بارھواں مہینہ بن کر امام آیا ؛

افطار صوم کی ہوں خوشیاں نہ کیوں لوں میں
صبر و غنا کا چن کر خوان طعام آیا ؛

مالک سے کل جو بندہ پھرتا تھا سرکشیدہ۔
وہ آج سر خمیدہ بہر سلام آیا ؛

فاقوں سے بیکسوں کا ہوتا ہے حال کیا
منعم کو یہ بتانے ماہ صیام آیا ؛

قرآن کی تلاوت اے مومنات کرلو۔
اور گوہر عمل سے گودیں تم اپنی بھر لو ؛



عضلات

(از سید امتیاز علی تاج)

انسانی ڈھانچے کی مختلف ہڈیوں کے جوڑوں کو دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ بعض ہڈیاں تو ایک دوسرے کے ساتھ ایسی مضبوطی کے ساتھ پیوستہ ہیں۔ کہ کسی ترکیب سے بھی ان کو حرکت نہیں دی جا سکتی۔ اور بعض ہڈیوں کے سروں کی ساخت ایسی ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے میں خوب پھنس کر تو بیٹھتی ہیں۔ مگر جب ہم ان کو حرکت دینا چاہیں۔ تو جوڑوں کے مقام سے ایک خاص حد تک اُٹھ بھی سکتی ہیں ؂

مثال کے طور پر سر کی ہڈیوں کو دیکھا جائے۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑی ہیں۔ کہ ان کو اپنی جگہ سے ہلانے تک کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے مقابل میں بازو اور بانہہ کی ہڈیاں دیکھو۔ وہ ایسی حکمت سے ملی ہوئی ہیں۔ کہ کہنی کے جوڑ کی امداد سے بانہہ کی ہڈیوں کو بآسانی حرکت دی جا سکتی ہے + یہ جوڑ کواڑوں یا صندوقوں کے قبضوں کی طرح ہوتے ہیں۔ کہ جڑے ہوئے بھی ہوتے ہیں۔ اور حرکت بھی کرتے ہیں ؂

اپنی مختلف ضروریات پوری کرنے کے لئے انسان کو جن اعضا کے ہلانے جلانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان کی ہڈیوں کے جوڑوں میں یہ اہلیت تو ہوتی ہے۔ کہ ہڈیاں آزادی سے حرکت کر سکیں۔ مگر اس امر کی محتاج رہتی ہیں۔ کہ بوقت ضرورت کوئی چیز ان سے کام لے۔ اور انہیں موڑ توڑ سکے + یہ کام عضلات یا گوشت کی مچھلیاں سرانجام دیتی ہیں ؂

اگر جسم کے کسی حصے سے کھال کو چربی سمیت دور کر دیا جائے۔ تو نیچے سے لال گوشت نکل آتا ہے جسم کے مختلف حصوں میں اس گوشت کے چھوٹے بڑے اور موٹے پتلے لوتھڑے ہڈیوں سے پیوستہ ہیں۔ اور عضلات یا مچھلیاں کہلاتے ہیں + ہماری شکل وصورت اور وضع قطع بہت کچھ ان عضلات ہی کی جسامت پر منحصر ہے +

عضلات کے گوشت کو خوردبین کے ذریعے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اس میں بہت سے باریک باریک اور لمبے لمبے ریشے ہیں جو جھلی کے ذریعے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں + ان ریشوں میں بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ یہ لچکدار ہیں۔ اور بوقت ضرورت پھیل اور سکڑ سکتے ہیں + شکل وصورت اور جسامت میں عضلات مختلف ہیں بعض بہت لمبے لمبے ہیں

مثلاً بازو اور ران کے عضلات - بعض چوڑے اور چپٹے ہیں - مثلاً پیٹ کے عضلات - اسی طرح بعض بہت موٹے اور بعض نہایت ہی چھوٹے ہیں ؂

ہر عضلہ درمیان میں موٹا اور سروں پر سے باریک ہے - اوپر باریک سی جھلی کا غلاف ہے - جو دونوں سروں پر سمٹ کر سفید نس کی صورت اختیار کر لیتا ہے - عضلات کی یہی نسیں مختلف ہڈیوں کے جوڑوں سے پیوستہ ہوتی ہیں - اور انہیں ہلاتی جلاتی ہیں ؂

جب ہم اپنے کسی عضو کو حرکت دینا چاہتے ہیں - تو اس کے عضلات سکڑ کر موٹے ہو جاتے ہیں - ان کے سکڑنے سے وہ نس بھی کھینچتی ہے - جو ہڈیوں سے پیوستہ ہے - اور اپنے ساتھ سارے عضو کو اٹھا لاتی ہے - چنانچہ تم نے بارہا دیکھا ہوگا - کہ جب ہم کہنی پر بانہہ کو موڑتے ہیں - تو بازو کے عضلات اُبھرے اُبھرے نظر آتے ہیں ؂

فعل کے لحاظ سے عضلات کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ عضلات جو ہماری مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں - مثلاً اُنگلیوں اور ٹانگوں کے عضلات - کہ یہ اسی وقت کام کرتے ہیں - جب ہمیں ان اعضاء سے کسی قسم کی خدمت لینے کی ضرورت پڑتی ہے - اور دوسرے وہ عضلات ہیں - جو ہماری مرضی سے کچھ سروکار رکھے بغیر اپنے اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں - مثلاً دل کہ دن رات اور ہر گھڑی یہ پمپ اپنا کام کرتا رہتا ہے - یا معدہ کہ غذا کو تحلیل کرنے کے لئے خود بخود اپنی چکی سی چلاتا - اور جو کچھ اس میں پڑے اسے پیستا رہتا ہے ؂

تصاویر

۱ - عراق عرب میں دجلہ اور فرات کے مقام اتصال پر باغ عدن میں وہ درخت جس کے متعلق مشہور ہے - کہ حضرت آدمؑ نے اسی سے ممنوعہ میوہ کھایا تھا ؂

۲ - ڈاکٹر سیسل - ای نکسن - اور ان کی بنائی ہوئی عورت - جو ایسی ترکیب سے بنائی گئی ہے - کہ ان کی تحریری درخواستوں پر وہ منتخب گانے سنا دیتی ہے ؂

۳ - لاس انجلاس کی رہنے والی مسز فرانس ڈبلیو ایلیٹ جو عدالت کے حکم کے مطابق اپنے شوہر کو ۲۵۰ ڈالر ماہوار بطور نان نفقہ کے ادا کرتی ہے ؂

۴ - شنگھائی یونیورسٹی کے گریجویٹ ؂

؂ ؂ ؂

آر۔ ایس۔ وی۔ پی

(از سید امتیاز علی تاج)

انگریزوں میں اور انگریزوں کی دیکھا دیکھی اکثر تعلیم یافتہ ہندوستانیوں میں بھی اب یہ دستور ہے۔ کہ جب کسی تقریب کا دعوتی رقعہ انگریزی میں چھپوایا جاتا ہے۔ تو اس کے نچلے بائیں کونے میں عام طور سے حروف آر۔ ایس۔ وی۔ پی لکھوا دیے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ سب لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ حروف کیا ہیں۔ اور کس غرض سے لکھے جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے لکھنے کی غرض عموماً پوری نہیں ہونے پاتی۔

آر۔ ایس۔ وی۔ پی اصل میں مخفف ہے فرانسیسی کے الفاظ "ری پوندے سی وُ پلے" کا جس کے معنے ہیں۔ مہربانی سے جواب عنایت فرمائیے۔ دعوتی موقعوں پر اس کے لکھنے سے مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ اگر آپ دعوت قبول کر رہے ہیں تو مہربانی فرما کر مدعو کرنے والے کو اس کی اطلاع دیدیجئے۔ تاکہ اسے صحیح طور پر معلوم ہو جائے کہ کتنے لوگ اس کے بلاوے پر آ رہے ہیں۔ اور وہ ان کی تعداد کو مدنظر رکھ کر اس کے مناسب اہتمام کر سکے۔

لیکن ہندوستانیوں میں ناواقفیت، سستی یا بے پروائی کے سبب بہت کم لوگ آر۔ ایس وی پی کی تعمیل کرتے ہیں۔ جس سے میزبان کو عین وقت پر بہت پریشانی اور تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ اسے کچھ معلوم ہونے نہیں پاتا۔ کہ کتنے لوگوں کے لئے خورد و نوش اور نشستوں کا انتظام کرے۔ اگر ان کے متعلق اپنے کسی گزشتہ تجربے کی بنا پر اہتمام کرے۔ یعنی عام طور پر مدعو شدہ لوگوں میں سے جتنے فی صدی لوگ دعوت قبول کیا کرتے ہیں انہوں ہی کے آنے کی توقع رکھے۔ اور وقت پر توقع سے زیادہ لوگ آجائیں۔ تو بدانتظامی کی وجہ سے خفت اٹھانی پڑتی ہے۔ اور اگر سب مدعو شدوں کا انتظام کیا جائے۔ اور کم لوگ آئیں تو نشستیں خالی رہنے کی وجہ سے ایک تو محفل پر بے رونقی برستی رہتی ہے۔ اور دوسرے خورد و نوش کا زیادہ اہتمام کر لینے کے باعث نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

اسی طرح کلبوں میں ڈراموں اور تماشوں کے موقعوں پر جب دعوتی کارڈ آر۔ ایس۔ وی۔ پی چھاپ کر بھیجے جاتے ہیں۔ اور اس کی تعمیل نہیں ہوتی۔ تو وقت پر بڑی مشکل کا سامنا ہو جاتا ہے۔ یہ سمجھ کر کہ مہمان نہ آئیں گے نشستوں کے ٹکٹ فروخت کر دئے جائیں۔ اور وقت پر مہمان

آجائیں۔ تو انہیں جگہ نہ دے سکنے یا بُری جگہ دینے کی وجہ سے مدعو کرنے والے کو ندامت ہوتی ہے۔ اور اگر یہ سمجھ کر کہ مہمان آئیں گے نشست خالی رکھی جائے۔ اور مہمان نہ آئیں۔ تو مایوسی اور نقصان کا سامنا ہوتا ہے ؛

آر۔ ایس۔ وی۔ پی عام طور پر ایسے ہی دعوتی رقعوں پر لکھا جاتا ہے۔ جب میزبان کو مہمانوں کے لئے کسی قسم کا اہتمام کرنا اور ان کی تعداد معلوم ہونا ضروری ہو۔ چنانچہ ایسی حالت میں داعی کو جواب نہ دینا بڑی بدتہذیبی اور بے تمیزی کی بات ہے ؛ جو شخص مدعو کرے۔ اس کے جذبات کا کم از کم اتنا لحاظ تو ہونا چاہئے۔ کہ اسے ناحق کی پریشانی میں نہ ڈالا جائے ؛

بعض لوگوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ دعوتی رقعوں کا جواب محض اس لئے نہیں دیتے۔ کہ انہیں معلوم نہیں ہوتا۔ جواب میں کیا لکھا جائے۔ چھپے ہوئے دعوتی رقعوں کا جواب نہایت مختصر الفاظ میں سادگی سے دیا جاتا ہے۔ جس میں تکلف کے لمبے چوڑے فقرے بے موقع سمجھے جاتے ہیں۔ محض اتنا لکھ دینا کافی ہے۔ کہ میں آپ کی دعوت کو نہایت خوشی اور شکریے سے قبول کرتی ہوں اور فلاں تاریخ کو مقررہ وقت پر حاضر خدمت ہو جاؤں گی ؛

دعوتی رقعوں میں آر۔ ایس۔ وی۔ پی لکھنا بہت مفید رسم ہے۔ اور ضرورت ہے۔ کہ اسے اردو کے دعوتی رقعوں میں رائج کیا جائے۔ اردو میں آر۔ ایس۔ وی۔ پی لکھنا تو کچھ مناسب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ اگر اس کی بجائے نچلے دائیں کونے میں خفی قلم سے الفاظ "جواب طلب" لکھنے کا دستور ہو جائے۔ اور اس پر عمل ہونے لگے۔ تو میزبان اور مہمان دونوں کے لئے بڑی سہولت کا باعث ہو۔ اور تقریبوں میں اس قسم کی بدانتظامی نظر نہ آیا کرے۔ جیسی عام طور پر دکھائی دیتی ہے ؛

موت

(از مولانا اکبر حسین اکبر الہ آبادی مرحوم)

نزع کا وقت بُرا وقت ہے خالق کی پناہ۔ ہے وہ ساعت کہ قیامت سے سوا ہوتی ہے
روح تو ایک طرف ہوتی ہے رخصت تن سے آرزو ایک طرف دل سے جدا ہوتی ہے
جسم تو خاک میں مل جاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔
روح کیا جانئے کدھر جاتی ہے کیا ہوتی ہے!

(مرسلہ مہری بیگم)

ڈوری کا ٹکڑا

ایک افسانہ

(از محترمہ قرۃ العین صاحبہ)

آس پاس کے رہنے والے کسان اپنے بال بچوں سمیت شہر گوداروی کی جانب چلے آرہے تھے۔ آج شہر میں منڈی کا دن تھا۔

یہ لوگ عجیب بے ڈھنگی طرح چل رہے تھے۔ قدم بڑھانے میں اپنے بدن کا سارا بوجھ آگے کو ڈال دیتے تھے۔ سخت جسمانی مشقت کرنے سے ان کے اعضاء کی شکل بگڑ گئی تھی۔ ہل چلاتے چلاتے بایاں کندھا اونچا ہوگیا تھا۔ فصل کاٹنے میں دیر دیر تک جھک کر کھڑے رہنے سے ٹانگوں میں خم آگیا تھا۔ اور طرح طرح کی تکلیف دہ محنت کرنے سے جسم میں گانٹھیں پڑ گئی تھیں۔ وہ لمبی لمبی ڈھیلی ڈھالی نیلے رنگ کی قمیصیں پہنے ہوئے تھے۔ اور یہ ڈھیلا ڈھالا لباس جب کسی دیہاتی کے چوڑے چکلے جسم کے گرد ہوا سے پھول جاتا۔ تو یہ معلوم ہوتا۔ کہ کوئی غبارہ پرواز کے لئے بیتاب ہے۔

بعض آدمی کسی گائے یا بچھڑے۔ بکرے یا بھینڈھے کو رسی سے گھسیٹے لئے جارہے تھے۔ اور عورتیں بڑی بڑی ٹہنیاں ہاتھوں میں لئے ان جانوروں کو پیچھے سے ہانک رہی تھیں۔ کچھ عورتیں بڑی بڑی ٹوکریاں اٹھائے ہوئے تھیں۔ جن میں سے مرغیوں اور بطخوں کے سر جھانک رہے تھے۔

بہ نسبت مردوں کے عورتیں زیادہ چستی سے چل رہی تھیں۔ ان کے دبلے پتلے بدن خوبصورت کڑھی ہوئی چادروں سے ڈھنپے ہوئے تھے۔ اور اپنے سروں پر انہوں نے رومال باندھے ہوئے تھے۔ کہیں کوئی ٹھیلے کی وضع کی گاڑی چلی آرہی تھی۔ گھوڑا عجیب بے تکی چال چل رہا ہے۔ گاڑی کے اگلے حصے میں دو آدمی بیٹھے ہچکولے کھا رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہیں۔ ان کے پیچھے ایک عورت گاڑی کا کٹہرا تھامے بیٹھی ہے۔ اور مشکل سے اپنے تئیں سنبھالے ہوئے ہے۔

منڈی میں انسانوں اور حیوانوں کا ملا جلا مجمع تھا۔ بیلوں کے سینگ اور اونچے درجوں کے کسانوں کی اونچی اونچی ٹوپیاں ہجوم کی سطح سے اوپر نکلی ہوئی تھیں۔ چیخ پکار کی آوازیں قسم قسم کی قائیں قائیں اور چیں چیں کے ملنے سے ایک عجیب شور برپا ہو رہا تھا۔ جس میں کبھی کبھی کسی چوڑے

بیچنے والے کسان کا قہقہہ یا کسی گائے کی ٹرٹر یا بھیں کی صدا اور آوازوں پر غالب آجاتی تھی +

اس ہجوم میں سے کچھ ایسی بو آرہی تھی۔ جیسے اصطبل۔ دودھ۔ گوبر۔ سوکھی گھانس اور پسینہ سب ایک جگہ ملے ہوتے ہیں + جو لوگ دن بھر کھیتوں میں کام کرتے ہیں۔ اور رات کو گائے بھینسوں کے قریب سوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ اس قسم کی بو آنے لگتی ہے +

گاؤں برمے تے کا ایک باشندہ ایم ہرش کارن بھی اور لوگوں کی طرح منڈی میں شامل ہونے آرہا تھا + راستے میں اس کی نظر ایک چھوٹے سے ڈوری کے ٹکڑے پر پڑی + ایم ہرش کارن اصلی فرانسیسیوں کی طرح قدرتی طور پر کفایت شعار واقع ہوا تھا + اس کا اصول تھا کہ کوئی چھوٹی موٹی چیز جو کچھ بھی کام آسکتی ہے۔ ضائع نہیں ہونی چاہیئے + اسی اصول کو مد نظر رکھ کر ہمارے ہرش کارن زمین کی طرف جھکے۔ اور اگرچہ اس جھکنے میں انہیں ذرا دقت بھی ہوئی۔ کیونکہ ان دنوں ان کے جوڑوں میں درد تھا۔ مگر وہ دوڑی کا ٹکڑا انہوں نے زمین پر سے اٹھا ہی لیا۔ جیب میں رکھنے سے پہلے وہ ڈوری کو انگلی پر لپیٹ رہے تھے۔ کہ دفعتاً ان کی نظر ایم ملان دیس زین ساز پر پڑی۔ جو سامنے اپنے مکان کے دروازے میں کھڑا ان کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا + کچھ عرصہ پہلے ان دونوں میں ایک زین کے معاملے پر جھگڑا ہوگیا تھا۔ اور چونکہ فطرتاً دونوں کینہ توز واقع ہوئے تھے۔ اس لئے جب سے اب تک ایک دوسرے کی طرف سے دل میں عناد رکھتے تھے + ایم ہرش کارن کو کچھ شرم سی آئی۔ کہ اس کا دشمن اسے ایک ذرا سے ڈوری کے ٹکڑے کے لئے اس طرح کیچڑ میں ہاتھ مارتے دیکھے + اپنی خفت مٹانے کے لئے اس نے ڈوری کو جلدی سے جیب میں چھپالی اور اِدھر اُدھر اس طرح دیکھنے لگا۔ جیسے اس کی اپنی کچھ چیز گر پڑی ہے + اس طور سے بزعم خود بدطینت زین ساز کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ہمارے ایم ہرش کارن نے دوبارہ منڈی کا راستہ لیا۔ مگر جھکنے میں کمر کچھ ایسی بُری طرح مڑی تھی۔ کہ اب تک پوری سیدھی نہ ہوئی +

تھوڑی دیر بعد وہ منڈی کے ہجوم میں غائب ہوگئے۔ جہاں لوگ اپنے اپنے سودے چکا رہے تھے۔ خریدار کبھی ایک طرف جاتے تھے۔ کبھی دوسری طرف۔ انہیں یہ خدشہ تھا۔ کہ کہیں کسی دھوکے میں آکر مہنگا سودا نہ خرید لیں۔ وہ بیچنے والے کی طرف یوں گھور کر دیکھتے تھے۔ جیسے اس کی آنکھوں سے اس کی دغابازی معلوم کرنا چاہتے ہیں +

عورتوں نے اپنی ٹوکریاں زمین پر رکھ کر مرغیوں کو باہر نکال لیا تھا۔ مرغیوں کی ٹانگیں

بندھی ہوئی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں ہراس اور سراسیگی تھی۔ اور ان کی کلغیاں معمول سے زیادہ قرمزی دکھائی دیتی تھیں۔ یہ بیچنے والیاں گاہکوں کی پیش کردہ قیمتوں کو سنتی تھیں۔ اور لکڑی کی مانند بےحس شکل بنا کر اپنی بات پر اڑی رہتی تھیں۔ پھر جب یہ دیکھتیں۔ کہ گاہک واپس جانے کو ہے۔ تو پکار کر کہتیں "لیتے بھی جاؤ۔ چلو وہی دیدو جو کہا تھا"۔

دوپہر کے بعد رفتہ رفتہ منڈی خالی ہونے لگی۔ اور لوگ کھانے پینے کی دکانوں اور قہوہ خانوں کی طرف جانے لگے۔

شہر میں ایم پور دین کی دکان سب سے بڑی اور بارونق تھی۔ آج اس کے ہاں کھانے والوں کا بڑا جمگھٹ تھا۔ باہر صحن میں قسم قسم کی گاڑیاں اور سواریاں کھڑی تھیں۔ کھانے کے کمرے میں ایک بڑی سی انگیٹھی دہک رہی تھی۔ مرغی۔ کبوتر اور بھیڑ کا گوشت سیخوں پر بھونا جا رہا تھا۔ اور بھنے ہوئے گوشت کی لذیذ خوشبو ہوا میں بسی ہوئی تھی۔ کھانوں کی رکابیاں برابر چلی آتی تھیں۔ اور خالی ہوتی جاتی تھیں۔ سنہری سائنڈر کے قدحے بار بار بھرے جاتے اور پل بھر میں خشک ہو جاتے تھے۔ ہر کوئی منڈی میں اپنی اپنی خرید و فروخت کی داستان سنا رہا تھا۔ یا اپنے ہمسائے کی بابت استفسار کر رہا تھا۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ اتنے میں سامنے صحن میں ایک ڈھول کی آواز سنائی دی۔ اس آواز نے تمام کھانے پینے والوں میں ایک سراسیگی سی پیدا کر دی۔ اور سوائے چند بدمستوں کے باقی سب سے سب منہ کے نوالے چھوڑ کر کھڑکیوں اور دروازوں کی طرف لپکے۔ شہر کے نقیب نے اطمینان سے ڈھول کی چوٹیں پوری کیں۔ اور بیٹھی ہوئی آواز سے چلا کر کہا۔ "گودرومی کے خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ آج صبح نو اور دس بجے کے درمیان چوڑی سڑک پر کالے چمڑے کا ایک بٹوا کھویا گیا ہے۔ جس میں پانچ سو فرانک کی رقم اور کچھ کاروباری کاغذات تھے۔ جو شخص اس بٹوے کو پائے اسے چاہیئے۔ کہ فوراً ٹاؤن ہال میں پیش کرے۔ یا بٹوے کے مالک ایم شارل ساکن ہول بریک کے پاس لے جائے۔ لانے والے کو دس فرانک کا انعام دیا جائے گا"۔

یہ کہہ کر منادی کرنے والا آگے چلا گیا۔ اور رفتہ رفتہ اس کی آواز اور اس کے ڈھول کی گونج دور ہوتے ہوتے غائب ہو گئی۔ اب لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اور اس موضوع پر خوب بحث شروع ہو گئی۔ کہ بٹوا ملے گا یا نہیں۔ انہی باتوں میں کھانا ختم ہو گیا۔ کھانے کے بعد کافی کا دور چل رہا تھا۔ کہ اتنے میں پولیس افسر نے کمرے کے اندر داخل

ہو کر پوچھا۔ "کیا ایم ہرشں کارن یہاں موجود ہے؟"

ایم ہرشں کارن نے میز کے پرلے سرے سے جواب دیا۔ "جی ہاں یہ رہا"۔

افسر۔ "ایم ہرشں کارن آپ ذرا میرے ساتھ ٹاؤن ہال تشریف لے چلیں۔ میئر صاحب آپ کو کچھ کہنا چاہتے ہیں"۔

ایم ہرشں کارن جلدی جلدی گھبرا کر جلتی جلتی کافی حلق میں انڈیل پولیس افسر کے ساتھ ہو لیا۔

میئر صاحب اپنے دفتر میں آرام کرسی پر بیٹھے اس کی آمد کے منتظر تھے۔ ماشاء اللہ خوب موٹے تازے مقطع صورت آدمی تھے۔ اور اپنی گفتگو میں ثقیل الفاظ اور بے ربط جملے استعمال کرنے کے عادی تھے۔ انہوں نے ایم ہرشں کارن کو مخاطب کر کے کہا:-

"آج صبح نو اور دس بجے کے درمیان تم اٹھاتے ہوئے پائے گئے۔ ایک گم شدہ بٹوا جو ایم شارل سے اتفاق سے کھو گیا تھا"۔

یہ سنگین الزام سن کر ایم ہرشں کارن میئر صاحب کا منہ تکنے لگا۔ "آپ فرماتے ہیں۔ کہ بٹوا میں نے اٹھایا؟"

"ہاں تم نے"۔

میں نے تو اس کو چھوا تک نہیں۔ قسم لے لیجئے مجھے تو یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ کوئی بٹوا کھو یا گیا ہے"۔

"تمہیں اٹھاتے ہوئے دیکھا گیا ہے"۔

"اٹھاتے ہوئے دیکھا گیا ہے؟ مجھے؟ آخر کس نے دیکھا؟"

"ایم ملاندیس زین ساز نے"۔

اب ہمارے بوڑھے کسان کو وہ ڈوری کا واقعہ یاد آیا۔ اور اس نے کسی قدر بگڑ کر کہا۔ "اس خبیث نے بھی کیا خوب دیکھا! سنئے میئر صاحب اس نے جو چیز مجھے اٹھاتے دیکھا۔ وہ یہ ذرا سی ڈوری ہے۔ . . یہ دیکھئے میئر صاحب"۔ اپنی جیب ٹٹول کر اس نے وہ ڈوری کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا نکال کر دکھا دیا۔ مگر میئر صاحب نے اپنا گول مول سر بے اعتباری سے ہلایا۔ اور کہا۔

"بوڑھے کسان تم مجھے اس امر کا یقین کیسے دلا سکتے ہو۔ کہ ایم ملاندیس جو ایک مرد معقول اور معتبر شخص ہے۔ اس نے اس ڈوری کے ٹکڑے کو کالے چمڑے کا بٹوا سمجھ لیا؟"

یہ سن کر بوڑھے کسان کو غصہ تو بہت آیا۔ مگر اس نے غصہ تھوک کر سنجیدگی سے کہا۔ "میئر صاحب خدا گواہ ہے۔ کہ میں نے جو کچھ آپ سے کہا۔ بالکل سچ کہا ہے"۔

میئر صاحب نے اپنی بات یوں جاری رکھی "مذکورہ شے اٹھا لینے کے بعد بھی تم کیچڑ میں کچھ تلاش کرتے رہے۔ کہ ایک آدھ روپیہ پیسہ اگر کہیں نکل کر گر پڑا ہو . . ."

غریب کسان کا غصے اور خوف کے مارے

دم گھٹنے لگا:-

"ایسی باتیں کہنا . . . . جھوٹ بنا کر . . . کس طرح کوئی یہ کر سکتا ہے؟ ایک ایماندار آدمی کو یوں بدنام کرنا . . . یہ کیونکر ممکن ہے؟"

اس نے ہر طرح اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ ایم ملاندلیں زین ساز کو بلایا گیا۔ اس نے ایم ہرش اور میئر صاحب کے روبرو اپنا بیان دُہرایا۔ دیر تک ایم ملاندلیں اور ایم ہرش کارن ایک دوسرے کو صلواتیں سناتے رہے۔ خود ہی درخواست کرنے پر ایم ہرش کارن کی تلاشی لی گئی۔ مگر کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ آخر بوڑھے کسان کو میئر صاحب نے یہ کہہ کر رخصت کر دیا۔ کہ سرکاری وکیل سے مشورہ کرنے کے بعد مزید کارروائی کی جائے گی۔

اس ملاقات کی خبر ہر جگہ مشہور ہو گئی تھی جب بوڑھا کسان ٹاؤن ہال سے باہر نکلا۔ تو لوگوں نے اسے گھیر لیا۔ اور طرح طرح کے سوالات پوچھنے شروع کئے۔ مگر اس سے جو بدسلوکی ہوئی تھی۔ اس پر کسی نے ذرا بھی خفگی کا اظہار نہ کیا۔ جب اس نے ان لوگوں کو ڈوری کا ماجرا سنایا۔ تو سب نے جھوٹ جانا۔ اور ہنسی میں اڑا دیا۔

بوڑھا کسان آگے بڑھا۔ راستے میں جو کوئی جان پہچان کا آدمی ملتا۔ اس کو روک کر اپنی بیتی سناتا۔ اور اپنی جیبیں اُلٹ اُلٹ کر دکھاتا۔ مگر ہر کوئی اسے اس قسم کا جواب دیتا۔ "بس رہنے دیجئے۔ ہم خوب سمجھتے ہیں۔ واہ رے بوڑھے لومڑ واللہ کیا بناتا ہے"۔

ان باتوں سے بوڑھے کسان کا غم و غصہ بڑھتا گیا۔ لوگوں کی اس بے اعتباری سے اس کا دل بہت کڑھتا۔ اور اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے سوائے بار بار اپنی کہانی دُہرانے کے اور کوئی تدبیر اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

شام ہونے لگی۔ منڈی سے لوٹنے کا وقت آ گیا۔ بوڑھا کسان دو تین ہمسایوں کی ہمراہی میں گھر کی طرف روانہ ہوا۔ انہیں اس نے وہ جگہ دکھائی۔ جہاں اسے ڈوری کا ٹکڑا ملا تھا۔ راستے بھر وہ اسی کا ذکر کرتا رہا۔ اور جب گاؤں میں پہنچا۔ تو بہت دیر ادھر ادھر پڑا پھرا۔ اور اپنے دوستوں پر اپنی سچائی ثابت کرتا رہا۔ مگر کسی نے اس کا اعتبار نہ کیا۔

اس فکر میں ساری رات اس کی طبیعت خراب رہی۔ دوسرے دن صبح سویرے ایک مزدور کھیت میں کام کر رہا تھا۔ کہ اتفاق سے اسے گم شدہ بٹوا ایک جگہ جھاڑی کے نیچے پڑا ہوا مل گیا۔ مزدور نے اس بٹوے کو ٹاؤن ہال میں لے جا کر میئر صاحب کے حوالے کر دیا۔

کھوئی ہوئی چیز کے مل جانے کی خبر فوراً سب جگہ مشہور ہو گئی۔ یہ خوش خبری سنتے ہی ہمارے ایم ہرش کارن گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور

ہر جگہ کہتے پھرے:-

"دیکھا ہم کیسے سچے ثابت ہوئے۔ آخر میں فتح یاروں ہی کی رہی نہ۔ مجھے افسوس تو اس بات کا ہے۔ کہ آپ لوگ میری بات جھوٹ سمجھتے تھے"

غرض سارا دن یہاں ہرش کارن اس قسم کی باتیں بناتے پھرے۔ جو آدمی راستے میں ملتے۔ انہیں ٹھہرا کر سناتے۔ مے خانوں میں مدہوشوں کے سامنے بھی یہی ذکر چھیڑتے۔ اتوار کے روز گرجے کے دروازے پر جا کھڑے ہوتے۔ اور بالکل اجنبی آدمیوں کو بھی اپنی پر درد سرگزشت اور اس کے نیک انجام سے بے خبر نہ چھوڑتے۔

اب وہ دل میں بہت خوش اور مطمئن تھے مگر پھر بھی کچھ بات تھی۔ جو اب تک کھٹکتی تھی۔ اگرچہ کچھ ٹھیک معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ بات کیا ہے مگر لوگ جب ان کی باتیں سنتے۔ تو کچھ مسکراتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

آج پھر شہر میں منڈی کا دن تھا۔ ایم ہرش کارن بھی حسب معمول اس طرف روانہ ہوئے۔ اور راستے میں ایم ملاندیس کے مکان کے آگے سے گزرے۔ ایم ملاندیس نے انہیں دور سے آتا دیکھا۔ اور بجائے شرمندگی سے منہ پھیر لینے کے رو در رو ہنسنے لگا۔ آخر کیوں؟

منڈی میں پہنچ کر انہوں نے ایک کسان کو اپنی داستان سنانی شروع کی۔ مگر ابھی وہ بات ختم بھی نہ کر پائے تھے۔ کہ اس بدتمیز گنوار نے اپنا انگوٹھا ان کے پہلو میں گڑو کر کہا۔ "بس بس رہنے بھی دے۔ بڈھا گھاگ کہیں کا!"

ایم ہرش کارن حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔ ان کے دل میں دوبارہ ایک بے چینی پیدا ہو چلی تھی۔ آخر مجھے گھاگ کیوں کہا گیا؟

ایم یوردین کی دکان میں کھانے کے وقت بوڑھے کسان نے پھر اپنی وہی کہانی شروع کی۔ اس پر ایک شخص نے چلا کر کہا:-

"حضرت للہ خاموشی اختیار کیجئے۔ ہم آپ کی چالیں خوب سمجھتے ہیں۔ یہ دوڑے کسی اور پر ڈالئے"

ایم ہرش کارن نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا۔ "کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ بٹوا تو مل گیا؟" اس شخص نے جواب دیا۔ "اجی رہنے بھی دو میاں۔ ایک نے اٹھایا۔ دوسرے نے لے جا کر واپس کر دیا"

یہ سن کر غریب کسان پر گویا بجلی گر پڑی۔ اب وہ لوگوں کی مسکراہٹ سمجھا۔ اس میں اشارہ یہ تھا۔ کہ اس نے بٹوا اٹھایا تو تھا۔ مگر جب دیکھا کہ بن نہیں پڑتی۔ تو اپنے رازدار کے ہاتھ بڑی ترکیب سے اس کو واپس کر دیا۔ اس نئے الزام کی تردید میں اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ ہزار سر پٹکا۔ مگر لوگ اس کی باتوں پر ہنستے اور قسم قسم کی پھبتیاں کہتے تھے۔ آخر اپنا کھانا ادھورا چھوڑ کر وہ وہاں سے چلا آیا۔

بوڑھا کسان بہت مشکل سے اپنے گھر تک پہنچا۔ اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ غصہ اور پریشانی سے اس کا سانس رکا جاتا تھا۔ دل میں یہ بھی خیال تھا۔ کہ اگر واقعی گم شدہ چیز اسے ملتی۔ تو وہ ضرور اسے اُٹھا کر چھپا لیتا۔ بلکہ بعد میں اپنی چالاکی پر دوستوں کے سامنے فخر کرتا۔ اس خیال سے اس کی بے چینی اَور بڑھ جاتی تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ لوگ اس کی طبعی چالاکی سے بخوبی واقف ہیں۔ مگر بٹوے کے معاملے میں لوگوں کے بیجا شبہے سے اس کے دل کو بہت صدمہ ہوتا تھا۔

اب اس پر یہ بات واضح ہوتی جاتی تھی۔ کہ اپنی بے گناہی ثابت کرنا ناممکن سی بات ہے۔ تاہم ہر جگہ وہی اپنا قصہ بیان کرنے کی عادت اس سے نہ چھٹی۔ بلکہ روز بروز وہ اسے زیادہ تفصیل سے بیان کرتا۔ نئی نئی توجیہیں لاتا۔ بڑی بڑی قسمیں کھاتا۔ مگر سب بے سود۔ اس کا قصہ طولانی ہوتا گیا۔ اور اس کے دلائل کی باریکی بڑھتی چلی گئی۔ مگر لوگوں کے دلوں میں اس کی وقعت اَور بھی کم ہوتی گئی۔ اور وہ اس کی باتیں سُن سُن کر آپس میں کہتے "سچ ہے۔ چالاک چور اپنے قدموں کے نشان مٹانا خوب جانتا ہے"۔

لوگوں کی اس بے انصافی سے اس کا دل کڑھتا رہتا تھا۔ اس غم میں وہ گھلتا چلا گیا۔ لوگوں کو اچھا مشغلہ ہاتھ لگا۔ آپس میں ہنسنے کے لئے وہ بوڑھے کسان سے کہتے "ہاں بھئی ذرا وہ ڈوری کا قصہ پھر سُنانا"۔

غریب کسان کی طبیعت زیادہ مضمحل ہوتی گئی۔ دسمبر کے آخر میں وہ بالکل صاحب فراش ہو گیا۔

جنوری کے شروع میں اس غمزدہ نے انتقال کیا۔ آخر وقت تک بکتے میں وہ اپنی بیگناہی جتاتا رہا:-

"ایک چھوٹا سا ڈوری کا ٹکڑا . . . . صرف ایک ذرا سا ٹکڑا . . . . یہ دیکھ لو یہ ہے میئر صاحب"!

(ترجمہ از فرانسیسی)

* * *

تنقید

کوئی تنقید مصنف یا ناظرین کے لئے اتنی کم مفید نہیں۔ جتنی وہ تنقید جو التفات سے آراستہ اور عنایات سے پیراستہ ہو۔ اپنی طبیعت کی ناز برداری مقصد و حدود تنقید میں داخل نہیں۔ اور جو شوقیہ ایسا کرتے ہیں۔ وہ نہ دانش مند ہیں۔ نہ دیانتدار۔

(لینڈر)



شجر ممنوعه



گانے والی نقلی عورت

خزاں کی شام

نظم نما نثر

(از مس حجاب اسمٰعیل - مدراس)

دفعتاً میری سہیلی نے اپنی لمبی اور موم بتی کے
شعلے کی سی باریک باریک اُنگلیاں ساز کے
تاروں پر رکھ دیں؛
کہنے لگی: "دیکھو! نیچر نے ہر ایک کی زندگی کے
ساتھ ایک شغل حیات بھی پیدا کر دیا ہے! آہ
دیکھو تو ساز کے تار گیت کے لئے کیسے بے تاب
اور نیار رہتے ہیں۔ ان کو اپنا ابدی مشغلہ یاد ہے
اور خزاں کا آفتاب کیسی تیزی سے اپنا سفر
ختم کر رہا ہے۔
اور سردیوں کی صبح میں ننھی ندی کیسے زور
زور کے گیت گایا کرتی ہے!
اور رات کی تنہائیوں میں اُلو اُجڑے درختوں
اور ویران دیواروں پر کیسے دل خراش لہجے
میں بولتا ہے!
ان سب کو اپنی زندگی کے مشاغل یاد ہیں!
دیکھو روح کی آنکھیں تاریکی میں بھی فرشتۂ
موت کو پہچان لیتی ہیں!
آہ نیچر نے ہر ایک کو ایک کام تفویض کر دیا
ہے۔ ایک مشغلہ دیدیا ہے! پر افسوس میں نہیں
جانتی۔ کہ میرا ابدی مشغلہ کیا ہے"؟
اس نے ایک الم انگیز آہ کھینچی۔

ہر طرف موت کا سا سناٹا تھا۔ وہ خزاں کی
ایک اداس اور پژمردہ شام تھی! موسم کے گرد غبار
کے پیچھے دور افق میں خزاں کا آفتاب ڈوب رہا تھا۔
بُرے موسم نے بلبل کی مسکراہٹوں کو غائب کر دیا تھا
اور دنیا میں ایک بے راگ کا باجہ معلوم ہوتی تھی
یا ایک ایسا شعر جس میں نغمہ نہ ہو؛
زندگی ایک بے مزہ کہانی معلوم ہوتی تھی۔
یا ایک ایسا خواب جس کی کوئی تعبیر نہ ہو!
اس اداس شام۔ ہم اپنی زندگی کے مشغلے
کو بھول گئی تھیں۔
روح کے نغمے کو فراموش کر چکی تھیں!
آہ وہ خزاں کی شام — جبکہ زندگی ہمیں
ایک بے مقصد سفر معلوم ہوتی تھی۔
دفعتاً میں نے دریچے سے باہر دیکھا۔ باغ کی دیوار
کے پاس ایک چھوٹا سا گل نیلوفر خزاں کی ہواؤں
میں جھوم رہا تھا — اور زندگی کی سانسیں لے رہا تھا۔
مجھے کچھ یاد آگیا۔
میں نے سہیلی سے کہا: "مگر سہیلی! زندگی
بسر کرنا خود اک مشکل مشغلہ ہے!"
یہ سن کر میری سہیلی کا چہرہ خزاں کے آفتاب
کی طرح جگمگانے لگا!

ہاتھ

(از محترمہ مسز م احمد - میرٹھ)

خوب صورت ہاتھ بہ نسبت خوب صورت چہروں کے کمیاب ہیں - اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے - کہ ہاتھ کی طرف پوری توجہ نہیں کی جاتی - حالانکہ ہاتھ کو انسان کا دوسرا چہرہ کہہ سکتے ہیں - بلکہ انسان کے چہرے سے اس کے خیالات - عادات اور نسل وغیرہ کا اس قدر صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا - جتنا کہ ہاتھ سے ؛

بالزک کا خیال ہے - کہ عقلمند شخصوں کے ہاتھ ہمیشہ خوب صورت ہوتے ہیں ؛

مضبوط اور پھرتیلا ہاتھ خوب صورت معلوم ہوتا ہے - اور اگر ان صفات کے علاوہ اس میں گداز پن بھی ہو - تو بہت ہی اچھا ہے - برخلاف اس کے نرم اور نحیف سا ہاتھ جو عملی دنیا سے ناواقف معلوم ہو مشکل ہی سے دلکش ہو سکتا ہے - سیدھی انگلیاں اور ان کے جوڑ کی جگہ پر بہت چھوٹا سا گڑھا خوبصورتی کے لوازمات میں سے سمجھا جاتا ہے ؛

اس مضمون کے لکھنے سے میرا مطلب اس امر کا اظہار بھی ہے - کہ ہاتھوں کی خوبصورتی ان کی ساخت اور گداز پن ہی پر موقوف نہیں ہوتی - بلکہ چہرے کی طرح ہاتھوں کا بھی ایک بشرہ ہے - اور چہرے کی طرح ان کا حسن زیادہ تر اس بشرے ہی پر مبنی ہوتا ہے - ایک مشہور انگریز کا قول ہے - کہ خوب صورت ہاتھوں کا مالک بننے کے لئے نہایت شائستہ زندگی بسر کرنا ضروری ہے ؛

طریقے اور حرکات ہاتھوں کی دلکشی کو بڑھا دیتے ہیں - حرکات تو خیر قدرتی ہی ہونی چاہیں - اور اس وجہ سے ان کی اصلاح بہت کم ہو سکتی ہے - بھدی حرکات عموماً بدصحتی - بے اطمینانی یا اعضاء رئیسہ کی کمزوری کی وجہ سے ہوتی ہیں - اس لئے ان کا علاج صرف جسمانی ورزش ہی سے ہو سکتا ہے - طریقے بھی اگرچہ زیادہ تر بچپن ہی میں سیکھے جاتے ہیں - لیکن اس کے بعد مشاہدے اور استقلال کی مدد سے حاصل کئے جا سکتے ہیں - مثلاً اگر چمچے کو مٹھی میں پکڑ کر کھانا کھایا جائے - تو ہاتھ بوجہ سدھا ہوا نہ ہونے کے خوبصورت نہ معلوم ہوگا - اسی طرح اگر چائے پیتے وقت چھوٹی انگلی کو پیالی کے اوپر کھڑا کر کے رکھا جائے - تو وہ اچھی نہ معلوم ہو گی ؛

ہاتھ کو کبھی بے جان سا نہیں چھوڑنا چاہئے - اکثر غیر شائستہ قوموں کے ہاتھ بھدے اور بےحس

معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف تہذیب قوموں کے ہاتھ پھرتیلے اور نازک ہوتے ہیں۔ لہذا جب کبھی ہاتھ خالی ہوں۔ تو ان کی ورزش کرتے رہنا چاہیے۔ ایک سادی اور مفید ورزش کا طریقہ یہ ہے۔ کہ باری باری سے مٹھی کھولی اور بند کی جائے۔ کھولتے وقت انگلیوں کو خوب پھیلانا چاہیے + انگلیوں اور ہاتھ کے پھرتیلاپن کو بڑھانے کے لئے اگر ٹائپ یا ہارمونیم یا پیانو کی مشق کی جائے۔ تو بہت مفید ہو گی ÷

ایک حد تک ہاتھوں کی ملائمت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ سختی اور کھردراپن ہاتھوں کی خوبصورتی کو کم کرتا ہے۔ اس لئے یہ اچھا ہو۔ کہ گھر کا کام کاج کرتے وقت ربڑ کے دستانے پہن لئے جائیں۔ یا کم از کم کام کرنے کے بعد کسی کریم کا استعمال کیا جائے + زیادہ تیز خوشبو کے صابن ہاتھوں کے لئے استعمال نہیں کرنے چاہئیں کسی اچھی قسم کا کولڈ کریم سوپ جس میں چربی بھی ہو کام میں لانا چاہیے۔ کھردرے پن کے لئے بھوسی بھی مفید ہے۔ پہلے ہاتھ دھو کر خشک کر لئے جائیں پھر خوب بھوسی ملی جائے۔ اگر ہر دفعہ دھونے کے بعد یہ عمل کیا جائے۔ تو موسم گرما میں خصوصاً ہاتھ بہت اچھی حالت میں رہیں گے ÷

ہاتھ دھونے کے بعد ہمیشہ خشک کر لینے چاہئیں اگر زیادہ نرم کرنے ہوں۔ تو Lanaline اور روغن زیتون برابر مقدار میں ملا کر ملیں۔ اس میں خوشبو بھی ملائی جا سکتی ہے ÷

ہاتھوں کو نرم اور سفید کرنے کے لئے تین اونس روغن زیتون۔ اور ایک اونس لیموں کا عرق دونوں کو خوب ملا لو۔ پھر روزانہ ذرا سا ہتھیلی پر ڈال کر دونوں ہاتھوں کو خوب ملو۔ جیسے ہاتھ دھوتے وقت ملا جاتا ہے۔ اس نسخے سے ناخنوں کی سختی بھی دور ہو جائے گی ÷

ہاتھوں کے لئے گلابی رنگ کے غازوں وغیرہ کا استعمال بہت کم کرنا چاہیے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کے ہاتھ غیر معمولی طور پر بہت خوبصورت ہوں۔ ورنہ ہلکے رنگ کے پوڈر استعمال کرنے چاہئیں + (باقی آیندہ)

برطانیہ میں کتابوں کی رفتار طباعت

÷ پچھلے سال سلطنت متحدہ میں نئی کتابیں بہت زیادہ تعداد میں شائع ہوئی ہیں۔ اعداد و شمار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سال بھر میں وہاں ۱۴۳۹۹ نئی کتابیں شائع ہوئیں۔ گویا شرح طباعت کی اوسط ۴۶ کتابیں فی دن تھی ÷

عملۂ ادارت

عجیب شادیاں

(از محترمہ اہلیہ منصبدار خاں صاحب)

میں نے کئی ایسی شادیاں ہوتے دیکھی ہیں۔ جن کے انوکھے پن پر تہذیبی بہنوں کو ضرور تعجب ہوگا۔ میں ضلع کیمبل پور تھی۔ تو وہاں میں نے دیکھا۔ کہ ایک مراسی کے لڑکے کی ایک ہی دن میں دو شادیاں ہوئیں۔ وہاں کا رواج ہے۔ کہ دن کو برات چڑھتی ہے۔ اور دن ہی کو لڑکی بیاہ کر گھر لے آتے ہیں۔ شادی پر لڑکی والے کا کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا۔

جس شادی کا میں ذکر کر رہی ہوں۔ اس میں لڑکے کی برات دوپہر کو چڑھی۔ اور عصر کے وقت دلھن کی ڈولی لاکر ایک زیارت پر رکھ دی۔ پھر وہی برات دوسری دلھن کو بیاہنے چلی گئی۔ نکاح ہو چکنے پر دوسری ڈولی بھی لاکر زیارت پر رکھ دی گئی۔ اس کے بعد دونوں ڈولیاں لڑکے کے گھر پہنچا دی گئیں۔

یہ تو سنا تھا۔ کہ فلاں عورت کے اولاد نہیں ہوتی۔ اس لئے میاں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ یا آپس کی نا اتفاقی کے سبب دوسری شادی کی ضرورت ہوگئی۔ لیکن یہ ظلم کہیں دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ کہ ایک ہی دن میں تفریحاً دو شادیاں ہوں۔ اور دونوں لڑکی والے یہ جانتے بوجھتے ہوئے۔ کہ دوسری شادی بھی ساتھ ہی ہو رہی ہے۔ لڑکی دولھا کو سونپ دیں۔

اسی قسم کی ایک شادی بہاول پور میں ہوئی کہ ایک ہی لڑکا دن میں دو دلھنیں گھر لے آیا۔

تیسری شادی اور بھی عجیب ہے۔ ضلع ملتان میں زمینداروں میں ایک چار سال کے لڑکے اور پچیس سال کے لڑکی کی شادی ہوئی۔ ایک بھائی کا لڑکا تھا۔ دوسرے کی لڑکی۔ وہ کہتے تھے۔ ہمارے ہاں گھر کے لڑکے لڑکی کو باہر بیاہنے کا رواج نہیں۔ لڑکی چاہے تمام عمر کنواری بیٹھی رہے۔ مگر اسے باہر دینا ہمیں گوارا نہیں ہے۔ یہ لڑکی میری بہت دوست تھی۔ اور پڑھی لکھی بھی تھی۔ قرآن شریف کی حافظ اور بہت نیک ہے۔ اب اس کے شوہر کی عمر پندرہ سال کی ہے۔ اور وہ چالیس سال کی ہو چکی ہے۔

شہروں میں تو حالت پھر کسی قدر بہتر ہو چکی ہے۔ لیکن دیہات ابھی تک رسم و رواج کے بندھنوں میں بہت سختی سے جکڑے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کی آبادی کا بیشتر حصہ دیہات پر مشتمل ہے۔ جب تک اصلاح کا اثر دیہات میں رونما ہونا شروع نہ ہو جائے۔ یہ سمجھنا غلطی ہے۔ کہ ہم نے کچھ ترقی کر لی ہے۔ خدا معلوم یہ تاریک خیالیاں کب ہم سے دور ہوں گی۔ اور ہم کب صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کے قابل ہو سکیں گے۔

سیاہ مرچ کے فوائد

(از محترمہ گ۔ن صاحبہ)

جنوری سنہ ۳۰ء کے پرچہ "عصمت" میں ایک بہن صاحبہ نے سرخ مرچ کے مضر اثرات پر وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کے استعمال کی کمی کی طرف بہنوں کو متوجہ کیا ہے جس کے پڑھنے سے معاً میرے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ اپنی تہذیبی بہنوں کے استفادہ اور آگاہی کے لئے سیاہ مرچ کے طبی خواص اور اس کے فوائد قلم بند کردوں۔ جو ایک سنیاسی لیڈی ڈاکٹر کے بتلائے ہوئے اور خاکسار کے آزمودہ ہیں۔

سیاہ مرچ ایک ایسی چیز ہے۔ جو شب و روز ہر گھر میں استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن اکثر بہنیں اس بات سے بہت کم واقفیت رکھتی ہیں۔ کہ سیاہ مرچ کھانوں میں استعمال ہونے کے علاوہ سیکڑوں امراض کا تیر بہدف علاج بھی ہے۔ چنانچہ:۔

۱۔ سیاہ مرچ کے سفوف کا کاڑھا بنا کر غرارے کرنے یا سفوف کو بطور منجن ملنے سے دانت کا درد دور ہو جاتا ہے۔

۲۔ زہریلا اثر کم کرنے کے لئے پانچ سات کالی مرچیں پیس کر اور گھی ملا کر پلاؤ۔ یا چبا کر بعد میں گھی پی لو۔

۳۔ چھوٹی پھنسیاں جب تک گانٹھ کی طرح ہوں۔ ان پر سیاہ مرچ گھس کر لگانے سے آرام ہو جاتا ہے۔

۴۔ سیاہ مرچ کا سفوف سونگھنے سے کف سے پیدا شدہ سر درد اور سر کا بھاری ہونا دور ہو جاتا ہے۔

۵۔ سیاہ مرچ کا سفوف گڑ میں ملا کر کھانے سے کھانسی زکام اور نزلہ دور ہو جاتا ہے۔

۶۔ سیاہ مرچ کا سفوف اور بتاشا ملا کر پانی میں ابال لیں اور گرم گرم پلادیں۔ تو اس سے پسینہ خوب آئے گا۔ جکڑا ہوا جسم کھل جائے گا۔ اور اس کی حرارت اور کھانسی دور ہوگی۔

۷۔ مرچ سیاہ گیارہ عدد نیم کی نرم پتی ۱۱ عدد کو پانی میں رگڑ اور چھان کر نیم گرم پلانے سے موسمی بخار جاتا رہتا ہے۔

۸۔ سیاہ مرچ کا سفوف شہد خالص میں ملا کر چاٹنے سے کھانسی نزلہ اور ہچکی کو آرام ہوگا۔

۹۔ ایک تولہ مرچ سیاہ کا سفوف دو چھٹانک تیل سرسوں میں ملا کر دھیمی آنچ پر جلا لو۔ یہ تیل خارش داد پھنسیوں اور ہر قسم کے زخموں کے لئے مفید ہے۔

۱۰۔ مرچ سیاہ۔ نوشادر۔ ہینگ۔ ادرک کافور پیس کر داڑھ پر ملنے یا داڑھ کے سوراخ میں بھرنے سے داڑھ کے درد کو آرام ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ مرچ سیاہ کو برگ تلسی میں چار پہر رگڑ کر اور دو دو رتی کی گولیاں بنا کر سائے میں سکھا لیں۔ دو گولیاں کھانے سے موسمی بخار اور وبائی امراض کے حملے

سے بچاؤ رہتا ہے۔ تین تین گھنٹے بعد گرم پانی کے ساتھ دینے سے موسمی بخار دور ہو جاتا ہے۔ باری کے بخاروں کو بھی مفید ہے۔ کونین کی جگہ استعمال کیجئے۔

۱۲۔ روٹی کے بعد سیاہ مرچ چبا کر کھانے سے بدہضمی وغیرہ دور ہوتی ہے۔

۱۳۔ مرچ سیاہ کا سفوف لیموں کے رس میں کھرل کر کے مرچ کے برابر ہی گولیاں بنالیں۔ بوقت ضرورت چار گولی کھانے سے پیٹ کے سخت درد اور بدہضمی کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۱۴۔ وبائی امراض سے بچنے کے لئے برگ نیم کے پانی میں تین دن بھگو کر سائے میں خشک کی ہوئی سیاہ مرچ ایک صبح ایک شام استعمال کریں۔ مندرجہ بالا طریق سے تیار شدہ ۴ عدد مرچیں نیم یا چرائتے کے عرق سے کھانے پر خرابی خون کے سبب پیدا شدہ امراض مثلاً پھوڑے پھنسیاں۔ چھپاکی وغیرہ دور ہوتے ہیں۔

۱۵۔ مندرجہ بالا طریق سے تیار شدہ مرچیں روزانہ مولی کے پانی یا دہی کی لسی سے کھانے پر طحال اور گولہ دور ہوں گے۔ اور دو دو مرچیں گھنٹہ گھنٹہ بعد عرق سونف کے ہمراہ کھانے سے ہیضہ دور ہوگا۔

۱۶۔ مرچ سیاہ ایک تولہ سفوف کر کے ایک چھٹانک قند سیاہ میں ملا کر جنگلی بیر کے برابر گولیاں بنالیں دو تین دفعہ روزانہ منہ میں رکھ کر چوسنے سے بلغمی کھانسی اور آواز کی خرابی دور ہو گی۔

۱۷۔ مرچ سیاہ گائے کے پیشاب میں گھس کر لگانے سے داد کو فائدہ ہو گا۔

۱۸۔ مرچ سیاہ۔ ادرک یا پیاز کے پانی میں گھس کر نیم گرم درد بلو مدکا نوں میں ڈالنے سے کان کا درد دور ہو جائے گا۔

اور بھی بہت سے امراض میں سیاہ مرچ استعمال ہوتی ہے۔ لیکن یہاں صرف ان ہی امراض کے متعلق لکھا جاتا ہے۔ جن پر آزمائش یا تجربہ کیا جا چکا ہے۔

امید کہ ضرورت مند بہنیں اس کے مفید اثرات سے ضرور مستفید ہوں گی۔

※ ※ ※

برٹش میوزیم کی فہرست کتب

برٹش میوزیم میں جتنی مطبوعہ کتابیں موجود ہیں۔ ان سب کی فہرست مرتب ہو رہی ہے۔ یہ فہرست ۱۶۵ جلدوں میں ہو گی۔ اور ہر جلد کے صفحات ۵۰۰ ہوں گے۔ سال میں پندرہ جلدوں کی شرح سے چھپے گی۔ اور لاگت ۵۰۰ پونڈ فی فہرست کے قریب آئے گی۔

عملۂ ادارت

نئے زنانہ اخبارات و رسائل

عورتوں کا اخبار

جنوری ۱۹۳۰ء سے خواجہ حسن نظامی صاحب کی سرپرستی اور شریف احمد صاحب مراد کی ادارت میں خواتین کے لئے ایک ہفتہ وار اخبار دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ جس کا نام "عورتوں کا اخبار" ہے ۔ اس اخبار کی ضخامت بارہ صفحے ہفتہ وار ہے۔ ساتھ ایک ورق تصاویر کا ہوتا ہے۔ تہذیب کے ماہوار اڈیشن کی طرح ہر مہینے کے پہلے ہفتے اس کا ایک معمول سے بڑا اڈیشن بھی شائع ہوا کرے گا۔ سالانہ چندہ چار روپے اور ایک پرچے کی قیمت ۱؍ ہے۔

خواجہ حسن نظامی صاحب اردو کے بہت نامور انشا پرداز مصنف اور اخبار نویس ہیں۔ آپ نے جو کتابیں خواتین کے لئے لکھی ہیں۔ وہ بہت شوق اور رغبت سے پڑھی جاتی ہیں۔ آپ کا رسالہ تبلیغ نسواں بھی خواتین میں مقبول رہا ہے۔ پروپاگنڈا کرنے میں آپ کو ید طولےٰ حاصل ہے۔ ان حالات میں ہمیں امید ہے۔ کہ عورتوں کا اخبار خواتین کی تعلیم و ترقی و حریت میں قابل قدر خدمات سرانجام دے سکے گا۔ تہذیبی بہنوں کو چاہئے۔ کہ اس نئے ہفتہ وار اخبار کو ضرور منگا کر دیکھیں۔ اور پسند آئے۔ تو اپنی قدردانی کا ثبوت دیں۔

زنانہ رسائل

حال ہی میں خواتین کے لئے چار نئے ماہوار رسالے جاری ہوئے ہیں:۔

۱۔ دہلی سے رسالہ عفت۔ اڈیٹر محترمہ امۃ الودود بیگم صاحبہ۔ سالانہ چندہ للعہ ر

۲۔ میرٹھ سے رسالہ خاتون مشرق۔ اڈیٹر محترمہ خورشید اقبال بیگم صاحبہ حیا۔ سالانہ چندہ ۳ روپے

۳۔ دہلی سے نسوانی دنیا۔ اڈیٹر شوکت علی صاحب فہمی۔ سالانہ چندہ ۲ ر

۴۔ گوالیار سے خاتون۔ اڈیٹر مرزا مظفر حسین سیفی۔ جائنٹ اڈیٹروں میں تہذیب کی مضمون نگار محترمہ نورجہاں بیگم ناز (بمبئی) کا اسم گرامی بھی ہے۔ سالانہ چندہ للعہ ر

ہمیں خوشی ہے۔ کہ خواتین کے لئے یک لخت اتنے بہت سے رسالے نکل آئے ہیں۔ اور ان کے ابتدائی نمبر اپنی صوری اور معنوی خوبیوں کے اعتبار سے قابل قدر ہیں۔ ہماری دعا ہے۔ کہ یہ سب رسائل خواتین کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہوں۔ فی الحال ان کے شائع ہونے کی اطلاع دیدی گئی ہے۔ رفتہ رفتہ ان کے متعلق ہماری جو رائے بنے گی۔ ہم اس سے بہنوں کو مطلع کریں گے۔ ذی مقدرت بہنوں کو چاہئے۔ کہ ان رسائل کو خرید کر جاری کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

جدید مطبوعات

زاد السبیل یا رحلتہ الراحیل

محترمہ راحیل شروانیہ صاحبہ بنت حاجی محمد موسےٰ خاں صاحب رئیس دتاولی نے اس کتاب میں اپنے حجاز و شام و عراق کے سفر اور ان ممالک کے مشہور مقامات مقدسہ کے مفصل حالات سلیس رواں اور بے تکلف انداز میں بہت سادگی اور خلوص سے تحریر فرمائے ہیں * یہ سفرنامہ اس قسم کا نہیں۔ جس سے ریل اور جہاز کی روانگی کے اوقات اور ان کے کرائے معلوم ہوتے ہیں بلکہ یہ ہندوستان کے ایک بہت ہی نامور عالم اور دیندار خاندان کی تعلیم یافتہ۔ روشن خیال اور پردہ نشین خاتون کے تاثرات ہیں۔ جو سفر میں مختلف واقعات اور تجربات سے دوچار ہونے اور منزل مقصود کے متبرک مقامات کی زیارت کرنے سے ان کے قلب پر وارد ہوئے۔ جگہ جگہ جوش عقیدت میں اپنی کہی ہوئی برمحل اور موثر نظمیں بھی درج ہیں۔ حالات سفر افسانے کی طرح دلاویز ہیں۔ اور معلومات مفیدہ سے لبریز جن کا مطالعہ خواتین کے لئے مفید۔ دلچسپ اور کارآمد بھی ہوگا * تہذیبی بہنیں ضرور اس کو منگا کر پڑھیں * ضخامت ۳۳۸ صفحات۔ کتابت طباعت بہت اچھی۔ کاغذ معمولی قیمت صرف عہ ملنے کا پتہ دفتر تہذیب نسواں۔ لاہور

ہادی برحق

یہ چھوٹا سا رسالہ ۳۲ صفحے کا محمد مہدی صاحب حیدرآباد دکن نے آنحضرت صلعم کی پاک زندگی کے مختلف پہلوؤں پر لکھا ہے۔ طرز بیان دلچسپ ہے۔ اور اس قابل ہے۔ کہ مجالس میلاد میں پڑھ کر سنایا جائے * چار آنے کو دفتر مشیر دکن حیدرآباد سے مل سکتا ہے *

لال کٹھور

مسٹر ظفر عمر بی اے (علیگ) سپرنٹنڈنٹ پولیس صوبہ متحدہ نے فرانسیسی مصنف مورس لی بلینک کے سراغ رسانی کے بعض بہت مشہور اور نہایت دلچسپ ناولوں کو خوش اسلوبی سے ہندوستانی زندگی میں ڈھال کر ازسرنو لکھا ہے * عام طور پر ایک معاشرت کے افسانے دوسری معاشرت میں ڈھل کر اکثر بے جوڑ سے ہو جاتے ہیں۔ لیکن مسٹر ظفر عمر نے اس سلسلے میں اتنی محنت اور احتیاط سے کام لیا ہے۔ کہ ان کی تصانیف میں اجنبیت کی بو باقی نہیں رہی۔ اور ان سے تفریحی لٹریچر میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے * ناول "نیلی چھتری" اور "بہرام کی گرفتاری" کا ہیرو "لال کٹھور" میں ایک نئے اور بہت دلاویز رنگ میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۸عہ ملنے کا پتہ۔ دفتر تہذیب نسواں لاہور



شوہر کو نان نفقہ دینے والی عورت



شنگائی یونیورسٹی کے گریجویٹ

دستکاری

پوت کا کام

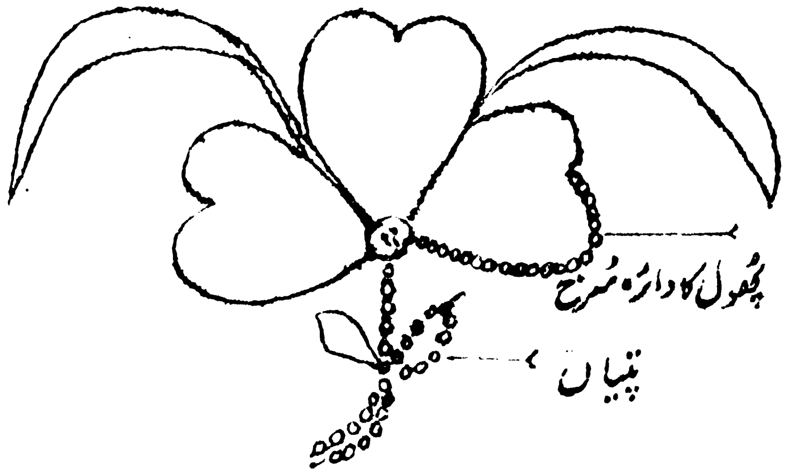
انگریزی زبان میں اس دستکاری کو بیڈورک کہتے ہیں۔ آج کل یہ دستکاری بہت مقبول اور عام پسند ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ محض اس کی ارزانی اور نفاست ہے۔ اس کے علاوہ اس کا بنانا بھی سلیس ہے۔ پھر دھوبی سے دھلوائے جانے پر اس کی صورت شکل رنگ وغیرہ بگڑنے نہیں پاتا۔ اچھے عمدہ ریشمی فیتوں پر اس کی بیلیں بنائی جائیں۔ تو ایک بیل مسلسل دو تین ساریوں پر باری باری بدل کر ٹانکی جا سکتی ہے۔ جو نہایت دیدہ زیب بھی ہوتی ہے۔ اور نہایت سستی بھی رہتی ہے۔ صرف چار روپوں میں ایک ساری کی بیل تیار ہو سکتی ہے۔ بچوں کے فراکوں اور خواتین کی جمپروں اور بلاؤزوں پر بھی یہ کام بنایا جا سکتا ہے۔

موتیوں (پوت) کے کام میں سب سے پہلے خوشرنگ موتیوں کا کپڑے کے رنگ کی مناسبت سے انتخاب ضروری ہے۔ اس کے بعد مہین مضبوط دھاگا اور مہین سوئی ان تمام اشیاء کے بعد عمدہ عمدہ نمونوں کی ضرورت ہو گی۔ اگر بہنوں کو یہ سلیس نفیس دستکاری پسند آ گئی۔ تو انشاء اللہ بہت اچھے اچھے نمونے جمپروں۔ فراکوں۔ میز پوشوں۔ کشن کوروں اور خوان پوشوں کے لئے ہر ہفتے ارسال کرنے کی کوشش کروں گی۔

موتیوں کی دستکاری بہت سلیس و نفیس ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی کئی قسمیں بھی ہیں۔ مگر افسوس ابھی واضح فوٹو کے بغیر ایسی چیزوں کی ترکیب احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔ اس لئے صرف چند سادہ معمولی مگر خوب صورت ترکیبیں ہدیہ ناظرین کرتی ہوں۔ جسے امید ہے۔ کہ شائق لڑکیاں ضرور بضرور پسند فرما کر آزمائیں گی۔

جس چیز پر کوئی نقشہ بنانا منظور ہو۔ اس پر کاربن پیپر کی مدد سے حسب پسند نقشہ اتار لو۔ اگر مخمل پر اتارنے کی خواہش ہے۔ تو مخمل کی پچھلی جانب نقشہ اتار لو۔ اور سیدھی طرف موتی ٹانک لو۔ موتی ٹانکنا بہت آسان ہے لیکن اکثر نو مشق لڑکیاں برابر ٹانکا نہیں لگا سکتیں۔ سب سے پہلے لڑیاں بنا لینا ضروری ہے گو لڑیاں حسب ضرورت دھاگا ناپ ناپ کر بنائی جائیں جیسے کہ مندرجہ پھول میں دکھایا گیا ہے۔

اس قسم سے ٹانکنا دقت طلب ہے۔ مگر نو مشقوں کے لئے یہی مناسب ہے۔ موتی ٹانکنے کی سلیس ترکیب کا نمونہ ذیل میں دیتی ہوں۔ اس طرح سے ٹانکنا بہت آسان ہو گا۔ اور خوب صورت بھی رہے گا۔



تین تین موتی سوئی پر لے کر اس طرح ٹانک
لیں۔

درمیانی موتی سنہری ہوں۔ تو بازو کے
سرخ ہوں۔ یا درمیانی سبز ہو۔ اور اطراف کے
دو دو سنہری ہوں۔ اور سرے پر کے سرخ۔ اس
طرح:۔ سرخ ہوں ۔ یہ تینوں سبز ہوں
یہ سنہری

نیتہ بالکل ساری کا ہمرنگ ہو۔ بنیں پہلے
مندرجۂ بالا قسم کی ایک ایک سادہ بیل بنائیں۔
صرف چار دن یا زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ میں
ایک ساری کی بیل تیار ہو جائے گی۔ اس
قسم کی بیل میں سنہری چمکیاں (؟) لگانے
سے بیل کی خوب صورتی میں اور اضافہ ہوگا۔
میں نے حال ہی میں ایک سنہری کچی بیل منگوائی جو
قیمتی مگر سادہ معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اسی بیل پر سنہری
چمکیاں (؟) مع سرخ و سبز موتیوں کے ٹانک
لی۔ تو وہ بیل یاقوتی اور زمردی بہار دینے
لگی۔ برقی روشنی یا دھوپ میں تو ایسے رنگین
موتی بالکل برقی قمقموں کا لطف دینے لگتے
ہیں۔ ساری کے علاوہ اسی قسم کا حاشیہ
جمپر کی آستین، دامن اور گلے اور
بچوں کے فراک پر بہت اچھا ہوگا۔
مگر اس میں ربن پر بنا لینے کی حاجت
نہیں۔ یونہی جس کپڑے پر ٹانکنا مقصود
ہو۔ بلا تکلف ٹانک لیا جا سکتا ہے۔

موتیوں کے کام کے ساتھ ساتھ لباس پر
کروشیا۔ کشیدہ اور تارکشی بہت ہی دل کش
ہوتی ہے۔ مگر افسوس اس ترکیب کا بذریعہ تحریر
واضح کرنا ممکن نہیں۔

یہاں موتی تول سکتے ہیں۔ مگر بمبئی جیسے سستے
نہیں۔ خواہش مند بہنوں کی تعمیل ارشاد کے لئے
حاضر ہوں۔ میرا پتہ یہ کافی ہوگا:۔

مس فاطمہ محمد حسین۔ ملرز روڈ۔ فورٹ بنگلور سٹی

سلمہ سے کراس ورک

ساری کے ہمرنگ ریشمی نیتہ پر کین وس ٹانک
لیں۔ اور سلمے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر زرد ریل
کے تاگے سے بنانا شروع کر دیں۔

تیار کی ترکیب۔ پہلے سوراخ میں سے سوئی نکال
کر سلمے کا ایک ٹکڑا پرو دیں۔ کین وس کا ایک سوراخ
چھوڑ کر دوسرے میں ڈال لیں۔ اسی سوراخ کے بائیں
طرف ایک سوراخ چھوڑ کر دوسرے میں سوئی نکالیں۔
ایک سلمے کا ٹکڑا پرو کر پہلے ٹکڑے پر سے گزار کر نیچے کی
طرف ڈال لیں۔ یہ ایک دانہ ہوا۔ اسی طرح قطار

ختم کرلیں ؛

باسکٹ کی ترکیب - اسی قطار کے بازو میں گیارہ دانے بنائیں - گیارھویں دانے کے دائیں طرف ایک دانہ اور ایسے ہی ترچھے نو دانے بناکر اس کے نیچے ایک دانہ بنائیں - اس کی سیدھ میں ۹ دانے بنائیں ، اوپر کے ترچھے ۱۰ دانوں میں سے ۳ دانے چھوڑ کر چوتھے میں سوئی نکالیں ۲ دانے بناکر مڑجائیں - ۳ دانے بناکر نیچے کی طرف مڑیں - دو دانے بناکر باسکٹ ختم کریں ؛

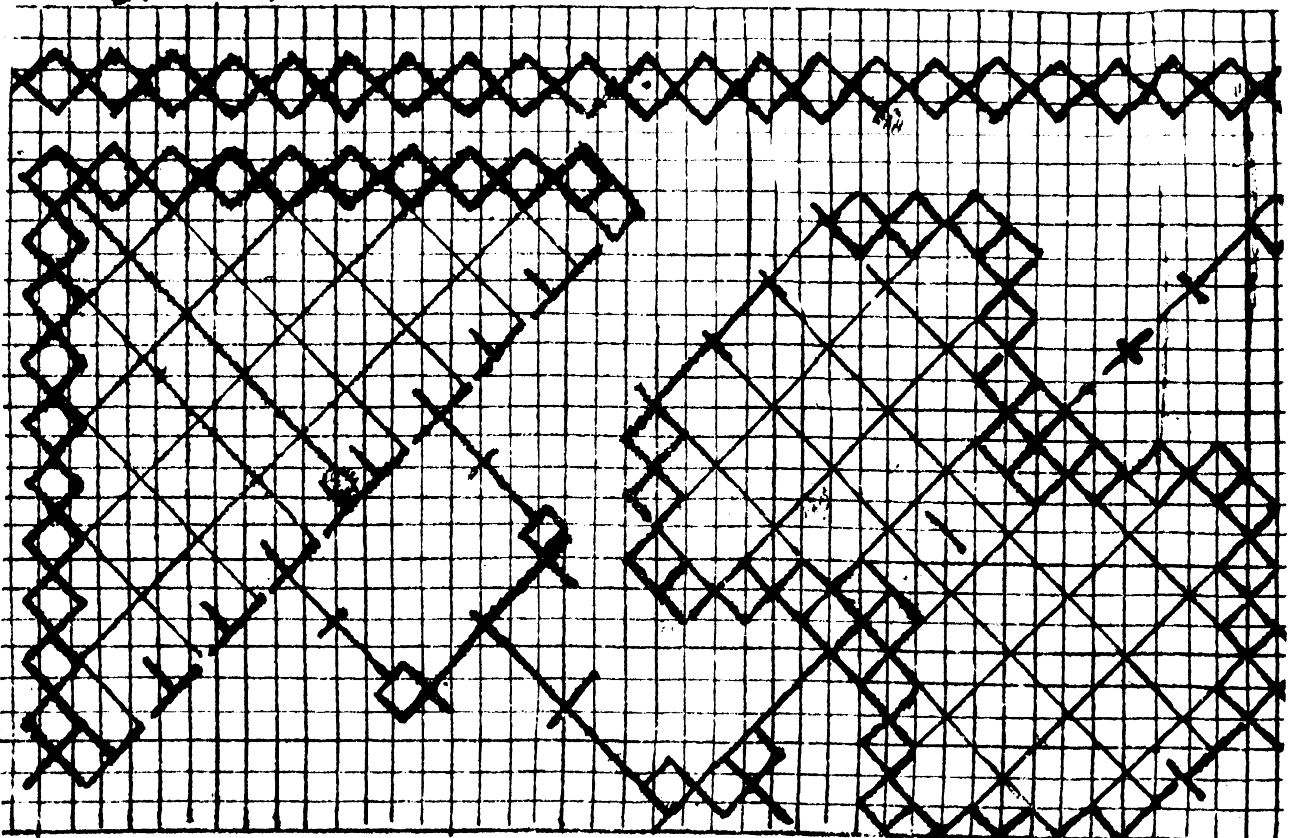
باسکٹ کے ہینڈل کے درمیانی دانے میں سوئی لے کر دو دانے ترچھے بنائیں - ان پر دو سیدھے - ایک دانہ بازو میں بناکر ۳ ترچھے بنائیں

بو کی ترکیب - ترچھے دانے کے نیچے کی طرف ۴ دانے سیدھے بناکر بائیں طرف مڑجائیں - اور ۳ دانے بناکر ۳ ترچھے بنائیں - اس پر ۲ سیدھے دانے بناکر دائیں طرف مڑجائیں ، اب دونوں سرے مل گئے - ان کے درمیان ایک دانہ بناکر باقی ماندہ نصف بو بھی اسی ترکیب سے بنائیں - بائیں طرف کے درمیانی کونے سے تین دانے ترچھے بناکر اوپر ۲ سیدھے - اسی طرح باسکٹ کے سب ۱۴ دانے ہوں گے ؛

درمیان کی جالی - ان کے درمیان کسی خوش رنگ ریشمی تاگے کی جالی بنالیں ، ڈی ایم سی کا تاگا استعمال کرنا ہو - تو نمبر ۸ کے بنڈل استعمال کریں - بکین کا تاگا قدرے موٹا ہوتا ہے ؛

اب کینوس کا ایک ایک تار احتیاط سے کھینچ کر نکال لیں - اور جالی کے ہر دانے کے درمیان سادہ سلمے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر لگادیں ، یہ فیتہ ساری پر بہت خوشنما معلوم ہوگا ، یہ بیل پونے دو انچ چوڑی ہوگی - بہنیں نمونہ دیکھنے کو منگا سکتی ہیں ؛

مریم بائی - از بمبئی



دسترخوان پر

چائے کا ساگ گوشت میں

۲۳ نومبر کے تہذیب میں بہن سجانی بیگم صاحبہ نے چائے کی استعمال کی ہوئی پتیوں کو کام میں لانے کی ترکیب دریافت کی ہے۔ چنانچہ ایک ترکیب ذیل میں لکھتی ہوں:۔

چائے کی استعمال کی ہوئی پتیوں کو پہلے سائے میں خشک کرلیں۔ اس کے بعد گوشت میں بجائے ترکاری کے ڈالیں۔ خوش ذائقہ ہوں گی۔

گوشت بکری پاؤ بھر۔ دھنیا خشک ۲½ تولہ ہلدی ۴ ماشہ۔ سرخ مرچ ۵ عدد۔ لہسن آدھی پوتھی۔ پیاز ایک گرہ۔ گھی آدھ پاؤ۔

اس میں سے سب مصالحہ باریک پیس لیں اور پھر گوشت کو گھی میں مع حسب انداز نمک کے بگھار دیں۔ اس کے بعد ایک چھٹانک پیاز کو خوب باریک قیمہ کی طرح کاٹ لیں۔ اور آدھی چھٹانک چائے کی مستعمل پتیوں کو بھگو دیں جب گوشت گل جائے۔ تو اس کو اچھی طرح بھون لیں۔ پھر چائے کی کتری ہوئی پیاز اور اگر امچور ہو۔ تو آدھی چھٹانک امچور بھی ڈالیں۔ اگر امچور نہ ہو۔ تو دہی ڈال دیں۔ اس کے بعد دیگچی کو ڈھانک دیں۔ یہاں تک کہ پیاز کا پانی خشک ہو جائے۔ پھر دیکھیں۔ کہ پیاز گل گئی یا نہیں۔ اگر پیاز گل گئی ہو۔ تو پھر بھون لیں۔ اور پانی کا چھینٹا دے کر گرم راکھ پر لگا دیں۔ اگر پیاز نہ گلی ہو۔ تو تھوڑا سا پانی ڈال دیں۔ کہ پیاز گل جائے۔ اس کے بعد بھون کر راکھ پر لگا دیں۔ جب گھی چھوڑ دے۔ تو اتار لیں۔

مسز ایم اے صبور

بریانی

ایک بہن صاحبہ نے بریانی کی ترکیب دریافت کی ہے۔ وہ لکھتی ہوں:۔

گوشت ایک سیر۔ چاول ایک سیر۔ گھی آدھ سیر۔ پیاز آدھ سیر۔ ادرک ۲ تولہ۔ دھنیا ۲ تولہ۔ دار چینی قلمی ۲ تولہ۔ گرم مصالحہ ۶ ماشہ۔ نمک ۴ تولہ۔ زعفران ایک ماشہ۔ دہی پاؤ بھر۔

اول گوشت کے پارچوں کو ادرک کے عرق اور پسے ہوئے دھنیئے میں لت کرلیں۔ اور تھوڑا سا نمک بھی ڈال دیں۔ چاولوں کو جو کم از کم ایک گھنٹے پانی میں بھیگے رہے ہوں خفیف سا جوش دیں۔ دیگچی میں تھوڑا سا مصالحہ مع جوش دئے ہوئے پیاز کے جسے باریک پیس لیا جائے پھیلا دیں۔ اور چاول ڈال کر اسی طرح

یہ تہ پھیلا دئے جائیں۔ باقی ماندہ نمک بھی مصالحہ
شامل کیا جائے۔ نصف روغن اوپر سے چھوڑ
یں۔ دیگچی کا منہ آٹے سے بند کر کے دم دیں۔
تین گھنٹے ہو جائیں۔ اُتار لی جائے۔ اور
گھی پیاز کا داغ دے کر اور اوپر سے کیوڑا ڈال
ستعمال میں لائیں۔ اور کھاتے وقت خاکسار
بھولیں۔ اس بریانی کا نام بریانی ردمی
ے ✣

اب بریانی حبشی کی ترکیب لکھتی ہوں:۔
گوشت ایک سیر۔ چاول ایک سیر۔ گھی آدھ
ر۔ پیاز آدھ سیر۔ دہی پاؤ بھر۔ بادام پاؤ بھر
الیہ سوختہ ۴ تولہ۔ دارچینی دو تولہ۔ گرم مصالحہ
شہ۔ ادرک ۲ تولہ۔ لیمو کاغذی ۴ عدد۔ نمک
تولہ۔ زعفران ایک ماشہ:۔

اول گوشت کی حسب معمول یخنی پکائیں۔ اور
وڑے گھی میں پیاز کو داغ دے کر۔ پھر اس
ز کو باریک پیس لیں۔ اور دہی میں ملا کر
شت کے ساتھ بھونیں۔ اور چھالیہ سوختہ عرق
و میں مثل زنگ کے ملا دیں۔ اور یخنی کے شوربے
ں ملا کر۔ اول علیحدہ چاول اس شوربے میں نمک
ل کر جوش دیں۔ جب ایک کنی باقی رہے اُتار
ں۔ کل مصالحہ اور گوشت تہ لگا کر بادام اور
ز بھر کشمش اوپر چھڑک کر اور باقی گھی پیاز میں بگھار
اوپر ڈال دیں۔ اور ڈھکنا ڈھک کر تھوڑی دیر
بھی آنچ پر رکھا رہنے دیں۔ پھر اس کے بعد کام

میں لائیں:۔

یہ بریانی حبشی بریانی ردمی سے زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔ آزمودہ ہے۔ بہنیں اول تھوڑی مقدار میں پکا کر تجربہ کریں۔ ایک دم زیادہ مقدار میں پکانے سے اور ترکیب ٹھیک نہ سمجھنے سے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ بریانی کی دوسری ترکیب آئندہ لکھوں گی:۔

اہلیہ سعد اللہ خاں مین پوری

اچار گوبھی

گوبھی کے پھول کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے خوب دھو کر اور اوپر سے نمک چھڑک کر دھوپ میں خشک کر لیں۔ یہاں تک کہ ان کا رنگ بھورا سا ہو جائے۔

اب پانی میں نمک ملا کر اسی پانی میں بہت سی سونٹھ چھلا ہوا لسن۔ ثابت سیاہ مرچیں۔ چھلکا اترا ہوا شلیٹ اور پیاز ڈال کر ایک رات بھیگا رہنے دیں۔ پھر نچوڑ کر سکھائیں۔ جب مصالحہ تیار ہو جائے۔ تو اس قدر سرکہ جوش کریں۔ جو ان پر بخوبی آجائے۔ اس کے بعد دو کوارٹ سرکہ میں ایک اونس نہایت عمدہ زرد ہلدی ڈالیں۔ اور سب کو پتھر کے برتن میں بھر کر اوپر سے جوش کھاتا ہوا سرکہ ڈال دیں۔ ایک روز بھیگا رہنے دیں۔ دوسرے دن اس اچار کو پھر جوش دیں۔ تیسرے دن پھر اچھی طرح جوش دیکر برتن کا منہ بند کر کے خشک جگہ پر رکھ دیں:۔ بیگم یار محمد خاں صاحب قصبہ بابئی ضلع ہوشنگ آباد۔ (سی پی)

زنانہ جلسے

مسودہ قانون وراثت کی تائید میں جلسہ

مسلم خواتین رڑکی کا جلسہ زیر اہتمام انجمن دارالخواتین رڑکی ۲۲ جنوری کو منعقد ہوا۔ جس میں اول خاکسار نے مسودہ قانون عبدالحی صاحب کی تائید میں تقریر کی۔ اس کے بعد حسب ذیل رزولیوشن اتیبا رجہاں سکرٹری انجمن دارالخواتین رڑکی نے پیش کئے کہ

۱- یہ جلسہ مولوی عبدالحی صاحب رکن اسمبلی کے مسودہ قانون وراثت۔ خلع۔ طلاق کو مسلمان خواتین کا جائز حق تسلیم کرتے ہوئے۔ اس کی پرزور تائید کرتا ہے۔ اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ وہ اس مسودہ قانون کو عام منظوری کے طور پر گزٹ میں شائع کردے۔ نیز اراکین اسمبلی سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ وہ خواتین کے اس حق کو تسلیم کرانے میں پوری کوشش فرمائیں ؛

۲- یہ جلسہ انجمن سے سفارش کرتا ہے۔ کہ اس کارروائی کی اطلاع بذریعہ تار حضور وائسرائے ہند کو دے۔ (تار بھیجہ یا گیا)

۳- زنانہ رسائل اور قومی اخبارات سے سفارش کرتا ہے۔ کہ وہ خواتین کے ایسے جلسوں کی کارروائیوں کو اپنے کالموں میں جگہ دیں ؛

۴- ہندوستان کی مسلم خواتین کو توجہ دلاتا ہے۔ کہ وہ اس مسودہ قانون کی تائید میں جلد از جلد جلسے کر کے حکومت کو اس اہم ضرورت کی طرف متوجہ کریں ؛ سکندر جہاں دختر خان بہادر مرزا عاشق حسین اسپشل مجسٹریٹ رڑکی

انجمن مسلم خواتین بالاپور

۱۷ جنوری ۱۹۳۰ء بروز جمعہ بالاپور کی مسلم خواتین کا ایک جلسہ زیر صدارت محترمہ سلطان جہاں بیگم اہلیہ قاضی محمد علی صاحب گورنمنٹ ٹونگ بزد ہاؤس میں منعقد ہوا۔ پردے کا انتظام معقول تھا تقریباً ایک سو خواتین شریک جلسہ تھیں۔ باتفاق آرا بالاپور کی مسلم خواتین کی ایک انجمن قایم کی گئی۔ جس کا خاص مقصد بہبودی نسواں ہے۔ جلسے میں متعدد خواتین نے مضامین پڑھے۔ جن میں صدر صاحبہ و مسز مسعود قادری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا۔ خواتین کی چائے اور پھل وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ اس کے نیز آنے جانے کی موٹروں کے تمام اخراجات عالیجناب خان صاحب سید محمود قادری جاگیردار نے برداشت کئے۔ آپ اور جناب غلام محی الدین صوفی اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس برار کی کوششوں سے یہ انجمن بنی ہے۔ یہ ہر دو حضرات مستورات کی فلاح و بہبود کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ دعا ہے۔ کہ خدا اس انجمن کو اپنے اغراض و مقاصد میں کامیابی بخشے ؛ ممتاز جہاں بیگم اہلیہ سید مستوفر الدین نقشبندی سکرٹری انجمن ؛

محفل تہذیب

نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میری چچی جان یعنی ساس صاحبہ معیادی بخار کی شدید تکلیف اٹھانے کے بعد اب پھرنے کے قابل ہو گئی ہیں۔ خداوند کریم ان کے سایہ مبارک کو ہمارے سر پر ہمیشہ قایم رکھے۔ ان کی صحت کی خوشی میں ۳ روپے کی حقیر رقم بذریعہ منی آرڈر مرسل خدمت ہے۔ تہذیبی فنڈ میں شامل کر لیجئے۔

اے آر دختر شیخ محمد زمان صاحب امین آباد

نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میری بھانجی عزیزہ حسنت الکبرے صبیہ مولوی حبیب الرحمان صاحب زمیندار پورانی جیل خانہ گیا کا عقد مولوی اشفاق علی صاحب زمیندار موضع کھدیہ ضلع گیا کے صاحبزادہ سے تاریخ ۹ دسمبر ۱۹۲۹ء کو انجام پایا۔ اس خوشی میں مبلغ دو روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت کرتی ہوں۔ شمس النساء بنت مولوی نثار الدین احمد صاحب سب انسپکٹر پنشن یافتہ۔ موضع کوری بیگہ۔ ضلع پٹنہ

محترمہ ارجمند آرا بیگم صاحبہ (جاورہ) کو واضح ہو کہ ... لکھا تھا۔ لہذا بذریعہ تہذیب عرض

ہوں۔ جو ناپ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے۔ مصری برقعہ ایک سادہ قسم کی چادر ہیں ہے۔ چار شف دو حصوں میں تقسیم ہے۔ بار بار تہذیب میں بہنوں نے اپنی پسند کا اظہار بھی کیا ہے۔ نرمہ کا چار شف صے میں پاپلین کا مے میں جاپانا سلک والا عہ روپے میں جاتا ہے۔ جونسا لینا منظور ہو۔ اس کی قیمت کپڑے کا رنگ اور ناپ مع پتے کے آنا چاہئے۔ ناپ کا طریق معلوم نہ ہو۔ تو مجھ سے پوچھ سکتی ہیں۔

خاکسار اہلیہ بدر الحسن مرحوم محلہ شیخ پٹی بدایوں

اگر کسی کو کتاب حیاتین کے ملنے کا پتہ معلوم ہو۔ تو مطلع فرمائیں۔ سنا ہے۔ کہ اس کتاب میں سلیس اُردو میں غذاؤں کے متعلق تمام سائنٹیفک تحقیقات ہیں۔ اور غذائے اطفال وغیرہ کی بابت بھی بہت سی باتیں ہیں۔ ر۔ ج از دہلی

شیخ نذیر احمد ظفر کے اُردو کلام نظم و نثر کا مجموعہ "نغمۂ دل" اگر شائع ہوا ہے۔ تو کہاں سے اور کس قیمت پر مل سکتا ہے؟ رضیہ بیگم از گوجرانوالہ

ہمارے ایک دوست کی لڑکی عرصہ چھ ماہ سے ... علیل رہے۔ ڈاکٹروں نے

مدن پلی جانے کا مشورہ دیا ہے۔ غریب لوگ جانے سے عاجز ہیں۔ بہن یا بھائی آزمودہ دوا یا کسی تجربہ کار ڈاکٹر کے پتے سے جلد مطلع کریں۔ بے حد شکرگزار ہوں گی۔ مس ڈاکٹر محمد طاہر کوکنا

میرے بڑے بھائی کو بہت زیادہ قریب النظری کی شکایت ہے۔ رات کو پڑھنے لکھنے سے تکلیف ہو جاتی ہے۔ اور ہر سال کے بعد عینک کا ایک نمبر بڑھ جاتا ہے۔ کوئی بہن یا بھائی اس کا مجرب علاج بتائیں۔ شکرگزار ہوں گی۔

۲۔ میرے دانتوں میں ہر وقت درد رہتا ہے۔ ہر طرح کوشش کرتی ہوں۔ کہ نہ ہو۔ لیکن دانت درست نہیں ہوتے۔ صبح کو جب اٹھتی ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ دانت ہل رہے ہیں۔ کوئی بہن یا بھائی اس کا علاج بھی بتا کر شکرگزاری کا موقع دیں۔ حسن زہرہ

۱۲۔ اکتوبر کے پرچے میں ایک تہذیبی بہن حنا نے لکھا تھا۔ کہ کوئی بنارس کی رہنے والی بہن اپنی پسند سے بنارسی کپڑا روانہ کر سکتی ہوں۔ تو تحریر کریں۔ کیونکہ براہ راست منگوانے میں چیز گراں ملتی ہے۔ لہٰذا میں تمام تہذیبی بہنوں کو مطلع کرتی ہوں۔ کہ میرا قیام عرصہ سے بنارس میں ہے۔ یہ خدمت میں اپنے ذمہ لیتی ہوں۔ اگر کسی بہن کو نہ ... ان کے آرڈر کے مطابق کسی ایماندار دکان دار سے براہ راست بھجوا دوں گی۔ یا خود اپنی پسند سے منگوا کر بحفاظت تمام ان کے پاس بھیج دوں گی۔ مسز حمید اللہ مکان نمبر ۱/۱۴ نیا بازار بنارس

کوئی بہن یا بھائی براہ مہربانی عمدہ دہی جمانے کی مکمل اور آزمودہ ترکیب سے بذریعہ تہذیب آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

دہی باوجود ہزار کوشش کے مثل بازار کے گھر میں نہیں جمتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ میری طرح اور بہنیں بھی شاکی ہیں۔ ایک حاجتمند

بوجہ پلیگ ہو جانے کے میرے بال بہت اُتر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب کوئی دن میں بالکل اُتر جائیں گے۔ بڑی پریشانی ہے۔ کوئی ایسی دوا مطلوب ہے۔ جس سے بال اُترنے بند ہو جائیں۔ مگر دوا تجربہ کی ہوئی ہو۔ بتانے والی بہن کی بہت ممنون ہوں گی۔ ایم۔ الیف

کچھ عرصہ سے میرے بال نوکیں چر کر اور بعض جڑ سے اکھڑ کر گر رہے ہیں۔ کوئی ہمدرد بہن مجرب نسخہ بتا کر ممنون فرمائیں۔ ایک خریدار

کشمیر کے خاص زنانہ تحفے

ہم اپنی معزز بہنوں کی خاطر مفصلۂ ذیل اشیاء خاص پر تیار کرائی ہیں۔ اور واجبی قیمت پر بذریعہ وی پی پارسل ارسال کرتے ہیں۔ مال عمدہ اور مقابلتاً ارزاں نرخ پر ارسال کیا جاتا ہے ٭

۱۔ ساڑھی ریشمی کا مدار مع بلاؤز، گز طول ۶½ گز عرض قیمت ۲۰ روپے سے ۴۰ روپے تک۔ (۲) دوپٹہ ریشمی کا مدار قیمت ۱۲ روپے سے ۲۰ روپے تک۔ (۳) چادر اصلی پشمینہ کا مدار ہر رنگ قیمت ۳۵ روپے سے ۵۵ روپے تک۔ (۴) چادر نقلی پشمینہ سادہ ۸ روپے سے ۱۴ روپے تک۔ (۵) چادر نقلی پشمینہ کا مدار ۱۲ روپے سے ۱۸ روپے تک۔ (۶) فراک سادہ و ریشمی بچوں کے لئے ۴ روپے سے ۸ روپے تک۔ (۷) سوٹنگ رفل پشمینہ فی گز ایک روپیہ چار آنے سے ایک روپیہ ۱۲ آنے تک۔ (۸) زنانہ ریشمی قمیص اور لڑکیوں اور بچیوں کے لئے ساڑھیاں فرمائش آنے پر بنوائی جاسکتی ہیں ٭ اس کے علاوہ ہمارے ذریعے کشمیر کی ہر ایک قسم کی اشیاء مثلاً چاندی کے ٹی سٹ۔ پوڈر بکس۔ سنگار کیس وغیرہ۔ خاص پتھر کے خوب صورت بٹن۔ ہار۔ ہولدلی وغیرہ۔ لکڑی کا سامان خالص کشمیری زیرہ اور نئی فصل کا اصلی زعفران وغیرہ بالکل ارزاں نرخ پر مل سکتے ہیں ٭ ایک دفعہ آزمائش شرط ہے ٭

ملنے کا پتہ:- **ایم اے حمید اینڈ کو۔ امیراکدل سرینگر کشمیر**

اشتہار

برائے معلمہ

انجمن اسلامیہ جبل پور گرل اسکول کے لئے ایک ہیڈ معلمہ کی ضرورت ہے۔ تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی ٭

درخواست پریسیڈنٹ انجمن اسلامیہ جبل پور (ملک متوسط) کے نام ۱۵- اکتوبر ۱۹۲۹ء تک آنا چاہئے ٭

المشتہر
ممبر انجمن اسلامیہ جبل پور

محبت نامے

یعنی

میاں بیوی کے خطوط

بنگال کی ایک مشہور مصنفہ کی مقبول عام تصنیف جسے پروفیسر رام سروپ کوشل نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے ٭ اس کتاب میں میاں کے خطوط بیوی کے نام اور بیوی کے خطوط میاں کے نام درج ہیں۔ اور ان میں سسرال کی زندگی کو پر لطف اور کامیاب بنانے کے متعلق نہایت ہی دل آویز انداز میں خیالات ظاہر کئے گئے ہیں ٭ ۸ر

پتہ:- دفتر تہذیب نسواں ۔ لاہور

بچوں کے لئے کتابیں

بچوں کے لئے آسان زبان میں نہایت دل چسپ اور موٹے خط میں لکھی ہوئی چھوٹی بڑی کہانیوں کی پچیس پچیس کتابوں کے دو سٹ:-

پہلا سٹ

کتاب	قیمت
بچوں کا انصاف	۳ر
خزانہ کا مالک	۳ر
سچا وعدہ	۳ر
دو بہنیں	۳ر
امیر اور بانس والا	۳ر
عقل مند انگشتانہ	۳ر
روس کا شہنشاہ	۳ر
سفید کبوتر	۳ر
لال بی بی	۳ر
بہن کی محبت	۳ر
گل بانو	۳ر
مینڈک شہزادہ	۳ر
عجیب ہنس	۳ر
احسان کا بدلہ	۳ر
چپ شہزادی	۳ر
کبڑا بونا	۳ر
نقلی شہزادہ	۳ر
بدمزاج شہزادی	۳ر
فیاض بیگم	۳ر
تپھر کا شیر	۳ر
مغرور شہزادی	۳ر
نیکی کا پھل	۳ر
بدی کا بدلہ	۳ر
بلوری جوتا	۳ر
ابراہیم ثانی	۳ر

دوسرا سٹ

کتاب	قیمت
ستارہ کی گڑیا	۲ر
شہزادہ عزیز	۵ر
پہاڑی ماں	۳ر
دکھ کے بعد سکھ	۳ر
تقدیر و تدبیر	۳ر
پادری کا قصہ	۳ر
چالاک چور	۳ر
سمندر کی پری	۳ر
چالاک بلی	۳
صابر شہزادہ	۳ر
بقراط و جالینوس	۳ر
ایک سست لڑکا	۵ر
قسمت کی کہانی	۳ر
بھول بھلیاں	۵ر
چور و مار راجہ	۳ر
لڑھکو لڑھا کا تماشہ	۲ر
اپاہج فقیر	۳ر
چالاک بھانجا	۳ر
سعد و سعید	۳ر
دو بھائی	۴ر
شہزادہ جمشید	۳ر
جادو کا برج	۳ر
جھوٹ موٹ کا بھوت	۳ر
عجیب عینک	۳ر
کنتو اور مانو	۶ر

* * *

پتہ:- دفتر تہذیب نسواں - لاہور

اڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم - مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ گوپال داس پرنٹر چھپا - اور سید ممتاز علی مالک نے شائع کیا

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب نسواں

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک ۵ پیشگی

نمبر ۶	لاہور ہفتہ ۸ فروری ۱۹۳۰ء	جلد ۳۳

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ

فہرست مضامین

اشتہار زیر آرڈر ۵۔ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت سید شوکت حسین صاحب سب جج درجہ دوم گورداسپور

رلا رام ولد کانشی رام اگروال سکنہ دتیا گر

بنام نصردین وغیرہ سکنہ دتیا گر

دعوے حکم امتناعی بیان

بنام مسماۃ غلام فاطمہ زوجہ خواجہ عباد اللہ صاحب بی اے تحصیلدار جڑانوالہ ضلع لائل پور

مقدمہ مندرجہ عنوان مسماۃ غلام فاطمہ تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتی ہے۔ اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مسماۃ مذکور بتاریخ ۱۳ فروری ۱۹۳۱ء کو بمقام گورداسپور حاضر عدالت نہ ہوگی۔ تو اس کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی۔

آج بتاریخ ۱۳ جنوری ۱۹۳۱ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا

دستخط حاکم مہر عدالت

خلع پر کچھ اور

میرا خیال تھا۔ کہ اس موضوع پر محترم محمود الحسن صدیقی اور محترم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا مباحثہ ختم ہو گیا۔ مگر افسوس صدیقی صاحب اس بحث سے ابھی سیر نہیں ہوئے چنانچہ انہوں نے ایک اور طول طویل مضمون لکھ کر بھیجا ہے۔ لطف یہ کہ وہ ناظرین تہذیب کو غلط فہمی میں پڑا ہوا سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ خود غلط فہمی میں مبتلا ہیں ہیں نہیں چاہتا۔ کہ اتنا طویل مضمون شائع کرنے کے بعد اتنے ہی اوراق اس کے جواب کے لئے ڈاکٹر صاحب کی نذر کردوں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ صدیقی صاحب کے مضمون میں جہاں جہاں انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ ان کے مضمون میں ان کے اقوال کے ساتھ ساتھ ہی ظاہر کرتا جاؤں + میں نے صدیقی صاحب کے مضمون کو بھی اتنا طویل نہیں رہنے دیا۔ کہ وہ اخبار اور طبائع ناظرات پر بار معلوم ہو۔ بلکہ جا بجا اس میں سے مکررات کو حذف کر دیا ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ وہ ازراہ عنایت اس تصرف کو معاف فرمائیں گے +

مضمون مذکورہ حسب ذیل ہے۔ نیبجر :۔

میں اس غلط فہمی کو جو اکثر ناظرین کو خلع پر میرے خیالات سے پیدا ہوئی ہے۔ صاف کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ میں ہرگز اصول فقہ میں کسی ترمیم یا تغیر کی تجویز نہیں کر رہا + میرا مقصد ان مضامین سے صرف یہ ہے۔ کہ میں ہندوستان کی موجودہ معاشرتی فضا کے لحاظ سے اس اصول کو بالکل غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ شرع محمدی میں ترمیم کرائی اور انگریزی عدالت ہائے انصاف کے زیر تحت خلع کے نازک مسائل کو طے کرایا جائے +

نیبجر۔ اگر آپ اجرائے قانون خلع کی تحریک کا یہ مطلب سمجھتے ہیں۔ کہ ہم شرع محمدی میں خدانخواستہ کسی قسم کی ترمیم کرانا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے تو یہ سخت اور نہایت سخت غلط فہمی ہے۔ قانون خلع شریعت میں موجود ہے۔ مگر سرکار نے بے انصاف مولویوں کے اثر سے اس شرعی قانون کو جاری نہیں کیا + ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ سرکار کی طرف سے جو ناجائز بندش شریعت پر لگائی گئی ہے۔ وہ اٹھا دی جائے۔ اور قانون خلع جس طرح رسول اللہ صلعم کے عہد برکت مہد میں جاری تھا۔ وہ اسی طرح جاری ہو جائے۔ ہم اس میں مطلق کوئی ترمیم نہیں چاہتے +

اور ساتھ ہی میں خلع پر مضمون لکھنے والوں کی اس روش کے بھی خلاف ہوں۔ کہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے مردوں کی جانب سے نہایت شدومد کے ساتھ ظلم و ستم کے فرضی افسانے بنائے جاتے ہیں اور اس طرح صنف لطیف میں مردوں کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا کر کے اپنے ایجی ٹیشن کو

تقویت دی جائے ۔

میں بالکل تسلیم کرتا ہوں۔ کہ عورتوں کی حالت ہندوستان میں بہت زار ہے۔ اور ہر لحاظ سے وہ اصلاح کی محتاج ہے لیکن اصلاح کا جو طریقہ آپ نے اختیار کیا ہے۔ وہ مستحسن طریقہ نہیں۔ آپ ان کو مردوں کی صنف سے ترک تعاون کرانے کے بعد ان کی دنیا ایک الگ بنانا چاہتے ہیں۔ آپ ان کو نادانستہ اپنے بھائی سے۔ اپنے شوہر سے اور اپنے باپ سے متنفر کر رہے ہیں۔ اور اس نفرت کا نتیجہ کھلا ہوا ہے۔ عام طور پر عورتوں میں مردوں کے خلاف ایک قسم کی بے اعتمادی اور بددلی پیدا ہو رہی ہے۔ جو ممکن ہے اس قدر بڑھ جائے۔ کہ ہر عدالت خلع اور طلاق کے مقدمات سے تنگ آ جائے ۔ بالکل یہی صورت یورپ میں رونما ہو رہی ہے۔ اور ہماری یہ خوش قسمتی ہے۔ کہ وہ صورت واقعات ہمارے سامنے ہے۔ اور ہم اس سے بہت اچھا سبق لے سکتے ہیں ۔

نتیجہ۔ شارع علیہ السلام نے میاں بیوی کی ناموافقت کی حالت میں دونوں کو علیحدگی کا راستہ بنا دیا ہے۔ اور جدا ہو جانے کی اجازت دیدی ہے۔ مگر آپ کو اس میں تو کچھ قباحت معلوم نہیں ہوتی۔ کہ مرد ناراض ہو کر بیوی کو علیحدہ کر دے لیکن اگر بیوی بھی ویسی ہی حالت میں عدالت سے کہے۔ کہ مجھے از رہ خدا ترسی الگ کرا دو۔ تو یہ عورتوں اور مردوں میں جنگ کرانے اور ہندوستان کو یورپ بنانے سے تعبیر کیا جائے ۔ جب کوئی شوہر بے گناہ بے پناہ عورت کو گھر سے نکال دیتا ہے۔ تو کیا اس مظلومہ کی ماں اور بہن اور دادی اور نانی وغیرہ کے دل کو رنج نہیں پہنچتا۔ اور کیا اس سے دونوں صنفوں میں بے اعتمادی اور بددلی پیدا نہیں ہوتی۔ اور شوہروں کی ظالمانہ طلاقوں سے عدالتیں تنگ نہیں آ جاتیں۔ مگر عورتوں کی عاجزانہ درخواستوں سے دنیا میں طوفان برپا ہو جائے گا۔ اور ہندوستان یورپ بن جائے گا؟

شریعت اسلام نے گو مرد کو طلاق دے دینے کا حق دیا ہے۔ اور ساتھ ہی عورت کے لئے بھی علیحدگی حاصل کرنے کا دروازہ کھول دیا ہے۔ لیکن ایسی صحیح حدیثیں بھی موجود ہیں جس میں آپ نے تعلق زوجیت کی شکست کو بدترین شے قرار دیا ہے۔ مجھے تعجب ہے۔ کہ جب خود رسول کریم اس کو ایک نہایت بری چیز سمجھ رہے ہیں۔ تو میرے مضمون میں اس کی مذمت دیکھنے سے کیوں مسلمان خواتین یا مسلمان حامیان نسواں بزرگ آتش زیر پا ہوں ۔

نتیجہ۔ شارع علیہ السلام نے جس شکست زوجیت کو "بدترین شے" فرمایا ہے۔ اس سے مراد وہ علیحدگی

ہے۔ جو بذریعہ طلاق حاصل ہوتی ہے۔ نہ وہ جو خلع
سے حاصل ہوتی ہے۔ خلع کی علیحدگی کو بھی اُور
الفاظ میں آپ نے یاد فرمایا ہے۔ (بشرطیکہ بلاوجہ
ہو۔) لیکن بدترین شے کے مقابل میں مجبوراً اس
مرض کے علاج کے لئے خلع کی دوا تجویز فرمائی ہے۔
اس لئے آپ کے مضمون پر یوں غصہ آتا ہے۔ کہ آپ
غیر منصفانہ یک طرفہ فیصلہ کرتے ہیں + فرض کیجئے کہ
اگر قانوناً شوہروں سے بیویوں کو طلاق دینے کا
اختیار چھین لیا جائے۔ اور عورتوں کو کلی اختیار خلع
دیدیا جائے۔ یعنی جو عورت اپنے شوہر کو ناپسند
کرے۔ وہ اسے چھوڑ سکے۔ لیکن عورت کا خواہ
کچھ بھی قصور ہو۔ شوہر اسے طلاق نہ دیسکے۔ تو ایسی
حالت میں آپ بھی آتش زیر پا ہوں گے۔ یا نہیں؟
چونکہ اب بعینہٖ اسی طرح عورتوں کے حق میں یک طرفہ
کارروائی ہو رہی ہے۔ وہ بالطبع آتش زیر پا ہوتی
ہیں۔ ان کو شریعت کا دیا ہوا حق استعمال کرنے
دیجئے۔ پھر انہیں کوئی شکایت نہ ہوگی ÷

میں ہر تعمیری تحریک کا خیر مقدم کرنے کے لئے
تیار رہوں۔ لیکن ہر تخریبی تحریک میں میرا ضمیر مجھے
مجبور کرتا ہے۔ کہ میں ٹھہروں اور سوچوں ÷

نتیجہ۔ جس وقت جابر شوہر ایک بے کس عورت کو
گالیاں اور دھکے دے کر گھر سے نکال دیتا ہے۔
اس وقت آپ کا ضمیر کیا کہتا ہے؟

ازدواجی اختلاف میں اکثر عورتوں کی غلطیاں
اور خصوصاً ان کی بے جا ضد اور ہٹ کی عادت بھی
ہوتی ہے۔ کبھی کبھی اس میں خود غرضی کو بھی دخل
ہوتا ہے۔ کیونکہ مردوں کے ساتھ ان کے
متوسلین بھی ہوتے ہیں۔ اور اکثر بیویاں اس کو
گوارا نہیں کرتیں۔ کہ ان کے شوہر کی کمائی
سے کچھ دوسرے پر بھی خرچ ہو + کبھی کبھی اختلاف
زوجین ساس اور نندوں کی ذرا ذرا سی طعنہ
زنیوں اور فضول گوئیوں اور اُدھر بہو کی تنک
مزاجی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس میں بدقسمت شوہر
بھی گھر جاتا ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے
اس خیال سے بھی بالکل موافقت نہیں کرتا۔
کہ چھوٹے سے چھوٹا جھگڑا فرو نہیں ہو سکتا۔ اور
استقلال و صلاحیت فرضی چیزیں ہیں۔ جو دنیا
میں مفقود ہیں + ہر گھر میں یہ مشاہدہ ہو سکتا ہے۔
کہ اختلافات کو اگر معقولیت کے ساتھ رفع کیا گیا
تو رفع ہو گئے۔ اگر بدنیتی کے ساتھ بڑھایا گیا۔
تو بڑھ گئے + تعلیم یافتہ مرد تو کیا تعلیم یافتہ عورتیں
بھی بہ نسبت جاہل عورتوں کے زیادہ بردبار اور
متحمل ہوتی ہیں + اگر خطرہ ہے۔ تو جاہل عورتوں
کو۔ اور چونکہ ہندوستان میں عورتوں کی تعلیم اور
معقول تربیت ابھی بالکل ناکافی ہے۔ اس لئے
اس قسم کے خیالات کی اشاعت سے عام گمراہی
کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے + میں ایک اسلامی
ریاست میں رہتا ہوں۔ اور مجھے معلوم ہے۔ کہ
یہاں قضا کی عدالت ہے۔ اور خلع و طلاق کے
معاملات حنفی فقہ کے اصول پر طے ہوتے ہیں +

لیکن قضا کی عدالتوں کی رُوداد بھی اگر آپ دیکھیں تو معلوم ہو۔ کہ کسی معزز اور شریف گھرانے کی طرف سے خلع کا ایک دعویٰ بھی دائر نہیں ہوتا محض ارذل طبقے کے لوگ وہاں نظر آتے ہیں۔ اور ایسی عورتیں دیکھی جاتی ہیں۔ جو ایک سے زیادہ مردوں سے خلع حاصل کر چکی ہیں۔ اور یہ گروہ اگر ملک میں کافی تعلیم و تربیت رائج ہو جائے۔ تو غالباً مفقود ہو جائے گا ٭ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ شرفا کے گھرانوں میں اختلافات زوجین پیدا ہی نہیں ہوتے۔ ضرور ہوتے ہیں لیکن وہی شریفانہ جذبہ جو خلع اور طلاق کو بدترین شے سمجھتا ہے۔ ان کو عدالت تک پہنچنے سے مانع ہوتا ہے۔ اور وہ اس میں ہی معاملات کا تصفیہ کر لیتے ہیں ٭

نتیجہ۔ اگر خلع کے قانون کا اجرا تمام ہندوستان میں ہو گیا۔ اور وہاں بھی بھوپال سا حال ہو گیا۔ تو اس میں خرابی کیا ہے۔ آپ کے سامنے مثال موجود ہے۔ خلع جاری ہونے سے بھوپال میں کون سی قیامت آگئی۔ کیا بھوپال یورپ بن گیا؟ اور کیا وہاں دونوں صنفوں میں جنگ ہو رہی ہے؟

لیکن اگر صنفی نفرت پھیلانے والی تعلیم ان گھرانوں کو بھی ملے۔ اور وہ خلع اور طلاق کو کھیل سمجھنے لگیں۔ تو یہ بد اخلاقیاں ان میں بھی رونما ہو جائیں ٭ اس مثال سے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ خوش اطوار گھرانوں میں جہاں غلط قسم کی تفریق پھیلانے والی تعلیم نہیں پہنچی ہے۔ خلع کی ضرورت نہیں پائی جاتی ٭

نتیجہ۔ خلع اور طلاق کو کھیل کیوں سمجھیں گے؟ جس طرح مرد طلاق کو اجازت شرعی جان کر اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اسی طرح عورتیں خلع کو رسول پاک اور اللہ کی بخشی اجازت سمجھ کر اس سے اپنی حفاظت کریں گی۔ اس میں کھیل کا عنصر کہاں سے آگھسا ٭ بھوپال میں خلع جاری ہونے سے بداخلاقیاں کیوں نہیں پیدا ہوئیں؟ کیا محترم محمود الحسن صاحب بتائیں گے۔ کہ رسول اللہ نے کس حالت کے لئے خلع کی اجازت دی ہے؟ (باقی آیندہ)

تلاش مسرت

دنیا کے سب سے بڑے سائنس دان مسٹر اڈیسن نے جو فونوگراف کے موجد ہیں۔ اور دنیا کے سب سے متمول شخص مسٹر فورڈ نے جن کی کار بہت مشہور ہے۔ ایک دوسرے کے متعلق لکھا ہے۔ کہ انہیں دنیا میں مسرت حاصل ہے یا نہیں؟ ان کے مضامین ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

کیا مسٹر فورڈ خوش ہیں؟

(از اڈیسن)

میں ابھی ابھی اس مقام پر موجود تھا۔ جہاں لوگ مسٹر فورڈ کی ایجاد کردہ موٹر کا معائنہ کر رہے تھے۔ اس موٹر کا دنیا بھر میں کس شان سے

استقبال کیا گیا ہے۔ یقیناً ہر شخص کا خیال ہوگا۔ کہ اس واقعہ نے فورڈ کو بقیہ عمر کے لئے مسرور و شادمان بنا دیا ہے۔ لیکن یہ خیال درست نہیں۔ کیونکہ فورڈ اس قسم کا آدمی ہی نہیں۔ جو زیادہ دیر تک خوش رہ سکے۔ اس کا ذہن ہر وقت کسی نہ کسی ادھیڑبن میں مصروف رہتا ہے۔ اسے نظر آتا رہتا ہے۔ کہ ابھی کس قدر کام باقی ہے۔ جو اسے کرنا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرتا ہے۔ اور اس میں اسے کامیابی ہو جاتی ہے۔ تو یہ کامیابی اسے کچھ وقت کے لئے خوش ضرور کر دیتی ہے۔ لیکن ایسی خوشیاں فوراً ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ پھر ایک نیا کام اس کے سامنے آجاتا ہے۔ موجودہ حالت میں نسل انسانی کے حالات کچھ اس قسم کے ہو گئے ہیں۔ کہ انسان کے لئے بہت زیادہ دیر تک خوش رہنا تقریباً ناممکن ہے۔ جو لوگ ہمیشہ خوش ہی رہتے ہیں۔ وہ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے دل میں ولولے کم ہیں۔ یا جو چھوٹے چھوٹے اور معمولی کام سرانجام دیتے ہیں۔ مثلاً جس شخص کا یہ کام ہو۔ کہ دن بھر تیتریاں پکڑتا رہے۔ یقینا وہ ہمیشہ خوش نظر آئے گا۔ جبشی لوگ بھی حد سے زیادہ خوش رہتے ہیں۔ لیکن مسٹر کولج خوش نہیں ہیں۔ برسوں پہلے جب وہ ماسیٹ میں رہتے تھے۔ تو ان کی آرزو تھی۔ کہ وہ امریکہ کے پریزیڈنٹ بن جائیں۔ لیکن اب کہ وہ وہائٹ ہوس میں مقیم ہیں۔ تو ان کی خوشی اسی میں ہے۔ کہ کسی طرح وہ یہاں سے نکل جائیں۔ کیونکہ اس عہدے کی ذمہ داریاں اس قدر زیادہ ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے کوئی شخص زیادہ دیر تک خوش نہیں رہ سکتا۔

میری زندگی کا سب سے زیادہ پر مسرت وقت وہ تھا جب میری عمر بارہ سال کی تھی۔ جب میں اپنی گزشتہ ۸۲ برس کی عمر پر نظر ڈالتا ہوں۔ تو دیکھتا ہوں۔ کہ اپنی اس عمر میں جب میں انجان بھی نہ تھا۔ اور دنیا کی تکالیف کو بھی نہ سمجھ سکتا تھا مجھے دوسرے لوگوں سے زیادہ خوشی کا موقع حاصل تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے زندگی میں بہت ناخوشی بھی دیکھنی پڑی۔ لیکن میں جب کبھی تکلیف سے دوچار ہوا ہوں۔ تو نجات پانے کا میرے لئے ایک ہی ذریعہ رہا ہے۔ وہ یہ کہ میں نے زیادہ محنت سے کام شروع کیا۔ اور اس چیز کو بھلا دیا۔ جو مجھے تکلیف دے رہی تھی۔

کیا اڈیسن خوش ہیں؟

(از ہنری فورڈ)

مجھے کوئی ایسا انسان دکھاؤ۔ جو اپنے کام میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا ہو۔ اور جو تنخواہ کے لئے کام نہ کر رہا ہو۔ تو پھر میں تمہیں ایک خوش اور مسرور آدمی بھی دکھا دوں گا۔ مسٹر اڈیسن کا خیال ہے۔ کہ دنیا میں کوئی خوش نہیں۔ لیکن مجھے اس سے کسی قدر اختلاف ہے۔ کیونکہ میں مسٹر اڈیسن ہی کو بطور مثال کے مسرور آدمی کی حیثیت سے پیش کروں گا۔ میرا خیال ہے۔ کہ کام کرنا اور اپنے کام سے

دل چسپی لینا ہی وہ چیز ہے۔ جو ایک انسان کے لئے ہر کسی دوسری شے کے مقابلے میں باعث مسرت ہو سکتی ہے۔ بڑے بڑے کام کرنے اور ان کو انجام تک پہنچانے کا ولولہ ہی وہ چیز ہے۔ جو انسانی زندگی کی بڑی مسرت ہے۔ بطور مثال مسٹر اڈلیسن کی طرف دیکھو۔ کیونکہ میرے علم میں وہ اس بات کی بہترین مثال ہیں۔ وہ اپنے کام میں مگن ہیں۔ اور خوش ہیں۔ وہ کام کرتے ہوئے دنیا جہان کو بھول جاتے ہیں۔ باوجودیکہ انہوں نے اخبار والوں سے یہ کہا ہے۔ کہ وہ کسی مسرور آدمی سے واقف نہیں۔ پھر بھی خوش ہیں۔ تم ضرور دریافت کرو گے۔ کہ مسٹر اڈلیسن اس قدر خوش کیوں ہیں۔ اور انہوں نے کس طرح خوشی حاصل کی ہے۔ سچ ہے۔ کہ بچپن میں وہ بہت خوش تھے۔ بچپن میں انہوں نے بڑی خوشی سے وقت گزارا ہے۔ ان مسرتوں کی کہانیاں وہ خود بھی سنایا کرتے ہیں۔ نوجوانی میں بھی وہ خوش تھے۔ جب تار گھر میں کام کرتے تھے۔ جب اخبار کے اڈیٹر تھے۔ اور بالآخر جب ایک نوجوان موجد تھے۔ اس وقت بھی خوش تھے محض اس لئے کہ وہ ایک منزل پر پہنچنے کے لئے کام کرتے تھے۔ اور ایک نصب العین ان کے سامنے رہتا تھا۔

ان کے دل میں کام کرنے کی ایک لگن تھی۔ ایک حرص تھی۔ ان کے دماغ میں عجیب عجیب خواب سمائے ہوئے تھے۔ وہ رات کو دن بنا دینے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے برقی روشنی کے ذریعے اپنے خوابوں کو سچا کر دکھایا۔ ان کا ایک خواب یہ بھی تھا۔ کہ آواز کو ریکارڈ میں محفوظ کر دیں۔ اسے بھی انہوں نے پورا کر لیا۔ وہ مسلسل کام کرتے رہے۔ حتیٰ کہ خواب حقیقت میں تبدیل ہو گئے۔ اڈلیسن اپنے کام میں ہمیشہ خوش رہے ہیں۔ جو آدمی بھی اپنے کام سے محبت کرتا ہے وہ عموماً مسرور رہتا ہے۔

ہمشیرہ اخلاق حسین زبیری

سہیلی سے

نظم نما نثر

سہیلی! یہ زندگی — جس کو تم اور میں بہت محبوب خیال کرتے تھے۔ بڑی شورش انگیز چیز ہے۔

کیونکہ اس میں کبھی سمندر کی سی ہولناک موجیں اٹھنے لگتی ہیں۔ اور کبھی اس میں پہاڑ کے سے مصائب کھڑے ہو جاتے ہیں!

یہ زندگی — جس کو تم اور میں ایک حسین کلی سمجھتے تھے۔ ایک خزاں رسیدہ درخت کی مانند ہے۔ جو کبھی سوکھ جاتا ہے۔ تو کبھی سرسبز ہونے کی کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے۔

یہ زندگی — جس کو تم اور میں بہت مفید خیال کرتے تھے۔ میرے لئے تو کبھی ایک ہلاکت

آخرین زہر ثابت ہوتی ہے۔ کبھی ایسی دوا جو مدتوں ایک قریب المرگ کو عالم نزع میں زندہ رکھے۔

یہ زندگی ــــ جس کو تم اور میں فرشتہ کا لطیف خواب تصور کرتے تھے۔ شیطان کا ایک طویل قہقہہ ہے!

اور یہ زندگی ــــ جس کو ہم دونوں نور سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ ایک ایسا تارا ہے جو تڑپ کر آسمان سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور پھر خبر نہیں۔ اس تراکم غبار میں کہاں غائب ہو جاتا ہے۔ کہ پتہ نہیں چلتا!

باوجود اس کے ــــ آہ سہیلی! خبر نہیں کیوں۔ مخلوق اس زندگی کو نیچر کا اختراع فائقہ خیال کرتی ہے ــــ؟

مس حجاب اسمٰعیل

شکایت کے جواب میں

چند باتیں

۱۱ جنوری ۳۰ء کے تہذیب نسواں میں بھائی ایم اے صمد صاحب کا مضمون میری نظر سے گزرا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ عورتیں مردوں کے جائز حقوق کو بے تکلف ٹھکرا دیتی ہیں۔ بھائی موصوف کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ مرد خود مختار اور عام طور سے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ عورتوں کے ٹھکرانے سے ان کے حقوق ٹھکرایا جانا کیسے ممکن ہے۔ رہا مہر کا مقرر کروانا۔ سو یہ بھی مردوں ہی کا کام ہے۔ جن کو خدا نے شوہر بننے کا فخر عطا فرمایا ہے۔ ایک روز ان کو باپ بننے کا فخر بھی حاصل ہوگا۔ پھر یہ مہر کم اور زیادہ ہونے کا الزام بیچاری غریب عورتوں پر کیوں رکھا جاتا ہے؟

اول تو یہ ضروری نہیں۔ کہ جن کا مہر زیادہ ہے۔ وہ اس لئے طلاق نہیں دیتے۔ کہ بعد طلاق مہر کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ نہیں بلکہ بہت لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو مہر ادا کر سکتے ہیں۔ اور پھر بھی طلاق نہیں دیتے۔ وہ دوسری شادی کر لیتے ہیں۔ اور اس میں مہر سے دگنا خرچ کر دیتے ہیں۔ مگر اس بیچاری بیوی کو جس سے بیزار ہیں۔ طلاق دے کر چھوڑنے کا نام تک نہیں لیتے۔ آپ دوسری بیوی کے ساتھ نہایت عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور غریب آفت رسیدہ پہلی بیوی جل جل کر سپرد خاک ہو جاتی ہے۔ مگر ان ظالم شوہروں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بہت سی مثالیں ایسی بھی ہیں۔ کہ شوہر طلاق دینا چاہتا ہے۔ پر نہیں دیتا۔ وہ کیوں۔ اس لئے۔ کہ اول تو بدنامی کا موجب ہوگا۔ دوسرے بچے ہیں۔ تو ان کی پرورش دشوار ہو جائے گی۔ اور پھر ایک شخص جو ہر طرح اب ان کے قبضے میں ہے۔ اس پر خواہ کچھ ہی

تشدد کریں۔ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ پھر غصہ اور سختی کس پر کریں گے؟ ان سب باتوں پر غور کر کے وہ طلاق کو ملتوی کر دیتے ہیں۔

میں اپنا ایک چشم دید واقعہ لکھتی ہوں۔ عرصہ چار سال کا ہوا۔ ایک شادی ہمارے قصبے میں ہوئی۔ لڑکی خاصی ہے۔ نہ زیادہ خوب صورت اور نہ بدصورت۔ اور دونوں فریق ایک ہی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور چونکہ ایک ہی قصبے کی بات تھی۔ آپس میں اچھی طرح واقفیت بھی تھی۔ خیر شادی ہوئی۔ مگر جب سے لڑکی بیاہ کر سسرال گئی۔ اسی روز سے خاوند صاحب بیزار ہیں۔ اب بےچاری کی مٹی پلید ہے۔ اگر اس کے میکے والے طلاق چاہتے ہیں۔ تو طلاق نہیں ملتی۔ نہ خاوند اس کے خرچ کا ہی کفیل ہوتا ہے۔ نہ اس کو میکے جانے کی اجازت ہی دیتا ہے۔ اس لئے کہ یہ جا کر میری تمام باتوں کا ذکر کرے گی۔ اور تمام میں میری بدنامی ہوگی۔ اور اگر میں دوسری شادی چاہوں گا۔ تو کوئی اپنی لڑکی مجھے نہ دے گا۔ لیکن ان باتوں کا چھپا رہنا مشکل کیا ناممکن ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ بقول بھائی صمد صاحب کے مرد جو ہر طرح کمانے کے قابل تعلیم یافتہ ہوں۔ اور اپنی قوت بازو سے روپیہ پیدا کر سکتے ہوں۔ وہ غریب عورتوں کے روپے کا لالچ اپنے دل رکھیں۔ اور اس غرض سے شادی کر لیں۔ کہ خیر اگر حسب منشا لڑکی نہ ہو۔ تو روپیہ تو مل ہی جائے گا۔ اور رہا یہ کہ آپس میں خود سب امور کی بات طے کر لیں۔ تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ سراسر نقصان ہے۔ کیوں؟ اس لئے۔ کہ جب ایک کنواری جوان لڑکی ایک غیر مرد سے اپنی شادی کے متعلق گفتگو کرے گی۔ اور بہت ممکن ہے۔ کہ ان میں اختلاف رہے۔ اور شادی نہ ہو۔ تو کس قدر سبکی ہوگی۔ پھر کوئی دوسرا مرد تو اس ردکی ہوئی لڑکی سے شادی کرنے پر مشکل ہی سے رضامند ہوگا۔ خیر ان جھگڑوں کو چھوڑئیے۔ انگریزوں میں کیوں آئے دن طلاقیں ہوتی ہیں۔ کیا وجہ جب کہ وہ برسوں اور مہینوں کورٹ شپ کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہو جاتے ہیں۔ مال اور دولت جو کچھ ملتا ہے۔ اس سے بھی آگاہ رہتے ہیں۔ تو کیا ان میں نااتفاقیاں نہیں ہوتیں؟ ضرور ہوتی ہیں۔ اور بہت زیادہ۔ طلاق کا اس قدر چرچا ہے۔ جس کا حد حساب نہیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کے اکثر مضامین حق بجانب ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ایسے ظالم شوہروں کو نیک ہدایت دے۔

مسز اعجاز الحق صاحب جھنجھانوی

میری پڑوسن کی عیدی

آج میری ایک ہمسایہ بہن مجھ سے ملنے آئیں

میں بہت خوش ہوئی۔ کہ خوب تشریف لائیں۔ اِدھر
اُدھر کی بات چیت ہوتی رہی۔ چونکہ شب برات
قریب تھی۔ اس کا تذکرہ ہوا۔ میری ہمسایہ بہن نے
فرمایا۔ کہ شب برات بھی ہمارا کیا ہی اچھا تیوہار
ہے۔ کہ ہمارے سب مردے اور زندے اس دن
کا انتظار سال بھر کرتے ہیں۔ کہ ہمارے یہاں عمدہ
عمدہ لذیذ حلوے پر نذر و فاتحہ ہوگی۔ سب کھائیں
گے اور کھلائیں گے۔ بچے وغیرہ خوب آتش بازی چھوڑیں گے۔
بوڑھے اور بوڑھیاں نفلیں پڑھ کر صبح کو روزہ رکھیں گے۔
کیوں بہن سچ کہنا۔ کہ کتنے لطف کا دن آرہا ہے"۔

یہ سن کر میں نے کہا۔ کہ بوڑھے بوڑھیاں
جو کام کرتے ہیں۔ وہ تو میرے خیال سے عمدہ ہیں۔
باقی سب لغو اور فضول خرچی کے کام ہیں۔ جن کے
کرنے میں بجز نقصان کے کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔
عقل مندوں کا یہ کام نہیں۔ کہ دیدہ و دانستہ اپنے
مال کو تلف اور برباد کر دیں۔

اے ہے! یہ سننا تھا۔ کہ وہ آگ بگولا ہو گئیں۔
اور بولیں۔ واہ واہ بہن۔ یہ تو خوب کہا۔ یہ سب لغویات
اور بیکار کام ہیں۔ دیکھیں تو اب کہ نہ آپ بچوں میاں
کے لئے آتش بازی منگوائیں گی۔ اور نہ حلوا ہی
پکا کر نیاز دلوائیں گی۔ یہ خوب پھبتی نکالی۔ اور
پُرانے باوا دادا کے رسم و رواج کو کس مُنہ سے
بُرا بھلا کہہ دیا۔ یہ تو سب کے یہاں بڑے چھوٹے
لکھے پڑھے کرتے چلے آئے ہیں۔ جس کو لغو اور
مال برباد کرنے پر آپ محمول کرنے لگیں۔ میں نے
آج تک کسی کو یہ منع کرتے نہیں سُنا۔ اور مجھے
خوب یاد ہے۔ کہ جب میں پڑھتی تھی۔ اس وقت
میرے بڈھے حافظ جی نے مجھے اور اَوروں کو جو
عیدیاں دی تھیں۔ ان میں یہ سب باتیں لکھی
تھیں۔ کیا وہ آپ جتنا بھی نہ جانتے تھے۔ اگر
بری اور لغو بات ہوتی۔ تو ایسی عیدی کیوں دیتے
یہ سب کچھ جائز ہوگا۔

میں نے پوچھا۔ وہ عیدی اگر بہن یاد ہو۔ تو
مجھے سنا تو دیجئے۔

آپ یوں فرمانے لگیں۔

شب برات آئی چراغوں کو جلا دو۔
سب ہی مردوں کو تر حلوا کھلا دو۔
اگر کافر کا مردہ پاس آئے۔
چھچھوندر لے کے منہ اس کا جلا دو۔

بہن کی یہ عیدی سن کر مجھے بیساختہ ہنسی آگئی۔
پھر کیا تھا۔ میری بہن بگڑ گئیں۔ "واہ واہ بہن
آپ کو یہ ہرگز زیبا نہیں۔ کہ جو آپ کے یہاں
آئے۔ اس کی ہنسی اڑائیں۔ اس میں ہنسنے
کی کیا بات تھی۔ جو آپ یکدم یوں کھلکھلا پڑیں"
اور بہت غصے میں فرمایا۔ "ڈولی میری منگوا دیجئے۔
میں جاتی ہوں"۔

میں ڈری۔ کہ میری پڑوسن بگڑی جاتی ہے۔
بہت ہی منت و سماجت کی۔ کہ اے نہیں بخدا
میں عیدی کے مضمون پر ہنسی۔ کہ مُردے کافر کے
مُنہ میں خوب چھچھوندر لگائی۔ ورنہ اور کوئی بات

نہیں - آپ رنجیدہ نہ ہوں ۔ میرے ہنس دینے کو برائے خدا معاف کر دیں - آپ نے تو جو کچھ فرمایا سب بجا و درست ہے - آیندہ میں ایسی بحث نہ کروں گی - اور نہ بحث کے قابل ہوں - میری اچھی بہن مجھے دل سے معاف کر دیجئے ۔

تب جاکر کہیں ان کا غصہ فرد ہوا - اور ہنسنے لگیں - اب چونکہ خیالات وہی قایم تھے - مجھے بھی اپنی ایک عیدی یاد آ گئی - جو اپنی بہن کو سنائی :-

شب برات آئی ہے نازل حق کی رحمت ہو گئی
ترک بدعت جس نے کی اس کو ہدایت ہو گئی ۔
رات دن نفلیں پڑھو اور صبح کو روزہ رکھو -
جان لو تم سے ادا ایک خاص سنت ہو گئی ۔

عیدی سن کر میری بہن بہت محظوظ ہوئیں اور خوش خوش اپنے بگڑنے کی بھی معافی مانگ کر رخصت ہو گئیں - اب مجھے خیال گزرا - کہ اس روز روشن میں بھی اب تک اس قدر تاریک خیال میری بہنوں کے دلوں میں جاگزیں ہیں - اس لئے مین نے تہذیب میں بہنوں کی دلچسپی کے لئے یہ دونوں عیدیاں پیش کر دیں ۔ ساتھ ہی اپنی بہنوں سے دریافت کرتی ہیں - کہ بچوں کے کھیلنے کے لئے آتش بازی دینا اور ناجائز امور میں پیسہ صرف کرنا اور دفتر اسراف میں اپنا نام درج کروانا مواخذہ دار بننا نہیں تو کیا ہے ؟

س ج - ب - آنولہ ضلع بریلی

دستکاری کے مضامین

زنانہ اخبارات و رسائل میں دستکاری پر جو مضامین شائع ہوتے ہیں - عام طور پر وہ سب کے سب کشیدہ کاریوں یا کروشیا وغیرہ کے کام کے متعلق دیکھے جاتے ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے - جیسے سب رسالوں کا مقصد صرف اسی قسم کی دستکاریوں کو فروغ دینا ہے - حالانکہ خانہ داری کی شب و روز کی ضروریات میں ایسی دستکاریوں کو بہت کم دخل ہے ۔ ان نمائشی دستکاریوں سے محض آرائش و زیبائش اور خوب صورتی اور سجاوٹ مقصود ہوتی ہے - جن کی کبھی کبھار ضرورت پڑتی ہے - مثلاً تکیئے کا غلاف - ٹیبل کلاتھ پلنگ پوش اور ساڑھی - دوپٹہ وغیرہ تیار کرنے پر اس کی خوب صورتی اور سجاوٹ میں اضافہ کرنے کے لئے بیلوں اور پھولوں وغیرہ کے خاکے درکار ہوتے ہیں - لیکن سب سے زیادہ ضروری کار آمد اور قابل توجہ جو دستکاری ہے - وہ ہمارے ملبوسات کی قطع و برید اور سلائی کی ترکیبیں ہیں - جن سے شب و روز کا واسطہ ہے - اور جو خانہ داری کا ایک اہم جزو ہیں - مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے - کہ اس ضروری دستکاری کی طرف کوئی بہن متوجہ نہیں ہوتیں ۔

اکثر لوگوں کی آمدنی کا بہت سا حصہ درزیوں کی نذر ہو جاتا ہے - آج کل جدید فیشن کی ایک

قمیص تیار کروانے میں اڑھائی تین روپے درزی
کی نذر کرنے پڑتے ہیں۔ اگر فیشن جدید کی قطع برید
کے مطابق کپڑے تیار کرنا بہنیں خود سیکھ جائیں
تو روپے کی بہت کچھ بچت اور آسانی ہو سکتی
ہے۔ اور بہنیں کامل ہنرمند کہلائے جانے کی
مستحق ہو سکتی ہیں۔

میرے ناچیز خیال میں کشیدہ کاری کی بیلوں
پھولوں اور خاکوں کے ساتھ ساتھ اگر جدید
فیشن کے مطابق کپڑے قطع کرنے اور عمدگی سے
سینے کی ترکیبیں مع تیار شدہ کپڑے کی تصاویر
اور خاکے وغیرہ کے تہذیب میں شائع ہوں تو
بہنیں بہت کچھ مستفید ہو سکتی ہیں۔ میں اس
وقت اس اہم ضرورت کی طرف بہنوں کو توجہ
دلاتی ہوں۔ اور جو بہنیں سلائی کٹائی کے
کام میں ماہر کہلاتی ہیں۔ ان کی خدمت میں
عرض کرنا چاہتی ہوں۔ کہ وہ ضرور اپنی نوآموز
بہنوں کے استفادہ کے لئے اس موضوع پر
مضامین لکھیں۔ امید کہ بہنیں ضرور میری اس
ناچیز درخواست کی طرف اپنی توجہ مبذول
فرمائیں گی۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل کپور تھلہ

ماتھیران کا سفر

ہماری ایک بہن نے جو ان دنوں ماتھیران میں
مقیم ہیں۔ اپنے سفر کے متعلق ایک خط ہمیں بھیجا
ہے۔ جو میں ناظرات تہذیب نسواں کی دل
چسپی کی خاطر ارسال کر رہا ہوں۔ امید ہے
کہ تہذیبی بہنیں پڑھ کر خوش ہوں گی:-

نور ناز (بمبئی)

ماتھیران کا نام تو غالباً آپ نے سنا ہوگا۔
ماتھیران علاقہ بمبئی میں ایک صحت بخش مقام
ہے۔ اور شہر بمبئی سے جنوب مشرق کو واقع ہے۔
بڑے بڑے امراء سوائے موسم برسات کے
سیر اور تبدیل آب وہوا کی غرض سے یہاں آتے
ہیں۔

ہم بمبئی سے پونا ایکسپرس کے ذریعہ روانہ ہوئے۔
اور غالباً ایک یا ڈیڑھ گھنٹے بعد نیرل اسٹیشن
پر اترے۔ جہاں سے ننھی منی ریل گاڑی ماتھیران
کو جاتی ہے۔ چونکہ ننھی منی گاڑی کے آنے
میں وقت کافی تھا۔ لہٰذا ہم سب نے مناسب
سمجھا۔ کہ چل کر نیرل کی سیر کر آئیں۔ بھائی جان
تو اسٹیشن پر ہی ٹھہرے رہے۔ اور ہم سب سیر
کے لئے چل دئے۔

نیرل ایک بالکل چھوٹا سا گاؤں ہے۔ غالباً
پانچ سَو نفوس آباد ہوں گے۔ جن میں زیادہ
تر ہندو ہیں۔ ہم بازار کو گئے۔ اکثر دکانیں ہندوؤں
کی تھیں۔ پھل وغیرہ نہایت سستے تھے۔ گاؤں
کی کوئی چیز یا عمارت دیکھنے کے قابل نہ تھی۔
چونکہ ریل کا وقت قریب تھا۔ اس لئے ہم جلد

نہیں۔آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ میرے ہنس دینے کو برائے خدا معاف کر دیں۔آپ نے تو جو کچھ فرمایا سب بجا و درست ہے۔ آئندہ میں ایسی بحث نہ کروں گی۔ اور نہ بحث کے قابل ہوں۔ میری اچھی بہن مجھے دل سے معاف کر دیجئے۔

تب جاکر کہیں ان کا غصہ فرو ہوا۔ اور ہنسنے لگیں۔ اب چونکہ خیالات وہی قایم تھے۔ مجھے بھی اپنی ایک عیدی یاد آگئی۔ جو اپنی بہن کو سنائی:-

شب برات آئی ہے نازل حق کی رحمت ہوگئی
ترک بدعت جس نے کی اس کو ہدایت ہوگئی
رات دن نفلیں پڑھو اور صبح کو روزہ رکھو۔
جان لو تم سے ادا ایک خاص سنت ہوگئی

عیدی سن کر میری بہن بہت محظوظ ہوئیں اور خوش خوش اپنے بگڑنے کی بھی معافی مانگ کر رخصت ہوگئیں۔ اب مجھے خیال گزرا۔کہ اس روز روشن میں بھی اب تک اس قدر تاریک خیال میری بہنوں کے دلوں میں جاگزیں ہیں۔ اس لئے مین نے تہذیب میں بہنوں کی دلچسپی کے لئے یہ دونوں عیدیاں پیش کر دیں۔ ساتھ ہی اپنی بہنوں سے دریافت کرتی ہیں۔ کہ بچوں کے کھیلنے کے لئے آتش بازی دینا اور ناجائز امور میں پیسہ صرف کرنا اور دفتر اسراف میں اپنا نام درج کروانا مواخذہ دار بننا نہیں تو کیا ہے؟

س ج۔ب۔ آنولہ ضلع بریلی

دستکاری کے مضامین

زنانہ اخبارات و رسائل میں دستکاری پر جو مضامین شائع ہوتے ہیں۔ عام طور پر وہ سب کے سب کشیدہ کاریوں یا کروشیا وغیرہ کے کام کے متعلق دیکھے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے سب رسالوں کا مقصد صرف اسی قسم کی دستکاریوں کو فروغ دینا ہے۔ حالانکہ خانہ داری کی شب و روز کی ضروریات میں ایسی دستکاریوں کو بہت کم دخل ہے۔ ان نمائشی دستکاریوں سے محض آرائش و زیبائش اور خوب صورتی اور سجاوٹ مقصود ہوتی ہے۔ جن کی کبھی کبھار ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً تکیئے کا غلاف۔ ٹیبل کلاتھ پلنگ پوش اور ساڑھی۔ دوپٹہ وغیرہ تیار کرنے پر اس کی خوب صورتی اور سجاوٹ میں اضافہ کرنے کے لئے بیلوں اور پھولوں وغیرہ کے خاکے درکار ہوتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ ضروری کارآمد اور قابل توجہ جو دستکاری ہے۔ وہ ہمارے ملبوسات کی قطع و برید اور سلائی کی ترکیبیں ہیں۔ جن سے شب و روز کا واسطہ ہے۔ اور جو خانہ داری کا ایک اہم جزو ہیں۔ مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے۔ کہ اس ضروری دستکاری کی طرف کوئی بہن متوجہ نہیں ہوتیں۔

اکثر لوگوں کی آمدنی کا بہت سا حصہ درزیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ آج کل جدید فیشن کی ایک

قمیص تیار کروانے میں اڑھائی تین روپے درزی
کی نذر کرنے پڑتے ہیں۔ اگر فیشن جدید کی قطع برید
کے مطابق کپڑے تیار کرنا بہنیں خود سیکھ جائیں
تو روپے کی بہت کچھ بچت اور آسانی ہو سکتی
ہے۔ اور بہنیں کامل ہنرمند کہلائے جانے کی
مستحق ہو سکتی ہیں۔

میرے ناچیز خیال میں کشیدہ کاری کی بیلوں
پھولوں اور خاکوں کے ساتھ ساتھ اگر جدید
فیشن کے مطابق کپڑے قطع کرنے اور عمدگی سے
سینے کی ترکیبیں مع تیار شدہ کپڑے کی تصاویر
اور خاکے وغیرہ کے تہذیب میں شائع ہوں تو
بہنیں بہت کچھ مستفید ہو سکتی ہیں۔ میں اس
وقت اس اہم ضرورت کی طرف بہنوں کو توجہ
دلاتی ہوں۔ اور جو بہنیں سلائی کٹائی کے
کام میں ماہر کہلاتی ہیں۔ ان کی خدمت میں
عرض کرنا چاہتی ہوں۔ کہ وہ ضرور اپنی نو آموز
بہنوں کے استفادہ کے لئے اس موضوع پر
مضامین لکھیں۔ امید کہ بہنیں ضرور میری اس
ناچیز درخواست کی طرف اپنی توجہ مبذول
فرمائیں گی۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل۔ کپورتھلہ

ماتھیران کا سفر

ہماری ایک بہن نے جو ان دنوں ماتھیران میں
مقیم ہیں۔ اپنے سفر کے متعلق ایک خط ہمیں بھیجا
ہے۔ جو میں ناظرات تہذیب نسواں کی دل
چسپی کی خاطر ارسال کر رہا ہوں۔ امید ہے
کہ تہذیبی بہنیں پڑھ کر خوش ہوں:-

نور ناز (بمبئی)

ماتھیران کا نام تو غالباً آپ نے سنا ہوگا۔
ماتھیران علاقہ بمبئی میں ایک صحت بخش مقام
ہے۔ اور شہر بمبئی سے جنوب مشرق کو واقع ہے۔
بڑے بڑے امراء سوائے موسم برسات کے
سیر اور تبدیل آب و ہوا کی غرض سے یہاں آتے
ہیں۔

ہم بمبئی سے پونا اکسپرس کے ذریعہ روانہ ہوئے۔
اور غالباً ایک یا ڈیڑھ گھنٹے بعد نیرل اسٹیشن
پر اترے۔ جہاں سے ننھی منی ریل گاڑی ماتھیران
کو جاتی ہے۔ چونکہ ننھی منی گاڑی کے آنے
میں وقت کافی تھا۔ لہذا ہم سب نے مناسب
سمجھا۔ کہ چل کر نیرل کی سیر کر آئیں۔ بھائی جان
تو اسٹیشن پر ہی ٹھہرے رہے۔ اور ہم سب سیر
کے لئے چل دئے۔

نیرل ایک بالکل چھوٹا سا گاؤں ہے۔ غالباً
پانچ سو نفوس آباد ہوں گے۔ جن میں زیادہ
تر ہندو ہیں۔ ہم بازار کو گئے۔ اکثر دکانیں ہندوؤں
کی تھیں۔ پھل وغیرہ نہایت سستے تھے۔ گاؤں
کی کوئی چیز یا عمارت دیکھنے کے قابل نہ تھی۔
چونکہ ریل کا وقت قریب تھا۔ اس لئے ہم جلد

ہی واپس آ گئے۔ اسٹیشن پر ماتھیران کی گاڑی ہماری منتظر تھی۔ بھائی جان اسباب بریک میں رکھوا چکے تھے۔ ہم اس ننھی منی ریل کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ یہ ریل اتنی چھوٹی اور ننھی ہے۔ کہ اگر پلیٹ فارم پر کھڑے ہوں تو آپ گاڑی سے اونچے نظر آئیں گے۔ اس کی رفتار کم ہے۔ تانگے یا ٹریم کی چال چلتی ہے۔

ریل تھوڑی دیر تک زمین پر چلتی رہی اور اس کے بعد ماتھران کی پہاڑی پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اس وقت کا نظارہ میں کیا بیان کروں۔ تمام پہاڑ پر گویا کسی نے سبز غالیچہ بچھا رکھا تھا۔ جا بجا چشمے بہتے ہوئے نظر آتے تھے۔ ننھے ننھے درخت دھانی لباس پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ غنچے مسکرا رہے تھے۔ عنادل پیڑوں پر اپنے نغمے گا رہے تھے۔ درختوں کی ڈالیاں ایک والہانہ انداز سے جھوم رہی تھیں۔ ایک عجیب منظر تھا۔ ہم ڈیڑھ گھنٹے کا سفر کر کے ماتھیران شہر جا پہنچے۔ اور رکشا میں سوار ہو کر اپنی قیام گاہ کو گئے۔

ماتھیران میں اگر کوئی روز چہل قدمی یا گھوڑے کی سواری کرے۔ تو طبیعت بہت بشاش رہتی ہے۔ میں بہ نسبت چہل قدمی کے گھوڑے کی سواری کو زیادہ پسند کرتی ہوں۔ لہذا دن بھر گھوڑے پر چڑھ کر بازار کی سیر کیا کرتی تھی۔ شام کے وقت عموماً پارسی خواتین کے ساتھ ٹینس کھیلتی تھی۔ ورنہ کہیں سیر کے لئے چلی جاتی تھی۔ اتنا لکھنا ضروری سمجھتی ہوں۔ کہ اگر آپ بغرض تبدیلی آب و ہوا ماتھیران جائیں۔ اور وہاں کسی قسم کی ورزش نہ کریں۔ تو آپ کا جانا بے کار ثابت ہوگا۔ یہاں کی آب و ہوا ایسی ہے۔ کہ ورزش کے بغیر تو کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ اور تمام دن سر میں درد رہتا ہے۔

ماتھیران میں سیر گاہیں بہت سی ہیں۔ ماتھیران کے معمولی راستے بھی سیرگاہوں سے کچھ کم نہیں۔ تمام راستے سایہ دار جھاڑیوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ اور جا بجا چشمے بہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جن کا نظارہ بہت ہی دلکش ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ماتھیران میں درندے خاص کر شیر ببر وغیرہ بہت ہیں۔ ممکن ہے۔ یہ صحیح ہو۔ مگر میں نے اپنے زمانۂ قیام میں شہر کے پاس کبھی کوئی درندہ نہیں دیکھا۔ ہاں البتہ جب کبھی شکار کے لئے بھائی جان کے ساتھ نکل جاتی تھی۔ تو جنگل میں دور شیر وغیرہ کبھی نظر آ جاتے تھے۔ شہر میں کوئی درندہ نہیں۔ لوگوں نے یہ بڑی اڑا رکھی ہے۔ رات کو گیدڑوں کی آوازیں البتہ آتی رہتی ہیں۔

میں پہلے عرض کر چکی ہوں۔ کہ ماتھیران میں سیرگاہیں بہت سی ہیں۔ ان میں سے پینوراما پوائنٹ خوب ہے جسے وہاں کے جاہل لوگ پانڈورنگا پوائنٹ کہتے ہیں۔ یہاں سے اطراف

کے مناظر دیکھ کر طبیعت کو بڑی فرحت حاصل ہوتی ہے۔ یہاں سے شہر بمبئی بھی نظر آتا ہے۔

لوئیزا پوائنٹ اور مالڈونگا بھی بہت مشہور ہیں۔ یہاں سے دامن کوہ کے ننھے ننھے گاؤں نظر آتے ہیں۔ جن کا نظارہ بہت ہی خوشنما ہے۔

اگر میں پوئنٹس کے نام بتلانے بیٹھوں۔ تو رام باغ پوائنٹ۔ چوک پاوئنٹ۔ ون ٹری ہل پوائنٹ۔ منکی (بندر) پوائنٹ اور گاربرٹ پوائنٹ کو کسی طرح فراموش نہیں کرسکتی۔ کیونکہ یہ ماتھیران کے قابل دید مقامات ہیں۔

اسٹیشن کے قریب بیرلٹ نامی ایک چشمہ ہے۔ جس کا پانی از حد شیریں اور صحت بخش ہے۔ یہاں امیر لوگ اپنے نوکروں سے بیرلٹ ہی کا پانی منگوا کر پیتے ہیں۔ جھیل شارلٹ سے ماتھیران میں پانی آتا ہے۔ جس کو عام لوگ پیتے ہیں۔ جو کوئی ماتھیران جاتا ہے۔ وہ اس جھیل کو ضرور دیکھتا ہے۔ کیونکہ اس کا پانی صاف و شفاف ہے۔ اور یہ ایک پُر فضا مقام پہ واقع ہے۔

مذکورۂ بالا پوائنٹس امیروں کے لئے ہیں۔ غریب لوگ بے چارے شام کے وقت اسٹیشن کے قریب کے رنگیی پارک میں سیر کے لئے آتے ہیں۔ اور ان کے بچے پارک کے جھولوں میں جھولتے ہیں۔

نور تاز میمن بمبئی

آئی اوڈیکس

ٹنکچر آئیوڈین کے فوائد بہت مشہور ہیں۔ میرے خیال میں بہت کم بہنیں ایسی ہوں گی۔ جو اس کے فوائد سے ناواقف ہوں۔ جوں جوں تعلیم کا چرچا زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ علم حفظان صحت اور اس کے متعلق ضروری ادویات کا علم ہوتا جاتا ہے۔ ٹنکچر آیوڈین ڈس انفیکٹ کرنے والی یا قاطع جراثیم دوا ہے۔ یہ عمل جراحی میں تو بہت ضروری چیز ہے۔ اور ویسے کسی جگہ ورم ہو۔ ضرب سے زخم ہو جائے۔ موچ آجائے۔ تو اس پر بھی لگائی جاتی ہے۔ لیکن اس میں نقص یہ ہے کہ اس کے بار بار استعمال کرنے سے جلد پر خراش اور جلن محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور کھال اُڑ جاتی ہے۔

اہل یورپ نے جن کا کام ایجادات و اختراعات ہی ہے۔ اس نقص کو بھی دور کردیا۔ انہوں نے آئیوڈین کا مرہم بھی بنا لیا۔ جو بجائے ٹنکچر آئیوڈین کے استعمال میں آتا ہے۔ اور جلد کے لئے قطعی بے ضرر ہے۔ اسی مرہم کا نام آئیوڈیکس ہے۔ ہمارے گھر میں کئی سال سے یہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت کامیاب ثابت ہوا۔ اس لئے تہذیبی بہنوں کے فائدے کی غرض سے اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔

اس دوا کی شیشی ہر شہر میں پندرہ آنے کو ملتی

ہے۔ بچوں کے گھر میں اس کا رہنا ضروری ہے۔ کہیں گر پڑے۔ خراش آگئی۔ آئیوڈیکس لگا دیا۔ تو زخم میں پیپ نہیں پڑتی۔ لڑکوں کے کرکٹ یا ہاکی کھیلتے میں گیند لگی۔ اس پر آئیوڈیکس لگا دیا نہ ورم ہوگا۔ نہ نیل پڑے گا۔ معمولی پھنسیاں بھی اس سے اچھی ہو جاتی ہیں۔ یہ تو سادہ آئیوڈیکس ہے۔ جس کی شیشی پر فاسئی رنگ کا لیبل ہوتا ہے۔

دوسرا آئیوڈیکس متیھل سیلی سلیٹ سبز لیبل کی شیشی کا ہوتا ہے۔ یہ ہر قسم کے داد اور ورم کی دوا ہے۔ حتیٰ کہ پھیپھڑوں کے ورم تک کو کھو دیتا ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی کو نمونیا یا سردی کا اثر ہو۔ تو اس کی مالش سینے اور پیٹھ پر بہت مفید ہوتی ہے۔ بڑھے ہوئے غدودوں کی تو یہ خاص دوا ہے۔ میری چھوٹی بہن کے کندھے پر ایک مرتبہ گانگن ہوئی۔ ڈاکٹر نے اپریشن کا مشورہ دیا لیکن وہ آئیوڈیکس کے استعمال سے ہی بالکل بیٹھ گئی۔ اس کے دیگر فوائد اس کاغذ پر لکھے ہوئے ہیں۔ جو شیشی کے گرد لپٹا ہوتا ہے۔ بہنیں اس کو منگا کر اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اگر ممکن ہو تو نفع سے مطلع فرمائیں۔

ہمارے گھر میں تو اس کے فائدے سے چھوٹے چھوٹے بچے تک واقف ہو گئے ہیں۔ جہاں ان کو چوٹ لگی۔ اور وہ آئیوڈیکس کی شیشی کی طرف دوڑے۔ سبز لیبل والا آئیوڈیکس زخم پر نہیں لگانا چاہیے۔

انیس فاطمہ خانم (منشی فاضل)

معراج مسرت

مجھ سے جب رحمت میاں کا حق نے پردہ کر دیا
اس میں بھی سامانِ رحمت ایک پیدا کر دیا

دیکھ کر نعش پسر فریاد آئی لب تلک
دین نے لیکن خموشی کا اشارہ کر دیا

منہ سے نکلا میرے یارب تو نے یہ کیا کر دیا
ہنس کے فرمایا۔ کہ تیرے حق میں اچھا کر دیا

گر پڑی سجدے میں یہ سن کر جواب باصواب
سخت نادم تھی۔ کہ ناحق اس سے شکوہ کر دیا

اس سے زیادہ اور ہوگا کون میرا خیر خواہ
واقعی جیسا مناسب اس نے سمجھا کر دیا

جان و دل سے جب ہوئی راضی رضائے دوست پر
کیا خبر لوگوں کو اس نے مجھ کو کیسا کر دیا

آگ میں پڑنے سے سونا جس طرح ہوتا ہے صاف
ویسے ہی قلب یہ میرا مصفا کر دیا

خواب میں خود آکے جلوہ اپنا دکھلایا مجھے
تھی ثریٰ میں مجھ کو ہم اوج ثریا کر دیا

درمیاں سے اٹھ گئے سارے حجاب ظاہری
"دل کو روشن کر دیا۔ آنکھوں کو بینا کر دیا"

یہ مصرعہ میرا نہیں ہے۔ میں نے تضمین کر لیا ہے۔ نکہت

شاہ کرتا ہے گدائے بے نوا سے تعزیت۔
مجھ کو اس خلق حسن نے اور شیدا کر دیا +
کس زباں سے شکر نعمت ہو ترا یارب ادا
مجھ سیہ قسمت پہ تونے فضل ایسا کر دیا۔
اور معراج مسرت اس سے کیا ہو گی سوا۔
اپنے جلوے کا مجھے محو تماشا کر دیا +
نکہت شروانیہ ۔ از بھیکم پور

محفل تہذیب

بہنیں نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میری سگی چچازاد بہن محترمہ شہربانو بیگم صاحبہ بنت سید محمد امیر صاحب ایس۔ڈی او کی شادی خانہ آبادی سید محمد نقوی کے ساتھ ۱۸ جنوری ۱۹۳۰ء بروز شنبہ بخیر و خوبی انجام پا گئی۔ خداوند کریم بہن صاحبہ کو اس نئی دنیا میں قدم رکھنا مبارک کرے۔ اور ان کو بھائی صاحب کے ساتھ زندگی بسر کرنا نصیب ہو + اس خوشی میں دو روپے کی حقیر رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہے۔ مہربانی فرما کر کسی کار خیر میں صرف کر دیں۔ ممنون ہوں گی + خاکسار مس فاطمۃ الزہرا بنت سید علی امیر صاحب ایگزیکٹو انجنیر آرہ

ترکی گون میں نے بہن اہلیہ بدرالحسن صاحبہ محلہ شیخ پٹی بدایوں کے یہاں سے خریدا۔ اور اس کی کاٹ مجھے پسند آئی + اگر کوئی بہن چاہیں۔ تو منگوا سکتی ہیں۔ میں نے سرج کا بنوایا تھا۔ قیمت ہے ۸ روپیہ ہے + اگر کوئی بہن بنوائیں۔ تو سرج کا نہ بنوائیں جہاں تک ہو کسی قیمتی کپڑے کا بنوائیں۔ اور قیمت خط و کتابت سے طے کریں + ترکی گون ٹخنے سے ذرا اونچا رہتا ہے۔ اس میں ریشمی لیس لگتی ہے۔ اور کالر نیو فیشن کا رہتا ہے۔ کالر میں بٹن بھی ہے + نادر جہاں بیگم سیونی

عزیزہ صفیہ بیگم ۱۶ دسمبر کی شام کو نمونیا سے انتقال کر گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بہنیں۔ مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔ اور ایصال ثواب کے لئے ایک ایک پارہ پڑھیں۔ کوئی بھائی یا بہن قطعہ تاریخ کہدیں + خیرات فنڈ کے لئے پانچ روپے ارسال ہیں + مقبول احمد خلف میاں لطف الرحمن صاحب ناظم پولیس فیروز پور

حال کے تہذیب میں ایک بہن نے اپنی ہمشیرہ کے سر کے داد کے لئے دوا طلب فرمائی ہے۔ میں اپنا ایک آزمودہ نسخہ لکھتی ہوں۔ اگر وہ داد ہی ہے اور کوئی مرض نہیں۔ تو انشاء اللہ ایک ہفتہ میں آرام ہو جائے گا +
گوگل ایک تولہ۔ گندھک ایک تولہ۔ سہاگہ خام ایک تولہ +
تھوڑا پانی ڈال کر ان تینوں چیزوں کو باریک

پیس کر جنگلی بیر کے برابر گولیاں بنا کر خشک کر لیں۔ پھر ذرا سا سرکہ کٹوری میں لے کر وہ گولی گھسیں۔ اور داد پر لگائیں۔ دن میں کم از کم تین مرتبہ یہ عمل کریں۔ مرچیں تو معلوم ہوں گی۔ مگر ساتھ ہی آرام بھی بہت جلد ہو جائے گا۔ اگر سرکہ نہ ہو۔ تو لیمو کے عرق میں لگائیں۔ بچے کے داد ہو۔ تو سادے پانی میں گھس کر لگائیں ٭ مسنر ضیاء الحسن۔ شاہجہاں پور

چونکہ رسالہ "سرتاج" کی کتابت و طباعت بلاک تصویر وغیرہ کا اعلیٰ اور عمدہ انتظام ملتان میں مشکل تھا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا۔ کہ اس کا دفتر لاہور میں منتقل کر لیا جائے ٭ اس کے علاوہ مسئلہ وراثت نسواں نیز انجمن حقوق مسلما کے سلسلے میں بھی مدیرہ سرتاج کا قیام لاہور میں مناسب تھا ٭ سرتاج کی کاپیوں کی کتابت ہو چکی ہے۔ اور پریس کا انتظام بھی ہو گیا ہے۔ صرف تازہ ڈکلریشن داخل کرنا باقی ہے ان شاء اللہ العزیز عنقریب پہلے سے بہترین صورت میں "سرتاج" ہدیہ ناظرین ہوگا۔ اور آیندہ کبھی تاخیر دالتواء کا موقع بھی پیدا نہیں ہوگا ٭ منیجر "سرتاج" لاہور

افضل مرہم کے موجد سیٹھ افضل بھائی اعظم بھائی کاغذی کھارادر کاغذی بازار کراچی نے محض رفاہ خلق کے واسطے آمد رمضان مبارک کی خوشی میں کامل ماہ رمضان شریف تک افضل مرہم پیکنگ اور ڈاک خرچ کے لئے ایک آنے کا ٹکٹ آنے پر مفت بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ البتہ ہر ایک درخواست کنندہ کو اپنا پتہ اردو یا انگریزی میں صاف لکھنا چاہئے۔ تاکہ ڈبیہ گم ہونے کا اندیشہ نہ رہے ٭ محمد الدین

موتی جھرہ میں میری بہن کے سر کے بال بالکل جھڑ گئے ہیں۔ اور اب نہیں اُگتے۔ کوئی مہربان بہن یا بھائی ازرہ کرم مجرب نسخہ تحریر فرمائیں ٭ موتی جھرہ کی کچھ گرمی اب تک باقی ہے۔ اکثر وقت کچھ خفیف سی حرارت بھی رہتی ہے ٭ مسنر قاضی سید ثناء الدین

---

۲۴ نومبر کے تہذیب میں لکھا تھا۔ کہ دستکاری کی فہرست ایک ٹکٹ بھیج کر منگوا لیں۔ میں نے اس پتے پر خط اور ٹکٹ بھیجا "رہبر دستکار بتوسط ایم احمد امیر روڈ سکندرآباد" مگر افسوس سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ ملا۔ اس خاموشی کی وجہ دریافت کرنا چاہتی ہوں ٭ رضیہ سلطان بیگم

٭ ٭ ٭

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

مسولینی کے مضمون کا جواب

پچھلے دنوں مسولینی نے عورتوں کی ترقی اور آزادی کی مخالفت میں جو مضمون لکھا تھا۔ اس کے جستہ جستہ اقتباسات درج کئے جا چکے ہیں۔ لندن کے جس اخبار میں موصوف کا یہ مضمون چھپا تھا۔ اب اسی اخبار میں یارک شائر کی ایک خاتون مسز فلپ سنوڈین کا جواب شائع ہوا ہے۔ چنانچہ اس کے بعض اقتباسات درج کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

خاتون موصوفہ یارک شائر کے ایک معزز و مقتدر شخص کی بیوی ہیں۔ گزشتہ کئی سال سے انگلستان میں حقوق نسواں کی جو جنگ جاری تھی۔ موصوفہ نے اس میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اور اپنی بہنوں کی مقدور بھر خدمات سرانجام دی ہیں۔

خاتون موصوفہ لکھتی ہیں:۔

"مسولینی نے عورتوں کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ اس کے اپنے تجربے کی بنا پر نہیں ہیں۔ بلکہ جن دنوں برطانیہ میں حقوق نسواں کی جنگ جاری تھی۔ تو مخالف مرد یہی دلائل پیش کیا کرتے تھے۔ جن کو اب مسولینی اپنے تصرف میں لا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس کے بیان میں پختگی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اس سے اس کا عورتوں سے خدا واسطے کا بیر اور لاعلمی ظاہر ہوتی ہے۔

"مسولینی نے اپنے مضمون میں عورتوں کو سیاسیات میں بے جا مداخلت کرنے والی بتایا ہے۔ مگر میں کہتی ہوں۔ کہ برطانی دارالعوام کا یا کسی اور جماعت کا جس میں عورتیں اور مرد ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو بیٹھتے ہوں۔ شاید ایک ممبر بھی ایسا نہ نکلے۔ جو اس امر کا معترف نہ ہو۔ کہ ممبر خواتین بھی سیاسی حکمتوں کو سمجھنے کی اتنی ہی استعداد رکھتی ہیں۔ جتنی مرد رکھتے ہیں۔ اور عورتیں علمی اور تقریری کسی لحاظ سے بھی مردوں سے کم نہیں ہیں۔

"مسولینی بیان کرتا ہے۔ کہ عورتیں اپنی کوئی ذاتی رائے نہیں رکھتیں۔ اور مرد جو بات ان سے منوانا چاہتا ہے۔ منوا لیتا ہے۔ میں حیران ہوں۔ کہ کتنے شادی شدہ مرد اس بیان کے حق میں ہوں گے۔ جبکہ عورتیں فطری طور پر ہر کام کا اُلٹ کرنے والی مشہور ہیں؟

"مسولینی طنز کے ساتھ کہتا ہے۔ کہ عورتوں

نے اصناف لطیفہ میں سے کوئی چیز اختراع
نہیں کی ۔ یہ صحیح نہیں۔ عورتیں ہر قوم میں
اور ہر زمانے میں اس میں دلچسپی کا اظہار
کرتی رہی ہیں۔ گو ان کے نام مردوں کی کی
کثرت کے ساتھ نظر نہ آئیں۔ لیکن اس کا
یہ مطلب نہیں ہو سکتا۔ کہ ان میں جوہر اعلیٰ
کا فقدان ہے ۔ اس امر میں مردوں سے
پیچھے رہنے کی محض یہ وجہ ہے۔ کہ انہیں اپنی
استعداد علمی کے اظہار کا اتنا موقع نہیں ملا۔
جتنا مردوں کو ملا ہے ۔

آگے چل کر مسولینی اس امر کی تردید کرتا
ہے۔ کہ اکثر جلیل القدر اشخاص کی کامیابی
میں ان کی عورتوں کی امداد بھی شامل تھی۔
اگر تاریخ عالم کے اوراق کو ایک نظر دیکھا جائے
تو ایسی ایک چھوڑ بیسیوں مثالیں مل سکتی ہیں۔
مثال کے طور پر دیکھئے۔ انگلستان کے اندھے
شاعر اعظم ملٹن کی مشہور و معروف تصنیف "فردوس
گم گشتہ" میں اس کی بڑی بیٹی کی امداد کا بہت
بڑا حصہ شامل ہے ملٹن چونکہ خود نابینا ہونے
کی وجہ سے لکھنے سے معذور تھا۔ اس لئے اس
کی بیٹی ہی اس ضخیم تصنیف کو لکھتی۔ اور ترتیب
دیتی تھی ۔ یہ واقعہ ۱۶۵۸ء کا ہے۔ جن دنوں کوئی
مسولینی یہ کہنے والا نہ تھا۔ کہ صنف لطیف ایک
بھولا بھالا اور ننھا سا حیوان ہے ۔

"مسولینی کا یہ بیان بھی صحیح نہیں۔ کہ موجودہ
زمانے کی عورتیں حصول آزادی اور ترقی کے
بعد اپنے فرائض منصبی یعنی بچے پیدا کرنا۔ گھر کا
انتظام کرنا وغیرہ بھولتی جا رہی ہیں۔ بلکہ عورتیں
جوں جوں بیدار ہوتی اور ترقی کرتی جا رہی ہیں۔
اس کے ساتھ ساتھ ان کے فہم و فراست میں
بھی ترقی ہوتی جا رہی ہے۔ اور انہیں اپنے
فرائض کا زیادہ احساس ہوتا جا رہا ہے ۔
میرے وطن یارک شائر کی ترقی یافتہ عورتوں
کے گھر ایسے صاف ستھرے اور سلیقے سے
سجے ہوتے ہیں۔ کہ باید و شاید ۔ گھر کے کام
دھندے کے وقت ان کا لباس بہت سادہ
ہوتا ہے۔ لیکن جس وقت انہیں کسی تقریب یا
سیاسی مجلس میں شریک ہونا ہوتا ہے۔ تو
نہایت نفیس کپڑے پہنتی ہیں ۔ یہ عورتیں بڑے
بڑے منصبوں پر فائز ہونے کے باوجود گھر
کے کام کو عار نہیں سمجھتی ہیں ۔

"باقی رہا اولاد پیدا کرنا۔ سو مسولینی کو معلوم
ہونا چاہئے۔ کہ نسل انسانی بڑھانا ملک و قوم
کے لئے کچھ فائدہ بخش نہیں ہو سکتا۔ جبکہ نئی
پود بوجہ معاش کی کمی کے بیمار اور نحیف و نزار
پیدا ہو۔ اس کے برعکس وہ قوم کے لئے ایک
بار بن جاتی ہے ۔ تھوڑی سی مگر مضبوط اور توانا
آبادی بہت زیادہ مگر لاغر اور بیمار آبادی سے
کہیں بہتر ہے۔ چنانچہ انگلستان کی بہت سی
عورتیں محض فارغ البالی حاصل نہ ہونے کی

وجہ سے ساری عمر کنواری بیٹھی رہتی ہیں۔ اور اپنی زندگی قوم کی بھینٹ چڑھا دیتی ہیں۔

"مسولینی کہتا ہے۔ کہ عورتوں کو کاروبار کرنے۔ ملازمتوں میں حصہ لینے کی بجائے گھر میں رہنا۔ اور شوہر کی دل داری کرنا چاہئے۔ لیکن انگلستان میں عورتوں کی تعداد مردوں سے بقدر بیس لاکھ زیادہ ہے۔ اگر عورتیں کاروبار اور ملازمت چھوڑ دیں۔ تو کھائیں کہاں سے؟ میں حیران ہوں۔ کیا ایسی حالت میں مسولینی تعدد ازدواج کی تلقین کرے گا؟

"آگے چل کر مسولینی بیان کرتا ہے۔ کہ باوجود سیاسی حقوق حاصل ہونے کے بیشتر عورتیں سیاسیات سے بے زار ہیں۔ یہ ایک حد تک صحیح ہے۔ لیکن یہی مثال مردوں پر بھی صادق آتی ہے۔ عورتوں کو سیاسی حقوق حاصل ہونا کل کی بات ہے۔ تعجب تو یہ ہے۔ کہ وہ مرد جو مدتوں سے یہ حقوق رکھتے آ رہے ہیں۔ ان میں بھی بیشتر سیاسیات سے بیزار ہیں۔

"آخر میں مسولینی لکھتا ہے۔ ابھی اس کے لئے صدیاں درکار ہیں۔ کہ عورتیں ملک کی سیاسیات کو سمجھ سکیں۔ اور ملک کی سیاسی خدمات سرانجام دے سکیں۔ تو گویا بالآخر مسولینی نے مان لیا۔ کہ سیاسیات میں عورتوں اور مردوں میں کوئی جنسی تفاوت نہیں۔ بلکہ محض وقتی مسئلہ ہے۔ جو ایک مدت کے بعد دور ہو جائے گا۔ مسولینی کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ عورتیں اس کی بیان کردہ مدت سے بہت پہلے سیاسیات کو سمجھنے۔ اور ملک کی سیاسی خدمات سرانجام دینے کے قابل ہو جائیں گی"۔

کاروباری عورتوں کی درسگاہ

نیویارک میں لڑکیوں اور عورتوں کی ایک بہت بڑی درسگاہ ہے۔ جہاں ان لڑکیوں کو جو کاروبار کرکے یا کوئی ہنر سیکھ کر پیٹ پالنا چاہتی ہوں۔ تعلیم دی جاتی ہے۔ اس درسگاہ میں سیکڑوں قسم کے کام اور دستکاریاں سکھائی جاتی ہیں۔ جو لڑکی جونسا کام یا ہنر پسند کرتی ہے۔ اسے اسی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس درسگاہ میں صرف وہی لڑکیاں داخل کی جاتی ہیں۔ جو آٹھ سال تک کسی اسکول میں تعلیم پا چکی ہوں۔ یہاں ڈریس سینا۔ بوٹ کا کام۔ ٹوپیوں کی سلائی۔ نقلی پھول بنانا۔ نقلی پر بنانا۔ لیمپ کے شیڈ تیار کرنا۔ وارنش بنانا۔ بال تراشنا اور سر دھلانا۔ کھانا پکانا وغیرہ کئی قسم کے کام سکھائے جاتے ہیں۔

ان ہنروں کے ساتھ ہر لڑکی کو انتظام خانہ داری کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اور انگریزی حساب ڈرائنگ اور خرید و فروخت کے اصول وغیرہ بھی بتائے جاتے ہیں۔

جو لڑکیاں دفتروں میں ملازمت کرنا پسند کرتی ہیں۔ انہیں ٹائپ۔ شارٹ ہینڈ اور ایسے ہی دوسرے کام سکھائے جاتے ہیں ۔

اس درسگاہ میں ایک بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ جب لڑکیاں اپنا نصاب تعلیم ختم کرلیتی ہیں۔ تو یہ ان کے لئے ملازمت بھی مہیا کر دیتی ہے۔ اس کام کے لئے ایک ایسا شخص مہیا کیا گیا ہے۔ جس کا نیویارک کے تمام بڑے بڑے کارخانوں اور فیکٹریوں میں بہت رسوخ ہے۔ یہ شخص اپنے اثر سے کام لے کر انہیں ان کی حسب خواہش ملازمت دلا دیتا ہے ۔

اس درسگاہ میں اس وقت گیارہ سو لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں ۔

خادمہ کی ملازمت

پچھلے دنوں لنڈن کی ایک خادمہ مس گریس ینگ نے آلۂ لاسلکی کے سامنے کھڑے ہوکر خادمہ کی ملازمت پر ایک لکچر دیا۔ یہ پہلا موقع ہے۔ کہ اس قسم کا کوئی لکچر لاسلکی کے ذریعے دوسرے ممالک کے لوگوں تک پہنچایا گیا ہو ۔

مس گریس ینگ نے تقریر کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہ "اکثر لڑکیاں خادمہ کی ملازمت کرنا اپنے لئے باعث عار سمجھتی ہیں۔ اور اپنے نام اور پیشے کو ظاہر کرتے ہوئے ہچکچاتی ہیں۔ حالانکہ یہ وہی کام ہے۔ جو ان کی مائیں اپنے گھروں میں سرانجام دیتی ہیں ۔

"میری والدہ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ خادمہ کی ملازمت کرکے بسر کیا ہے۔ اس کے بعد جب میں ملازم ہوئی۔ تو انہوں نے ملازمت چھوڑ دی۔ لیکن اس دوران میں انہوں نے نہ اپنا اصلی نام ظاہر ہونے دیا۔ نہ مجھے ظاہر کرنے دیا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ اس ملازمت کے اختیار کرنے سے ان کے نام کی ہتک ہوتی ہے۔ کتنا پوچ خیال ہے !

"خادمہ کی ملازمت میں ایک یہ بڑا فائدہ ہے۔ کہ اس سے انتظام خانہ داری میں بہت تجربہ اور واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اور فارغ البالی کے زمانے میں جب وہ ملازمت چھوڑ دیتی ہیں۔ تو اپنے گھر کا انتظام نہایت احسن طریق سے کرتی ہیں ۔

"خادماؤں کو عام طور سے یہ بڑی شکایت ہے۔ کہ ان کی ملازمت کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہوتا۔ اور انہیں دن رات میں کوئی وقت بھی ایسا نہیں ملتا۔ جسے صحیح معنوں میں فرصت کا وقت کہا جاسکے ۔ لیکن یہ شکایت رفع کئے جانے کی کوشش کی جارہی ہے" ۔

آخر میں مس ینگ نے کہا۔ کہ اگر میری عمر کا گزرا ہوا حصہ مجھے واپس مل جائے۔ تو میں اسے بھی خادمہ کی ملازمت کرکے بسر کروں ۔

خبریں اور نوٹ

حکومت ترکی جو سرکاری بنک قایم کر رہی ہے۔ اس کا سرمایہ پانچ کروڑ ترکی پونڈ ہوگا۔ اس میں نصف سرمایہ ترکی حکومت جمع کرے گی۔ اور باقی نصف کے حصے ترکی رعایا کے ہاتھ فروخت کئے جائیں گے +

حکومت حجاز مقام دارین میں ہوا بازی کا ایک اسکول قایم کرنے والی ہے۔ جہاں حجاز اور نجد کے نوجوانوں کو ہوائی جہاز اڑانے کی تعلیم دی جائے گی + اس مقصد کے لئے سلطان ابن سعود نے برطانی محکمہ پرواز سے چند انگریز ہوا باز مانگے ہیں +

لنڈن ۳۰ جنوری۔ ملک معظم نے سر انڈریو رائین کو عرب کا برطانی سفیر مقرر کیا ہے +

جدہ سے خبر آئی ہے۔ کہ نجدی فوجوں نے سرحد عراق کے قرب وجوار میں باغیوں پر زبردست حملہ کیا۔ اور بے شمار باغیوں اور ان کے سرغنہ کو قتل کر دیا۔ بہت سے باغی بھاگ گئے +

سلطان ابن سعود نے حکومت عراق سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ ان باغیوں کو جنہوں نے حدود عراق میں پناہ لی ہے۔ حکومت حجاز کے حوالے کردے + چونکہ حکومت عراق اور حجاز کے مابین کوئی اس قسم کا معاہدہ نہیں ہے جس کی رو سے وہ باغیوں کی حوالگی پر مجبور ہو۔ اس لئے اس نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ سمندر کے راستے سے باغیوں کو ملک بدر کر دیا جائے +

حکومت برطانیہ اور عراق موجودہ مشکلات کے متعلق گفتگو کرنے کی غرض سے عنقریب اپنے نمائندے سلطان ابن سعود کی خدمت میں بھیجنے والی ہیں +

۱۹۲۸ء میں سوڈان کی تعلیمی حالت کے متعلق وزیر تعلیم سوڈان کی روئداد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شمالی سوڈان میں تعلیمی اداروں اور درسگاہوں کے علاوہ ایک گورڈن کالج اور گیارہ ابتدائی مدارس ہیں۔ ۱۹۱۸ء میں گورڈن کالج کے طلبار کی تعداد چھیاسی تھی۔ جو ۱۹۲۸ء میں ۴۴۴ تک پہنچ گئی۔ گورڈن کالج اور اسکولوں میں تعلیم کی غرض یہ ہے۔ کہ طلبار کو سرکاری ملازمت میں خاص علوم فنون کا ماہر بنانے کے لئے تیار کیا جائے۔ ابتدائی مدارس میں ایک ہزار دو سو طلبار ہیں۔ اور ان میں چار پانچ سال تک تعلیم دی جاتی ہے +

ابتدائی تعلیم کے مدارس دو قسم کے ہیں یعنی سرکاری اور نجی۔ ایسے مدارس شمالی سوڈان کے بڑے بڑے دیہات میں قایم ہیں +

۱۹۲۶ء میں شمالی سوڈان کی تمام درسگاہوں کے طلبار کی مجموعی تعداد انیس ہزار تھی۔ جو ۱۹۲۸ء میں اٹھائیس ہزار تک پہنچ گئی + ابھی وہاں اشاعت تعلیم کے لئے بڑا میدان ہے۔ کیونکہ اس علاقے

میں تیس لاکھ بچے ایسے ہیں۔ جنھیں ابتدائی مدارس کی ضرورت ہے ÷

عتبرہ - اُم درمان اور خرطوم میں انجینیری۔ تجارت۔ تعمیرات اور سنگ تراشی وغیرہ کی تعلیم کے تین صنعتی مدارس ہیں۔ اگرچہ ان مدارس کی تعلیم اعلیٰ تعلیم کے معیار تک نہیں پہنچی۔ تاہم کامیاب طلبا کو فارغ التحصیل ہوتے ہی ملازمت مل جاتی ہے ÷

مصری حلقوں میں یہ توقع کی جارہی ہے۔ کہ برطانیہ اور مصر کے درمیان ۱۸۹۹ء میں سوڈان کے متعلق جو معاہدہ ہوا تھا۔ وہ منسوخ ہو جائے گا۔ اور سابقہ معاہدہ کی تنسیخ کے بعد مصری فوجیں پھر سوڈان میں مامور ہوں گی ÷ سوڈان کی حکومت میں برطانیہ اور مصر کو برابر کا حق حاصل ہوگا۔ نیز سوڈان کی پیداوار سے دونوں حکومتیں یکساں طور پر فائدہ اُٹھا سکیں گی ÷

طہران کا تار۔ حکومت ایران نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ غیر ملکی لوگ اپنی ایرانی جائدادوں کو ایک سال کے اندر اندر ایرانیوں کے ہاتھ فروخت کر دیں ÷ حکومت کے اس فیصلے سے غیر ملکی حلقوں میں بڑا اضطراب پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس سے برطانی۔ عراقی اور ترکی رعایا کے افراد کو بہت زیادہ مالی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ بعض غیر ملکی سفیروں نے کوشش کی تھی۔ کہ ایرانی حکومت اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرے۔ اور اس حکم کو واپس لے لے۔ لیکن ان کی تمام کوششیں بالکل بے سود ثابت ہوئیں ÷

طہران ۱۰ جنوری۔ چونکہ چاندی کی قیمت گر جانے سے غیر ملکی سکہ مہنگا پڑتا ہے۔ اس لئے ایرانی پارلیمنٹ نے ایک مسودۂ قانون منظور کر کے ایران میں چاندی کی درآمد روک دی ہے ÷

خبر آئی تھی۔ کہ کابل میں شاہی بیگمات بے پردہ نکلتی ہیں۔ اور بے نقاب ہو کر آزادی کے ساتھ سیر و تفریح کرتی ہیں ÷ لیکن اس خبر کی تردید کی گئی ہے ÷

شاہ محمد نادر خاں نے ایک فرمان جاری کیا ہے۔ کہ رمضان المبارک میں تمام جامع مسجدوں میں قرآن شریف ختم کرائے جائیں ÷ اس فرمان میں مولویوں کو وظائف دینے کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے ÷

روما کا تار ہے۔ کہ دولت اطالیہ نے شاہ محمد نادر خاں کی حکومت تسلیم کر لی ہے ÷

شاہ افغانستان محمد نادر خاں نے افغان لڑکیوں کو ترکی سے واپس بلانے کا حکم دیا ہے۔ اور امیر شہید حبیب اللہ خاں کی بیگمات کے وہ وظائف بحال کر دئے ہیں۔ جو امان اللہ خاں کے عہد حکومت میں انہیں ملتے تھے ÷

ہندوستانی ہوا باز من موہن سنگھ فرانس سے روما پہنچ گئے ہیں ÷ آپ ہوائی جہاز میں ہندوستان آرہے ہیں ÷

روما میں ولی عہد اٹلی اور شہزادی بلجیم کے شادی کے موقعے پر پانچ بادشاہ۔ پانچ بیگمیں اور ساٹھ شہزادے شریک ہوتے۔ شاہ جارج پنجم کی طرف سے ڈیوک آف یارک اس شادی میں شریک ہونے کے لئے بھیجے گئے تھے۔

لندن کے مشہور اخبار ٹائمز کے دفتر کے سامنے سنگ مرمر کا ایک کتبہ لگایا گیا ہے۔ جس میں اخبار کی ان خدمات کا ذکر ہے۔ جو اس نے قوم کے لئے سرانجام دی ہیں۔ اور شاہی بنک میں ایک یادگاری فنڈ قائم کیا گیا ہے۔

اٹلی کے بادشاہ نے اپنے ولی عہد کی شادی کی خوشی میں ملک کے مختلف قیدخانوں سے چار لاکھ قیدی چھوڑے ہیں۔ ان قیدیوں میں سیاسی قیدی شامل نہیں ہیں۔

ہنگری کے شہر بوڈاپسٹ میں بعض جدت پسندوں نے شادی کی لاٹری ڈالنے کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ حال ہی میں ایک شادی کی لاٹری کے ۲۰ ہزار ٹکٹ بیچے گئے۔ جن سے ۵۰۷ پونڈ آمدنی ہوئی۔ اور یہ تمام رقم ایک عورت کو بطور جہیز دی گئی۔

حکومت سوویٹ نے ایک انجمن کے انتیس ممبروں کو پھانسی اور ایک شخص کو عمر قید کی سزا اس جرم میں دی ہے۔ کہ وہ عوام میں مذہبی پروپیگنڈہ کرتے۔ اور حکومت سے مذہبی مخالفت کا انتقام لینا چاہتے تھے۔

لندن کا محکمہ ڈاک حکومت ہند سے اس بارے میں خط و کتابت کر رہا ہے۔ کہ برطانیہ اور ہندوستان کے درمیان ایک پبلک بے تار برقی ٹیلی فون سروس قائم کی جائے۔ اُمید کی جاتی ہے۔ کہ یہ سلسلہ جلد جاری کیا جائے گا۔

لارڈ ریڈنگ سابق وائسرائے ہند کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ موجودہ وائسرائے ہند نے لیڈی ریڈنگ کے انتقال پر لارڈ ریڈنگ کو ہمدردی کا تار بھیجا تھا۔ اس کے جواب میں اُنہوں نے دلی شکریہ کا اظہار کیا ہے۔

مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں مفصلہ ذیل شرائط شائع کر کے حضور وائسرائے کو یقین دلایا ہے۔ کہ اگر وہ انہیں منظور کر لیں گے تو سول نافرمانی کا لفظ تک نہیں سنیں گے۔ اور اس کے بعد ہم ہر ایک کانفرنس میں صدق دل سے شامل ہوں گے:۔

۱۔ شراب کی قطعی بندش کر دی جائے۔

۲۔ مالیہ زمین نصف کر دیا جائے۔

۳۔ نمک کا محصول اُڑا دیا جائے۔

۴۔ فوجی اخراجات کم از کم نصف کر دئے جائیں۔

۵۔ بڑے بڑے افسروں کی تنخواہیں آدھی کر دی جاویں۔

۶۔ غیر ملکی کپڑے پر محصول معاف کر دیا جائے۔

۷۔ جہازرانی کابل پاس کیا جائے۔

۸-تمام پولٹیکل قیدیوں کو رہا کیا جائے۔
۹- جلاوطنوں کو واپس آنے کی اجازت دی جائے۔
۱۰-خفیہ پولیس کا محکمہ توڑ دیا جائے۔

۲۷ جنوری کو صوبہ متحدہ کے گورنر سر میلکم ہیلی نے علی گڑھ نمائش کے افتتاح کے موقع پر ایک تقریر کی جس میں کانگرس کی تحریکوں کا ذکر کر کے انہیں ملک کے لئے نقصان رساں بتایا۔ اور حاضرین سے کہا۔ کہ وہ ان میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ آپ نے کہا۔ کہ حکومت ان کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب نے دہلی سے اخبارات کو اطلاع دی ہے۔ کہ میرے مسودہ قانون وراثت کا نام اسمبلی کی قرعہ اندازی میں نکل آیا ہے۔ اور فیصلہ ہو گیا ہے۔ کہ یہ مسودہ ۱۳ فروری کو اسمبلی میں پیش ہو۔ اس دن کے اجنڈے میں یہ بل چھٹے نمبر پر ہے۔

عثمانیہ یونیورسٹی کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ۶۵ گریجویٹوں کو سندیں عطا کی گئیں۔

حضور نظام دکن کے لئے دہلی میں ایک محل تیار ہوا ہے۔ اس عالی شان عمارت میں سفید اور سرخ پتھر لگایا گیا ہے۔ اور اس پر ایک لاکھ ستاون ہزار پانچ سَو پونڈ کی رقم خرچ ہوئی ہے۔ اس کی آرائش و زیبائش کے لئے اڑتالیس ہزار سات سَو پونڈ کی منظوری دی گئی ہے۔ اس محل کا نقشہ ایک ایسی چڑیا کے مشابہ ہے جس نے اپنے پَر پھیلا رکھے ہوں۔ یہ محل چار سال میں تیار ہوا ہے۔ اور اس کے ۴۴ کمروں اور ۱۶ خوابگاہوں میں اطالوی سنگ مرمر استعمال کیا گیا ہے۔

جالندھر میں سکھ لڑکیوں کے لئے کئی اسکول کھولے جائیں گے۔ بعض اصحاب نے اس غرض کے لئے ایک لاکھ روپیہ جمع کیا ہے۔

بنگال پولیس نے شمالی کلکتہ میں ایک بم بنانے کا کارخانہ دریافت کیا ہے۔ اس کارخانے سے کئی بم شیل اور بم بنانے کا مصالحہ اور بم بازی کے متعلق کتابیں برآمد ہوئی ہیں۔ اس کارخانے سے چار بنگالی نوجوان پکڑے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ کلکتہ اور دوسرے مقامات سے سات آدمی اور گرفتار کئے گئے ہیں۔

بمبئی ہائی کورٹ نے ایک شخص مسمی پیٹر نیری سلڈانہا کو اس جرم میں ۹ ماہ قید سخت کی سزا دی ہے۔ کہ اس نے ایک ہفتہ میں دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی قانون میرج کی رو سے اور دوسری کیتھولک طریقے سے کی گئی۔

۲ فروری کو لاہور کے چڑیا گھر میں ایک ملازم کی بے احتیاطی سے شیروں کے کٹہرے کا درمیانی دروازہ کھلا رہ گیا۔ اور دو چیتے اور دو شیر ببر جو نر مادہ تھے۔ لڑ پڑے چیتے اور اس کی مادہ نے شیر ببر اور اس کی مادہ کو مار ڈالا۔

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب نسواں

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

رجسٹرڈ ایل نمبر

جلد ۳۳	لاہور ۔ ہفتہ ۔ ۲۹ مارچ ۱۹۳۰ء	نمبر ۱۳

تہذیب نسواں

لاہور ۔ ہفتہ ۔ ۲۷ شوال المکرم ۱۳۴۸ھ

فہرست مضامین

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اعلان

ایسٹر کی تعطیلات میں رعائتیں

آیندہ ایسٹر کی تعطیلات میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ایسے اسٹیشنوں کے درمیان جن کا فاصلہ سو میل سے زائد ہو - ۱۱ اپریل سے ۲۱- اپریل سنہ ۱۹۳۰ء تک رعائتی شرح سے واپسی ٹکٹ جاری کئے جائیں گے - جو ۵ مئی سنہ ۱۹۳۰ء تک کارآمد ہو سکیں گے +

ان واپسی ٹکٹوں کی رعائتی شرح حسب ذیل ہے :-

اول اور دوم درجہ	$1\frac{1}{3}$ کرایہ
درمیانہ درجہ	$1\frac{1}{2}$ کرایہ
تیسرا درجہ	$1\frac{3}{4}$ کرایہ

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرس آفس لاہور
۱۳ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

جے - ایچ جینز - چیف کمرشیل منیجر

حقیقت حال پر ایک نظر

(۵)

لڑکی کے ساتھ بہت سا مال دینے کا لالچ بالعموم وہاں دیا جاتا ہے۔ جہاں لڑکی میں کچھ نقص ہو۔ اور والدین کسی موٹی اسامی کی تلاش میں ہوں یا لڑکی کی صورت شکل اچھی نہ ہوئی۔ تعلیم و تربیت بھی عمدہ نہ ہوئی۔ اور بھی کوئی خوبی اس میں نہ ہوئی۔ تو والدین اس کمی کو روپے کے زور سے پورا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگ اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ ایسا شخص جو روپے کے لالچ سے شادی کر رہا ہے۔ اسے بیوی سے کیا محبت اور ہمدردی ہو سکتی ہے؟ جو شخص اس قدر بے اصول ہے۔ کہ چند ٹکوں کی خاطر زوجیت جیسے اہم معاملہ کو جس پر انسان کی تمام عمر کی خوشی اور راحت کا انحصار ہے نثار کر رہا ہے۔ اس کے نزدیک میاں بی بی کے پاک اور قیمتی تعلقات محبت و مودت کی کیا عزت ہو سکتی ہے؟ وہ ایک بندۂ زر ہے۔ جو شادی صرف اس لئے کر رہا ہے۔ کہ دولت ملے۔ اس سے ایک محبت رکھنے والے شوہر کی توقع کیسے رکھی جا سکتی ہے؟ اس قسم کے لوگوں نے بیوی کی دولت پر جہاں قبضہ کیا۔ طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ اگر بیوی کو بھی میکہ کا گھمنڈ ہوا۔ اور دم خم رکھتی ہوئیں۔ تو چلو خانہ جنگی کی بنیاد پڑ گئی اور اگر دب گئیں۔ تو گھر میں یا میکہ میں بیٹھی مکھیاں مارا کرو۔ شادی کا نام ہو گیا۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ عمر برباد ہو گئی ❊

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر لوگ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیوں نہیں کسی شریف اور با اصول انسان کو تلاش کر لیتے۔ جو خواہ غریب ہوتا۔ مگر حقوق زوجیت کو سمجھتا۔ شادی محض بی بی کی خاطر کرتا۔ نہ کہ دولت کی خاطر؟ ان حالات میں اگر مال و دولت کی طرف سے تنگی بھی ہو۔ تب بھی آپس کی محبت اور ہمدردی مصائب کو آسان کر دیتی ہے۔ اور عسرت کی زندگی جنتی زندگی سے مبدل ہو جاتی ہے۔ مگر جو لوگ ایسا نہیں کرتے۔ اور مال کا لالچ دے دے کر موٹی آسامیوں کو گھیرنا چاہتے ہیں اس کی دو وجوہ میری سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک قصور تو والدین کی طرف سے۔ اور دوسرا قصور خود لڑکی کی طرف سے ❊

(۱) والدین کی طرف سے قصور سبب ہوتا ہے۔ جب انہیں اپنے ہم چشموں اور برادری کنبہ والوں میں شیخی اور نام و نمود کی خواہش ہو۔ ان کا مقصد ہوتا ہے۔ کہ شریکوں میں ان کی ناک اونچی رہے لڑکی جائے چولھے میں یا بھاڑ میں۔ برادری کے لوگ نہ کہیں۔ کہ آخر کوئی گت بھتنا کا بڑ نہ جڑا۔ تو راہ چلتے منگتے کو لڑکی پکڑا دی۔ اس لئے وہ

چاہتے ہیں۔ بَر اپنی ٹکر کا۔ مالدار ہو۔ کوئی عہدہ دار ہو۔ یا کوئی ہونہار ہو۔ لڑکی میں کوئی ایسی خوبی نہ ہوئی۔ کہ وہ کسی ایسے آدمی کی توجہ اپنی طرف منعطف کر سکے۔ اس لئے وہ لڑکی کے ساتھ ایک رقم رکھ کر رشتہ کی دلچسپی کو بڑھاتے ہیں ٭

مال کا لالچ بہت بُرا ہوتا ہے۔ بہت لوگ ہوتے ہیں۔ جو مال کے حصول کے لئے کسی اصول کے پابند نہیں ہوتے۔ انہی میں وہ بھی ہوتے ہیں۔ جو مال کے لالچ سے شادی کرتے ہیں ٭ انہیں ایسا سُسرا خدا دے۔ ساس سُسر پر احسان کیا۔ مال بھی اُڑایا۔ میاں جب باہر سیر سپاٹوں میں مصروف ہوں۔ تو گھر کی رکھوالی کے لئے مفت کا ایک چوکیدار ملا۔ گھر پہنچے۔ تو بلا تنخواہ کے خدمتگار نے سب کھانا دانا چیز بست درست کر رکھی ہے۔ تو فرمایئے سودا نفع کا ہے یا نقصان کا؟ ایسے لوگ بیوی کو بیوی نہیں سمجھ سکتے۔ صرف حصول دولت کا ایک ذریعہ سمجھ کر شادی کر لی۔ بیوی آج مر جائے۔ ان کی بلا سے۔ بگڑ کر میکے چلی جائے۔ تو خس کم جہاں پاک۔ خلاصی ہوئی ٭ نہ محبت نہ ہمدردی۔ بلکہ درحقیقت نفرت۔ اس کی موت میں فائدہ۔ کیونکہ اگلا راس المال گھر بس رہا۔ اور دوسری تجارت کے لئے راستہ کھل گیا ٭

(۲) لڑکی کی طرف سے قصور تب ہوا کرتا ہے کہ جب وہ فیشن کی دلدادہ ہو۔ آج کل بعض طبقوں میں عورت کی زندگی پرائیویٹ نہیں رہی۔ بلکہ کسی حد تک پبلک ہو گئی ہے۔ یعنی کلبوں۔ پارٹیوں دعوتوں۔ جلسوں۔ تھیٹروں میں مارے مارے پھرنا۔ اور ان معرکوں میں بالمقابل فیشن کے مطابق لباس اور زیور۔ سرخی اور پاؤڈر۔ کریم اور لیونڈر کا شاندار مظاہرہ جزو زندگی بن گیا ہے ٭ ان کے نزدیک شوہر کی محبت اور حسن سلوک کا ایک ہی معیار ہے۔ اور یہ کہ وہ یہ سب چیزیں مہیا کرے۔ چوری کرے۔ ڈاکہ ڈالے۔ رشوت لے۔ کسی کی جیب کترے۔ مگر ان تمام لوازمات فیشن کو نبھاتا چلا جائے۔ تاکہ بیوی صاحب کا اس نمود و نمائش کے مظاہرے میں نمبر کسی سے گھٹ کر نہ رہے اور اگر شوہر ان چیزوں کو مہیا کرنے کے قابل نہیں تو پھر وہ جی کا جنجال ہے۔ اور گھر نمونہ جہنم۔ اور بیوی کی زندگی وبال ہے ٭ یہ بیماری پہلے صرف یورپ میں تھی۔ مگر اب یہ وبا رفتہ رفتہ ہندوستان میں بھی پھیل رہی ہے ٭ ان حالات میں اگر والدین اپنی لڑکی کی شادی کسی غریب یا متوسط الحال شخص سے کر دیں۔ تو فرمایئے۔ اس کے لئے شوہر کا گھر جہنم ہے یا نہیں۔ پھر اسے ہسٹیریا یا جنون نہ ہو جائے۔ یا وہ خودکشی کر کے نہ مر جائے تو کیا کرے؟ پس مجبوراً والدین کو رشتہ کے لئے کوئی مالدار اسامی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ لڑکی ہمہ صفت موصوف ہوئی۔ تو حسب منشا بَر مل گیا۔

اگر لڑکی میں نقص ہوا۔ تو پھر روپوں کی تھیلی ساتھ
رکھ کر وزن پورا کیا جاتا ہے ؛
اس مصیبت سے نکلنے کا ایک ہی علاج ہے۔
اور وہ یہ ہے۔ کہ لڑکی کو اعلیٰ تعلیم و تربیت دی
جائے + تربیت سے میری مراد فیشن پرستی نہیں۔
بلکہ اس کے اخلاق اور مطمح نظر کو سلجھایا جائے۔
اس کے دل میں سچی خوشی اور راحت کے حقیقی
اسباب کی عزت پیدا کی جائے + اگر وہ خوش شکل
ہوگی۔ اور تقدیر کی اچھی ہوگی۔ تو اعلیٰ تعلیم و تربیت
چار چاند بن کر چمکے گی۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ طبقے
کا آدمی اس کی زوجیت کو اپنے لئے عزت اور
فخر کا موجب سمجھے گا + اگر شکل اچھی نہ ہوئی۔ اور
تقدیر نے بھی یاوری نہ کی۔ اور کسی متوسط درجے
کے آدمی سے بھی پالا پڑ گیا۔ تو وہ ہنسی خوشی نبھا
جائے گی۔ اور اپنی محبت اور ہمدردی کی نعمت
سے بھرے ہوئے گھر میں جنت کا لطف حاصل
کر سکے گی + اور اگر حسب منشا بر نہیں ملے گا۔
تب بھی وہ والدین یا بھائی بھاوج یا کسی دوسرے
رشتہ دار کی دست نگر ہو کر نہ رہے گی۔ بلکہ کسی
زنانہ کالج یا اسکول وغیرہ میں ملازمت کر کے
عزت کی زندگی بسر کر سکے گی + اس شادی کا
کیا فائدہ۔ جہاں محبت اور اتفاق نہ ہو۔ بلکہ روپے
کے عوض میں بجائے شوہر کے لڑائی اور فساد
خرید لیا ہو؟ اگر خود علم و ہنر آتا ہوگا۔ تو کہیں نرس

بن سکتی ہے۔ اُستانی بن سکتی ہے۔ ڈاکٹر بن سکتی
ہے۔ اور عزت کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ اگر
کوئی ہم خیال با اصول شریف انسان مل جائیگا
تو سبحان اللہ شادی بھی کر لے گی ؛
الغرض لڑکی خود ہو۔ یا اس کے والدین ہوں۔
شادی کے لئے جس رشتے کو انتخاب کیا جائے
اس میں دولت کی بجائے شرافت کو مقدم
سمجھا جائے۔ شرافت سے میری مراد اخلاق فاضلہ
ہیں۔ شرافت کے ساتھ دولت ملے۔ تو کیا کہنے
ہیں۔ اگر شرافت نہیں۔ تو صرف دولت کے عوض
نہ لڑکی بیچے۔ نہ لڑکا خریدے ؛

بشارت احمد از جہلم

السلام علیکم

ہمیں دلی خوشی ہے۔ اور ہمیں یقین ہے۔ کہ
اس خوشی میں تمام تہذیبی بہنیں ہماری
شریک ہوں گی۔ کہ اخبار کے پرانے معاون
جناب ممتاز احمد صاحب فاروقی نے اپنی
مصروفیات میں سے پھر کچھ وقت تہذیب
کے لئے نکال لیا۔ ہم ان کی اس توجہ کا
دلی شکریہ ادا کرتے ہیں ؛ (تاج)

ہمارے مذہب اسلام کی یہ ایک نمایاں خصوصیت
ہے۔ کہ ایک مسلمان جب دوسرے کسی مسلمان

سے ملتا ہے۔ چاہے وہ اس سے قطعاً ناآشنا ہی کیوں
نہ ہو۔ مگر جب وہ "السلام علیکم" کہتا ہے۔ اور دوسرا
"وعلیکم السلام" کہتا ہے۔ تو وہ ایک دوسرے کو
دینی بھائی سمجھنے لگتے ہیں۔ اور ان کو کسی خاص
انٹروڈکشن کی ضرورت نہیں رہتی + یہ ہمارے
مسلمانوں کی بدقسمتی ہے۔ کہ اب اکثر نئے تعلیم یافتہ
اور فیشن ایبل نوجوان السلام علیکم کی جگہ "گڈ مارننگ"
اور "گڈ ایوننگ"۔ اور "گڈ نائٹ" کا عام استعمال کرتے
ہیں۔ اور اس اسلامی دعائیہ کلمہ کو استعمال کرنا
پرانا فیشن اور اپنی کسر شان سمجھتے ہیں +

مثل مشہور ہے۔ "چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں
بڑے میاں سبحان اللہ" + ہم مسلمانوں میں بڑے
بوڑھے لوگ اور بزرگ بوڑھی عورتیں اپنے
ہم عمروں کو تو چاہے السلام علیک کہدیں۔ مگر
اپنے سے کم عمر لوگوں کو السلام علیک کہنا اپنی
سبکی خیال کرتے ہیں۔ اور وہ امید رکھتے ہیں۔
کہ ان سے عمر میں چھوٹے لوگ چاہے وہ خود ادھیڑ
عمر کے ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کو "آداب عرض"
کہیں۔ اور وہ جواب میں "جیتے رہو بیٹا۔ بڑی
عمر" وغیرہ کہدیا کریں +

خطوط میں بھی "بعد آداب کے عرض ہے"۔
یا "تسلیمات" بھی اس کے ساتھ لکھ دیا جاتا ہے۔
اور ادھر سے اس کے جواب میں "بعد دعا و
پیار کے واضح ہو" لکھا جاتا ہے + مجھے یہ طریقہ
بالکل پسند نہیں۔ "السلام علیکم" (یعنی تم پر سلامتی
ہو۔) سے بڑھ کر اور کیا کوئی دعا ہو سکتی ہے۔ اور
مذہب اسلام نے اس بات میں کوئی تفریق
نہیں رکھی۔ کہ چھوٹے بڑوں کو سلام علیک
کہیں۔ اور بڑے چھوٹوں کو نہ کہیں +

"جیتے رہو بیٹا۔ بڑی عمر" ایک دعا تو ہے۔
مگر ویسی جامع نہیں ہے۔ جیسی "السلام علیکم" ہے +
صرف بڑی عمر پانا کوئی خوش قسمتی نہیں۔ ایک
عمر انسان پر ایسی آتی ہے۔ جبکہ وہ چلنے پھرنے
دیکھنے اور سننے سے بھی معذور ہو جاتا ہے۔ اور
ہر بات میں دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اس
قسم کی زندگی سے تو بہتر ہے۔ کہ انسان مر ہی
جائے + اس لئے "تم پر سلامتی ہو" والی دعا
میں زندگی کی تمام خوبیاں آجاتی ہیں +

اب بتائیے۔ کہ اگر کوئی نوجوان لڑکی اپنی
والدہ یا نانی یا دادی کو "السلام علیکم" کہتی ہے۔
اور وہ جواب میں وعلیکم السلام کہدیں۔ تو اس
میں کونسا ہرج ہو گیا۔ مگر چونکہ ہمارے بڑے
بوڑھے زمانہ قدیم سے اسی طرح "آداب عرض"
اور "جیتے رہو" کرتے آئے۔ اس لئے ہم بھی
لکیر کے فقیر بنے بیٹھے رہیں۔ یہ کونسی عقل مندی
کی بات ہے؟ ہاں اگر دادی اماں نے پان کا
بیڑا لگا کر دیا۔ تو شوق سے "آداب عرض"
کہئے۔ اور وہ شوق سے "جیتے رہو بیٹا" کہیں۔

یا اسی قسم کے آداب موقعوں پر۔ اس میں تو ایک
لطف کی بات ہے۔ اور بزرگوں کا دل بھی خوش
ہوتا ہے۔ مگر ملاقات پر اور رخصت ہونے پر
السلام علیکم اور وعلیکم السلام سے بڑھ کر آداب کوئی
دعائیہ کلمہ نہیں۔ اور خطوط میں بھی اسی کا استعمال
لازمی ہے۔

جب ایک عرب بدوی بھی آنحضرت کے حضور
میں آتا تھا۔ تو "السلام علیکم یا رسول اللہ" کہتا
تھا۔ اور آپ "وعلیکم السلام" فرماتے تھے۔ تو بھلا میری
آپ کون ہیں۔ کہ اس پر ناک بھوں چڑھائیں۔ امید ہے
میری بہنیں اس بارے میں مجھ سے متفق ہوں گی۔

ممتاز احمد فاروقی از کلکتہ

پردے کی نسبت میرا خیال

آج کل پردہ ترک کرنے کے متعلق گھر گھر مختلف
چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ کوئی پرچہ یا رسالہ ایسا
نہیں۔ جس میں کوئی مضمون اس جدید تحریک کے
متعلق نگاہ سے نہ گزرتا ہو۔ چنانچہ آج میں بھی
اپنے خیال کا اظہار کر کے کسی فریق کی اچھی اور
کسی کی بری بنتی ہوں۔ میری رائے میں جو چھوٹی
بچیاں آج کل باقاعدہ مدارس میں زیر تعلیم ہیں۔
ان کو مروجہ پردہ قایم رکھنے کی تاکید نہ کی جائے۔
ان کو دینی اور دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ستر پوشی
کے ساتھ باہر نکلنا۔ اور خودداری کے ساتھ مردوں
کے دوش بدوش کام کرنا عملی طور پر سکھایا جائے۔
ان کے ذہن نشین کیا جائے۔ کہ ترک پردہ
سے ملک اور قوم کی بہبودی کی رکاوٹیں دور کرنا
مراد ہے۔ نہ کہ خودداری کو ترک کر کے اور بے حیائی
کا جامہ پہن کر ایک تماشا بننا۔ جس سے کہ سوائے
نقصان کے ملک کو کوئی فائدہ پہنچنے کی امید نہیں۔

جن خواتین کی تعلیم زمانہ کے حسب حال نہیں
ہوئی ہے۔ اور جنہوں نے اپنی تمام عمر پردہ نشینی ہی
میں گزاری ہے۔ ان کا پردے ہی میں رہنا
انسب ہے۔ لیکن اگر وہ پردہ چھوڑنے ہی پر
آمادہ ہیں۔ تو بہتر ہوگا۔ کہ وہ اپنے شوہر۔ بھائی
یا کسی معتبر سرپرست کے بغیر گھر سے باہر ایک
قدم بھی نہ رکھیں۔ کیونکہ وہ ایک پنجرے میں بند
رہنے والے پرند کی طرح ہیں۔ جس کو آزادی
میں خطرہ ہے۔ میں نے ایسی مثالیں بارہا دیکھی
ہیں۔ کہ بعض عمر بھر کی پردے میں بیٹھنے والیاں
بے ڈھنگا لباس زیب تن کر کے خود یا کسی کی تحریک
سے مردوں کے سامنے آئیں۔ اور چونکہ وہ مردوں
سے ملنے اور باہر نکلنے کے آداب سے واقف نہ
تھیں۔ انہوں نے طرح طرح کی بے تمیزیاں کر کے
بے پردہ خواتین سے اپنے نام رکھوائے۔ بعض
مردوں نے بھی ان پر بعد میں اعتراض کئے۔

چونکہ میں نے مشن اسکول میں تعلیم پائی ہے۔

اور مشن ہی کے بے پردہ اسکول میں عیسائی لڑکیوں کو تعلیم دیتی ہوں۔ اس لئے ہر ایک میری نسبت یہ رائے قایم کر سکتا ہے۔ کہ میں بھی بے پردہ ہوکر علانیہ نہیں تو چھپ کر ضرور ہی پھرتی ہوں گی۔ جس کی مثالیں آج کل عام ہیں۔ مگر مجھ پر بدگمانی کرنے والے یہ سن کر تعجب کریں گے۔ کہ میں بے نقاب ہوکر بغیر پردے کے فٹن پر کبھی اسکول نہیں گئی۔ بغیر کسی خاص انتظام اور اطمینان کے میں کسی کے گھر جانا بھی پسند نہیں کرتی۔ کیونکہ بعض گھروں میں بدانتظامی کی وجہ سے اکثر بے پردگی ہوجاتی ہے ؁

شاہزاد جہاں بیگم۔ آگرہ

ارمان

شعر منثور

سورج ڈوبتا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی میرے ارمان۔ میرے افسردہ ارمان بھی ڈوب رہے ہیں!

وہ دوسرے دن پھر نکل آئے گا۔

مگر یہ راستہ بھول کر دوسری طرف کو نکل جائیں گے!

وہ ایک دفعہ پھر طلوع ہوگا۔

مگر میرے ارمان ہمیشہ کے لئے غروب ہوجائیں گے!

ہرن جنگلوں میں دور کے راستوں پر جاکر اپنے مقام پر واپس آجاتے ہیں۔

پر میرے ارمان راستہ بھول کر بھٹک جائیں گے۔

اور معبود جانے کدھر نکل جائیں گے۔ کہ پھر کبھی واپس نہ آئیں گے!

دوست۔۔۔ پیارے دوست۔ دیکھو سورج آہستہ آہستہ ڈوبتا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ میرے ارمان میرے افسردہ ارمان بھی ہمیشہ کے لئے ڈوبتے جاتے ہیں!

آج وہ بھی مٹ گیا لو ہوگیا قصہ تمام۔
داغ حسرت دل میں تھا اک یادگار آرزو

حجاب اسمٰعیل

آر۔ ایس۔ وی۔ پی

تہذیب کے فروری کے ماہوار اڈیشن میں عنوان بالا پر سید امتیاز علی صاحب کا مضمون نظر سے گزرا۔ مضمون بے شک مفید و قابل عمل ہے۔ اور اس پر کچھ اور لکھنے کی گنجائش بھی نہیں معلوم ہوتی۔ مگر مضمون کا پہلا پیرا پڑھتے ہی مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔ جو بہنوں کی دلچسپی کے لئے لکھتی ہوں؁ جنوبی ہند کے ایک کالج میں دو ہندو دوست

...ے۔ جن میں آپس میں بے حد بے تکلفی تھی
...سے ایک صاحب نائر قوم کے تھے۔ اور
...اریاں کھاتے تھے۔ دوسرے صاحب
...یز سے پرہیز نہ تھا۔ جب کالج کی تعلیم سے
...ہوئی۔ تو دونوں مزید تعلیم کی غرض سے
...ئے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب وہاں ان
...ائی بڑھ گئی۔ تو ایک دن ان دونوں
...کے نام ایک ڈنر کے دعوتی کارڈ آئے۔
...ی یا خوش قسمتی کہ ان کارڈوں پر حروف
...۔ دی۔ پی بھی لکھے ہوئے تھے۔ ان الفاظ
...م سے ترکاری خور صاحب قطعی ناواقف

...ل نے اپنے دوست سے پوچھا۔ کہ ان
...ے کیا معنی ہیں۔ دوست کو معنی معلوم تھے
...ا زندہ دل اور بذلہ سنج۔ بولا" دوست!
...منی ہیں" رسم" (مدراسیوں کا مرغوب سالن
...) ایس کے معنی ہیں "سارو" (یہ بھی
...ں کا لذیذ سالن ہوتا ہے۔) دی کے معنی
...ے" یعنی مدراسی بڑے جو بہت مزیدار
...ب۔ اور پی کے معنے ہیں" پاپیا" یعنی
...مدراسی ہندو بڑے شوق سے کھاتے
...ایہ کہ ہمارے تمہارے دیس کے مرغوب
...ھی ضیافت کے لئے تیار کئے جائیں گے"
...کھانوں کا نام سنتے ہی غریب ترکاری خور
کی باچھیں کھل گئیں۔ بے چارہ جب سے لندن آیا
تھا۔ اپنے محبوب کھانوں کے لئے ترس گیا تھا
طے کر لیا۔ کہ ضرور ضیافت میں شریک ہوں گے+

وقت مقررہ پر دونوں دوست تیار ہو کر دعوت
میں گئے۔ جب تمام مہمان جمع ہو گئے۔ تو کھانے
کے کمرے میں پہنچے۔ وہاں کھانوں کی صورت
دیکھی۔ تو غریب ترکاری خور کے ہوش اُڑ گئے۔ مگر واپس
جانا خلاف تہذیب تھا۔ اس کے علاوہ ڈنر ہال میں
بیچوں بیچ بُری طرح پھنس کر رہ گیا تھا۔ چنانچہ
دل پر جبر کئے ہوئے۔ اور اپنے دوست پر غصے
سے پیچ و تاب کھاتے ڈنر ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ اس کے
عین مقابل اس کا دوست بیٹھا۔ اس کی دلی
کیفیات کو سمجھ کر لطف لے رہا تھا۔ مگر نظریں چار
نہ کرتا تھا۔

مجبوری کو ترکاری خور صاحب نے تمام کھانے
کھائے۔ ڈنر ختم ہونے پر جب باہر نکلے۔ تو گو
ترکاری خور دل ہی دل میں ان لذیذ کھانوں سے
خوش تھے۔ مگر دکھاوے کو بڑے زور سے اپنے
دوست پر برسے۔ اس کے بعد وہ اپنے رسم۔
سارو۔ وڑے۔ پاپیا سب بھول گئے۔ اور
انگریزی کھانوں کے دلدادہ ہو گئے۔ لیکن اب بھی
ان کو ان الفاظ کے معنے معلوم نہ ہوئے تھے۔
اس لئے انہوں نے پھر ایک دن بڑے زور سے
اپنے دوست سے ان الفاظ کے معنی دریافت کئے۔

اب کے ان کے دوست نے مذاق کے طور پر کہا۔
"آر سے روسٹ۔ ایس سے سلاد۔ وی سے وینگر
اور پی سے پڈنگ" مراد ہے۔ لیکن چونکہ ان
مذکورہ اشیاء کوئی بھی ڈنر پر موجود نہ تھی۔ مسٹر کاری
خور صاحب نہایت غضبناک ہوئے۔ کہ تم مجھے
بناتے ہو۔ اس پر ان کے دوست نے انہیں صحیح
معنی بتا دیئے۔ اور وہ اس کا مفہوم سمجھ کر اس
پر عمل پیرا ہونے لگے ؛

فاطمہ محمد حسین صدیقی

سوئی سے احتیاط

ایک واقعہ تہذیبی بہنوں کی دلچسپی کے لئے
یہاں لکھتی ہوں۔ ہمارے پڑوس میں ایک
شریف گھرانا ہے۔ جن کو خدا نے سب کچھ دے
رکھا ہے۔ گھر میں دائی نوکر سب موجود ہیں۔
بی بی پڑھی لکھی فیشن ایبل۔ شہر کی رہنے والی۔
ان کی ایک ہی بچی ہے۔ جس کی عمر اس وقت
ایک سال کی ہے۔ یہ بی بی ایک روز اپنے
کمرے میں تخت پر بیٹھی سلائی کر رہی تھیں۔ اور
ان کے ارد گرد تخت پر سلائی کی چیزیں۔ سوئی
دھاگہ۔ کپڑے۔ قینچی۔ سلائی کی مشین وغیرہ
تھی۔ یہ سلائی میں ایسی مشغول تھیں۔ کہ انہیں
دین و دنیا کی کوئی خبر نہ تھی۔ ان کی ننھی بچی
بھی اسی تخت پر بیٹھی کھیل رہی تھی ؛

اتفاق ایسا ہوا۔ کہ بے دھاگے کی سوئی
اس کے پیٹ میں چبھ گئی۔ بے چاری بہت
روئی۔ ظاہر ہے۔ ایک پوری سوئی جس کے
جسم میں چبھ جائے۔ اس کی تکلیف و بے چینی
کی کیا حالت ہوگی۔ بڑا آدمی بھی اسے برداشت
نہیں کر سکتا۔ اور وہ تو بے زبان بچی تھی۔ رو
دھو کر تھک گئی۔ تو بے چاری سو گئی۔ اور گھر
والوں نے اسے نہایت ہی اطمینان سے پلنگ
پر لٹا دیا۔ گھر بھر میں کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔
کہ اس بچی کے پیٹ میں پوری سوئی اتر گئی
ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ گھر کی بی بی یعنی بچی
کی ماں کو بھی کسی طرح اس کا علم نہ ہو سکا !

سوئی چبھے ڈیڑھ مہینے کا عرصہ ہو گیا۔ سوئی
نے پیٹ میں ایک چھوٹے سے پھوڑے کی شکل
اختیار کر لی۔ اس عرصے میں بچی برابر رو رو کر
چپ ہو جایا کرتی۔ بلکہ بچی کی کھلائی کہتی ہے۔ کہ
شب میں کئی بار چلا چلا کر رویا کرتی۔ لیکن کوئی
یہ معلوم نہ کر سکا۔ کہ اس کے پیٹ میں کوئی چیز چبھی
ہوئی ہے۔ گھر والوں نے سمجھا۔ کہ یوں ہی بچی
کو ایک دانہ نکل آیا ہے۔ ہفتہ روز تک دانہ یوں
ہی رہا۔ اس کے بعد جب بچی کو کچھ زیادہ تکلیف
ہونے لگی۔ تو اس کے والد نے اسے شفاخانہ
بھجوا دیا۔ وہاں کئی ڈاکٹروں نے دیکھا۔

لیکن کسی نے یہ نہ سمجھا۔ کہ پوری سوئی گھستی ہوئی ہے۔ اوپر مرہم لگا دیا۔ اور کہا۔ کہ ایسا زخم تو دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہ عجیب طرح کا زخم ہے *

کئی روز وہ معصوم بچی شفا خانہ جاتی رہی۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ فائدہ ہو۔ تو کیونکر ہو۔ وہ زخم تھوڑا ہی تھا۔ آخر ایک روز دربھنگہ کے سرکاری شفاخانہ کی ہوشیار لیڈی ڈاکٹر نے اس بچی کو دیکھا۔ اور انگلیوں سے دبا کر فوراً پوری سوئی نکال دی ÷ اس ڈیڑھ مہینہ کے عرصے میں سوئی کی شکل بالکل سیاہ لوہے کی طرح ہو گئی تھی۔ چونکہ وہ موسم جاڑے کا تھا۔ اس لئے ڈیڑھ مہینے تک سوئی پیٹ میں چھپی رہی۔ اور زیادہ تکلیف نہ ہوئی۔ محض چھوٹا سا پھوڑا ہو کر رہ گیا۔ ورنہ گرمی کے دنوں میں نہ معلوم وہ سوئی بچی کا کیا حال کرتی۔ اور کس قدر اسے تکلیف دیتی *

سوئی بچی کی ماں کے پاس آئی۔ ماں نے دیکھا۔ گھر بھر نے دیکھا۔ بلکہ ماں نے بچی کی نانی کے یہاں سوئی لفافے میں رکھ کر بھیج دی۔ آپ ماں کو سخت حیرت تھی۔ کہ سوئی بچی کے جسم میں چھپی کیسے۔ اور اتنے عرصے تک اس کا حال معلوم کیوں نہ ہو سکا *

وہ بچی ہمارے یہاں برابر اپنی کھلائی کی گود میں آتی ہے۔ بلکہ ہر روز ہمیں اس کو دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اب وہ ماشاء اللہ خوب موٹی تازی اور تندرست ہے *

میرا مضمون لکھنے سے مقصد یہ ہے۔ کہ ہر تہذیبی بہن سلائی پرونی کے وقت سوئی سے بہت احتیاط رکھیں۔ سلائی ختم ہونے پر سوئی کسی گدی یا کپڑے کے چھوٹے ٹکڑے میں اڑس دیں۔ کبھی ادھر ادھر نہ ڈالیں۔ خاص کر جس گھر میں چھوٹے چھوٹے بچے ہوں۔ اس گھر کی مالکہ کو اور زیادہ احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے *

رابعہ خانم۔ دربھنگہ

مرغیوں کی تجارت و پرداخت

محترمہ بہن انیس فاطمہ کا مضمون پڑھ کر مجھے بھی اس موضوع پر مضمون لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ مرغیوں کا شوق ایسا ہے۔ کہ وقت لطف سے گزارنے کے علاوہ ایک تھوڑے سے سرمایہ میں اس دلچسپ مشغلے کے ذریعے خاصی آمدنی بھی ہو سکتی ہے *

مرغیاں پالنے کے شوق کے متعلق عام شکایت یہ سُنی جاتی ہے۔ کہ گرمیوں اور برسات کے موسم میں مرغیاں بہت زیادہ ضائع ہوتی ہیں۔ مگر یہ غلطی محض رکھ رکھاؤ کی ہے۔ مرغیوں کا ڈربا کشادہ ہونا چاہئے۔ جس میں دھوپ اور

ہوا کا گزر اچھی طرح سے ہو۔ دروازہ اتنا بڑا ہو۔ کہ ایک آدمی دڑبے میں صفائی کے لئے باسہولت داخل ہو سکے۔ دڑبے کی زمین پختہ ہو۔ اس میں ایک چبوترہ ہو جس کی اونچائی دو فٹ کی ہو۔ اس پر مرغیوں کے رات بسر کرنے کو اڈے ہوں۔ جن کا فاصلہ دیوار سے دو فٹ ہو۔ اڈوں کی سلاخ کے درمیان ایک چھوٹی سی کٹوری ہو جس میں مٹی کا تیل گاہے ماہے ڈالنا چاہئے۔ تاکہ کلنی جو مرغیوں کی خطرناک دشمن ہے۔ ان کے اڈوں پر نہ جا سکے ؛

مرغیوں کے دڑبے کی صفائی کی بہت ضرورت ہے۔ وہ بلاناغہ اپنے سامنے صاف کروانا چاہئے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ (Izal Lation) کا چھڑکاؤ پچکاری کے ذریعے کروانا چاہئے۔ کونوں میں اور اڈے کی لکڑیوں پر تارکول لگانا ضروری ہے ۔ مرغیوں کے ڈربوں کے پاس ان کے لوٹنے کے لئے ایک جگہ بنوانا چاہئے۔ جس میں ریت ہو۔ تاکہ مرغیاں لوٹ پوٹ کر اپنے جسم کو صاف کرلیں ؛

مرغیوں کے لئے پانی ہمیشہ سایہ دار جگہ میں رکھنا چاہئے۔ تاکہ پانی تمازت آفتاب سے گرم نہ ہو۔ گرم پانی مرغیوں کے لئے مضرت رساں ہے۔ اس کے استعمال سے ان کو اسہال کی بیماری ہو جاتی ہے ۔ گرمیوں اور برسات میں مرغیوں کے پینے کے پانی میں پرمینگنٹ آف پوٹاش تھوڑا سا ملانا مفید ہے ۔ پوٹاش اس مقدار میں ملائی جائے۔ کہ پانی کا رنگ گلابی ہو جائے۔ یا سب سے بہتر یہ ہے۔ کہ ایک ڈرام ٹنکچر آیوڈین ایک گھڑے پانی میں ملایا جائے ؛

دو ہفتے میں ایک مرتبہ پیاز دینا ضروری ہے۔ مگر اتنے عرصے سے پہلے نہ دینا چاہئے۔ کیونکہ پھر اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ انڈوں میں پیاز کی بو نہ آنے لگے۔ انڈوں کا انحصار مرغیوں کی غذا پر ہے ؛

غذا کا دستور العمل یوں ہونا چاہئے۔ کہ صبح کو دانہ یعنی زرد رنگ کی جوار زمین پر بکھیر دینی چاہئے۔ اس کے چگنے میں مرغیوں کی ورزش ہوگی۔ اور ان کا دوران خون تیز ہوگا۔ ان کی بھوک میں ترقی ہوگی۔ مٹھی بھر دانہ ۵ مرغیوں کے لئے کافی ہے ؛

دوپہر کو دو حصے چوکر۔ تین حصے آٹا گندم۔ دو حصے آٹا جوار۔ ۱½ حصہ برادہ مچھلی جو مدراس میں ملتا ہے ۔ سہ پہر کو اوجھری۔ سبزی یعنی گوبھی شلغم وغیرہ ۔ سہ پہر سے لے کر غروب آفتاب تک کوئی غذا دینے کی ضرورت نہیں۔ قریب غروب پھر دانہ جوار اور گیہوں دینا مفید ہے ۔ ایک برتن میں کوئلہ اور پسی ہوئی سیپ ہو۔ یہ قوت ہاضمہ کو بڑھاتی اور انڈوں کو مضبوط کرتی ہے۔ باقی ضروری

امور پھر تحریر کروں گی۔

حسنہ فاطمہ بنت سید محسن حسین رائپور

جلسہ تقسیم انعام

۲۰ مارچ کو مسلم گرلز انٹرمیڈیٹ کالج میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا تھا۔ جس میں محترمہ نفیس دلہن صاحبہ سکرٹری آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس نے انعامات تقسیم فرمائے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے جو تقریر فرمائی۔ وہ درج ذیل ہے:

محترمہ عبداللہ بیگم صاحبہ ہیڈ مسٹرس۔ اسٹاف اور طالبات! میں دل سے آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس موقع پر مجھ کو یاد فرما کر اس درسگاہ کی ایک خدمت کا موقع دیا۔ اس زمانہ میں تعلیم کا مسئلہ جس قدر ضروری اور مشکل ہے۔ وہ سب پر ظاہر ہے۔ خصوصاً پردہ نشین مستورات کے لئے۔

اس درسگاہ نے سالہا سال سے اس مسئلہ کے حل کرنے کی لگاتار کوشش کی ہے جس کی بدولت بہت سی لڑکیاں دولت علم سے مالامال ہوئی ہیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ جہاں تک لڑکیوں کی آسائش اور خبر گیری کا تعلق ہے۔ وہاں تک جناب عبداللہ بیگم صاحبہ کی ان تھک اور مخلصانہ بیش بہا خدمات ہم سب کے شکریہ کی مستحق ہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ اگر موصوفہ اس قدر جانفشانی اور ہمدردی نہ کرتیں۔ تو اس مدرسے کا چلنا ممکن نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے۔ اور عرصے تک زندہ و سلامت رکھے۔ آمین!

ناشکری ہو گی۔ اگر اس موقع پر آنریری سکرٹری خان بہادر شیخ عبداللہ صاحب کی خدمات اور کوششوں کا اعتراف نہ کیا جائے۔ یہ شیخ صاحب ہی کی کوشش و ہمت کا نتیجہ ہے۔ کہ ایک محض ابتدائی مدرسے کو جو شہر کے ایک کرایہ کے مکان میں شروع ہوا۔ آج ہم اس شاندار عمارت میں کالج کے درجے تک ترقی یافتہ دیکھتے ہیں۔ طبقہ نسواں شیخ صاحب کی کوشش و ہمدردی کا ہمیشہ ممنون و شکر گزار رہے گا۔

اس مدرسے کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس نے اپنے قیام سے لے کر اب تک برابر وظائف کی مد میں بیش قرار امداد کی ہے۔ خوشی کا مقام ہے۔ کہ کالج کے متعلق جدید بورڈنگ کی عمارت تیار ہو رہی ہے۔ جس کے تیار ہو جانے پر کالج کو اور زیادہ ترقی ہو جانے کی امید ہے۔ اس کالج میں ایک زنانہ مسجد بنانے کا نہایت مبارک خیال ہے۔ خدا وہ دن لائے۔ کہ ہم اس مبارک خیال کا مجسمہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ مگر یہ جب ہی ہو گا۔ کہ ہم سب مل کر ہمت کریں۔ اور اپنے حلقہ اثر میں کوشش کر کے روپیہ فراہم کریں۔ حیدرآباد

میں فراہمی چندہ کا میں نے ارادہ کرلیا ہے۔ خدا میری مدد فرمائے ۔

ہیڈ مسٹرس صاحبہ اور دیگر اُستانی صاحبان جو ہماری بچیوں کی تعلیم میں کوشش فرما رہی ہیں۔ اور جن کی کوشش پر مدرسے کی سرسبزی کا دارومدار ہے۔ ان کا شکریہ ادا کرنا ہم پر واجب ہے ۔

جن طالبات نے محنت اور کوشش کر کے انعام کا مستحق اپنے کو ثابت کیا ہے۔ ان کو میں مبارکباد دیتی ہوں۔ اور آیندہ دو نوجوان میں ان کی کامیابی کے لئے دعا ہے ۔ امید ہے۔ کہ آیندہ زندگی میں وہ اس مدرسے کی تعلیم و تربیت کی خوبی اپنے طرز عمل اور طرز زندگی سے ثابت کریں گی۔ جن لڑکیوں کو انعام نہیں ملا ہے۔ امید ہے۔ کہ آیندہ وہ بھی کوشش کر کے اپنے آپ کو انعام کا مستحق ثابت کریں گی ۔ آخر میں میری دعا ہے۔ کہ یہ درسگاہ صدیوں تک فیض بخش اور کامیاب رہے۔ آمین ۔

مسجد فنڈ

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ آداب۔ مسجد فنڈ میں اب تک جو رقوم آئی ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

جناب امتیاز جہاں بیگم صاحبہ رڑکی ـــ عہ

مسز سعادت علی خاں صاحب اترولی صہ/

جناب کنور سعادت علی خاں صاحب رئیس اترولی صہ/

مسز شاہدین صاحبہ۔ لاہور ما/

ادریس بیگم صاحبہ عہ

مسز ولایت علی صاحب۔ میرٹھ عہ/

مس سمیع النساء بیگم صاحبہ سے/

مرسلہ حسن امام صاحب (یہ صاحب اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔) صہ/

مسز عبدالمجید صاحب قریشی علی گڑھ صہ/

بیگم صاحبہ سر نواب فضل اللہ خاں صاحب صہ/

بنت نواب سر نواب فضل اللہ خاں صاحب صہ/

بیگم صاحبہ اے۔ آر ملک صہ/

میزان للعہ/

ان بیگمات کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ دوسری بہنوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ بھی مسجد فنڈ کی طرف توجہ فرمائیں۔ تاکہ مسلمان بیبیوں کی واحد مسجد کی تعمیر شروع ہو جائے۔ کیا مسلمان بہنوں کو اس بات کی خوشی نہ ہوگی۔ کہ دنیا میں کوئی مسجد ایسی بھی ہو۔ جس کو وہ اپنا کہیں۔ اور جس میں بلا روک ٹوک کے خود جا کر اپنے خالق کے سامنے سربسجود ہوں۔ کیا ہماری اسلامی بہنیں اس بات سے ناواقف ہیں۔ کہ آج تک انہوں نے خود اپنی دریا دلی سے مردوں کے لئے لاکھوں

مسجدیں تیار کیں۔ اور اپنے لئے ایک بھی نہ
بنوائی۔ علی گڑھ کے مسلم زنانہ کالج کے منتظمین کی
یہ خواہش ہے۔ کہ زنانہ تعلیم کے ساتھ مذہبی اثرات
بھی طالبات کے دلوں میں جاگزیں ہو جائیں
اور کتابی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک عبادت گاہ
بھی تیار ہو جائے۔ جس میں ہماری قومی نوجوان
لڑکیاں پانچوں وقت نماز پڑھیں۔ اور دیگر مذہبی
رسوم ادا کریں۔

یہ بات پھر یاد دلانے کے قابل ہے۔ کہ اس
مسجد کی عمارت صنف نازک کی رعایت سے ایک
نہایت ہی حسین ہوگی۔

عبد اللہ بیگم۔ علی گڑھ

انجمن تہذیب نسواں کانپور

انجمن تہذیب نسواں کانپور کا ماہانہ جلسہ ۳۰
جنوری سنہ ۱۹۳۱ء کو زیر صدارت بیگم صاحبہ
قدرت اللہ خاں صاحب دیوانہ بریلوی بوقت
۲ بجے دن بمقام بنگلہ نمبر ۵۷ منعقد ہوا۔ نشاط
جہاں صاحبہ نے قرآن خوانی کی۔ محترمہ ابن صاحبہ
نے بڑی خوش گلوئی کے ساتھ حمد و نعت پڑھی۔
پھر تہذیب فاطمہ عباسی صاحبہ نے مولوی عبد الحی
کے مسودۂ قانون وراثت کے مقاصد سمجھا کر اس
پر ایک رزولیوشن پاس کرنے کی تجویز پیش کی۔
لیکن چونکہ صرف بائیس خواتین شریک جلسہ تھیں
اس لئے صدر جلسہ کی رائے ہوئی۔ کہ آئندہ
جلسے میں جب مجمع زیادہ ہو۔ یہ تجویز پیش ہونا
چاہئے۔ اس لئے اس سے اتفاق کیا گیا۔

تہذیب فاطمہ عباسی صاحبہ کی حسب ذیل
تجویز مسز نظام الدین احمد۔ مسز محمد احسن اور
اخلاق فاطمہ صاحبہ کی مزید تائید سے پاس ہوئی۔

یہ انجمن تجویز کرتی ہے۔ کہ آئندہ سے بزرگ
اور تجربہ کار خواتین انجمن کے ہر جلسے میں مضمون
لکھ کر لایا کریں۔ کیونکہ ان کی علمی اور مصروفیات
سے بھری ہوئی زندگی کے تجربے قابل استفادہ
ہوں گے۔ اور اس طرح انجمن کی ہر ممبر کو
رفتہ رفتہ مضمون نویسی کی عادت پڑے گی۔
سب کے مضامین کے عنوان ایک ہونا ضروری
نہیں۔ لیکن مضمون لکھنے کا وعدہ مستحکم اور عملی ہونا
چاہئے۔ جس کی خلاف ورزی صرف کسی اہم وجہ
پر مبنی ہو۔

آپ نے پہلے اس پر ایک مختصر تقریر بھی کی
تھی۔ جس میں تجویز کے فوائد اور مقاصد کو وضاحت
سے بیان کیا تھا۔ چنانچہ اس پر چند خواتین نے
اپنا وعدہ بھی لکھوایا۔ اور مندرجہ ذیل موضوعات
پر مضامین و لکچر پڑھ کر جلسہ برخاست کیا۔

رمضان شریف۔ نشاط جہاں صاحبہ۔ عہد جاہلی و
نبی صلعم میں عورت کی کاروباری زندگی۔ اخلاق

فاطمہ صاحبہ + جلد بازی - تہذیب فاطمہ عباسی صاحبہ + آخر میں بیگم صاحبہ قدرت اللہ خاں نے وقت کی قدر پر مختصر و جامع تقریر کی ؛

اخلاق فاطمہ جائنٹ سکرٹری انجمن تہذیب نسواں - کانپور

انجمن نسواں جونپور

جناب مولوی صاحب قبلہ - تسلیم - نہایت خوشی کے ساتھ مطلع کرتی ہوں - کہ جونپور میں ایک انجمن نسواں کی بنیاد ڈالی گئی ہے جس کے حسب ذیل اراکین مقرر ہوئے :-

صدر - محترمہ بیگم صاحبہ ظفر عمر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس -

سکرٹری - محترمہ بیگم صاحبہ احمد مبین صاحب وکیل -

جائنٹ سکرٹری - بنت کلاں جناب مرزا حیدر بیگ صاحب ایڈوکیٹ -

خازن - محترمہ بیگم صاحبہ عبدالحی صاحب عباسی ، وکیل -

انجمن کے مقاصد حسب ذیل قرار پائے :-

۱ - تعلیم نسواں کی اشاعت -

۲ - خواتین کی اصلاح معاشرت -

۳ - خواتین میں مذہب کی تلقین -

۴ - خواتین کے متعلق سیاسی مسائل پر اظہار خیالات -

۵ - خواتین میں اصول حفظان صحت کی ترویج -

۶ - خواتین کے حقوق کی پاسداری -

فیس داخلہ ایک روپیہ اور ماہوار چندہ ۴ر رکھا گیا ہے ؛

پہلا جلسہ بتاریخ ۵ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء بوقت دو بجے دن مرزا حیدر بیگ صاحب ایڈوکیٹ کے دولت خانے پر زیر صدارت بیگم صاحبہ ظفر عمر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس منعقد ہوا - تقریباً ۳۵ خواتین شریک جلسہ تھیں + چونکہ سکرٹری صاحبہ ناسازی طبیعت کے باعث شریک نہ ہو سکیں اس لئے خاکسار کے ذمہ سکرٹری کے فرائض کی انجام دہی سپرد ہوئی ؛

تلاوت کلام مجید کے بعد سکرٹری کا مضمون "ہماری انجمن" پڑھا گیا - اس کے بعد بنت کلاں مرزا حیدر بیگ صاحب ایڈوکیٹ نے ایک دلکش نظم سنائی + بیگم صاحبہ منصور عالم ایڈوکیٹ الہ آباد نے مغربی تہذیب کے محاسن اور اس کی بے جا تقلید کی خرابیوں کا ذکر کیا + بیگم صاحبہ بدرالدین صاحب نے تلقین مذہب پر مضمون پڑھا + بیگم صاحبہ محمد شعیب صاحب ملٹری اکاونٹنٹ آفیسر راولپنڈی نے " انجمن نسواں پر ایک نظر " کے عنوان سے مضمون سنایا + بنت کلاں مرزا حیدر

دو روپے کی حقیر رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کرتا ہوں:۔ ملک محمد شریف روڈ انسپکٹر نوکھر ضلع گوجرانوالہ

ازراہ عنایت کوئی بہن یا بھائی جنہوں نے امتحان ادیب فاضل پاس کیا ہو۔ اس کے مفصل حالات سے ذیل کے پتے پر آگاہ کریں۔ نیز یہ بھی تحریر کریں۔ کہ امتحان میں ضروری مضمون کونسے ہیں۔ اگر کسی بہن یا بھائی کے پاس امتحان کے پرچے موجود ہوں۔ تو ذیل کے پتے پر روانہ کریں۔ ممنون ہوں گی۔ مجھے ان کی اشد ضرورت ہے۔ پتہ: ا۔ الف۔ کے بنت چودھری غلام حسین صاحب بی اے۔ پی۔ ای۔ ایس۔ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز ڈیرہ غازی خاں

نہایت رنج و قلق کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میری دادی اماں جن کی عمر تقریباً ۶۰ سال کی تھی۔ ۶ فروری ۱۹۳۰ء کو صبح پانچ بجے اس جہان فانی سے رحلت کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تہذیبی بہنوں سے استدعا ہے۔ کہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کریں؛ ط۔ خ

کوئی بہن ایسے اچار شلغم کی ترکیب لکھیں۔ جو خوب بنتا ہے۔ اور بہت مشہور ہے؛ ت۔ خ۔ لاہور

مضامین کی رسید

یہ مضامین درج ہوں گے:۔

جھوٹ بولنے کی عادت۔ مس ایس کے الیف + موت (نظم) مرسلہ عباس علی لفٹننٹ + کریلے کی چٹنی۔ مس ڈاکٹر محمد طاہر کوکناڈہ + مربہ مکوہ۔ اے کے بہار + خودداری نوکروں سے برتاؤ۔ مہمان اور میزبان۔ شہزاد جہان بیگم ترقی تہذیب۔ رضوان رنگفار۔ مسز م احمد + منتخب اشعار مرسلہ نزہت خانم + مطمئن زندگی کا ایک راز۔ ایم کے + خوف خدا۔ حامدہ؛ الخیر یہ + السلام علیکم۔ فیروزہ بیگم + یا پورھیا۔ س۔ خ ب بریلی + ہمارا لباس۔ مس آر شریف بنگلور + ہماری عبادت۔ صفیہ مدحت خانم + ہنر سیکھنا مس صبیب النساء کوکناڈہ۔ کتاب کا مطالعہ۔ مراد النساء کوکناڈہ + نظم مسرتوں کا جوش ہے۔ اور بارک اللہ کہ سرسید و محمود آئے۔ مرسلہ کنیز آمنہ + روئداد انجمن تحفظ حقوق مسلمات۔ حاجیہ تاج بیگم + خطابات دستکاری الف بی خطابات دستکاری ایم زیڈ + حقیقت حال پر ایک نظر کے متعلق۔ ایم اے صمد + مضمون بابت خلع۔ والدہ تمیز الحسن باندہ بیوہ۔ رشیدہ کی ناک۔ رقیہ بیگم رقی +

یہ مضامین درج نہ ہوں گے:۔

خلاصہ بر پردہ۔ حکیم طالیس۔ کرد شیا میں سنہ خیالات ٹیگور۔ قومی لوڑھی۔ آمد۔ ٹھنڈی سانس۔ میں نے انگلستان میں کیا دیکھا۔ غرور و تکبر۔ تحریک مسلم گرلز کلب لاہور۔ تاریخ ہند کا ایک ورق۔ تلاش۔ مذہبی جذبات۔ ایک فرض عورتوں کی تعلیم (نظم) وقت کی پابندی؛ (باقی آئندہ)

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

بہترین خانہ دار عورتیں

پچھلے دنوں دُانا کی ایک بین الاقوامی مجلس میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا۔ کہ کس ملک کی عورتیں بہترین خانہ دار قرار دی جاسکتی ہیں + اس مجلس کے ارکان نے بڑے غور و خوض کے بعد جو فہرست مرتب کی ہے۔ اس میں فرانس کا نام اول نمبر پر اور انگلستان کا نام گیارھویں نمبر پر ہے +

اس مجلس کا صدر دُانا کا باشندہ ہے۔ اور ارکان مجلس میں علاوہ دوسرے ممبروں کے فرانس انگلستان۔ لیتھویا۔ زیکوسلوویکیا اور آسٹریا وغیرہ ملکوں کے لوگ بھی شامل ہیں +

یہ انتخاب محض خانہ داری کے نقطۂ نظر سے اور صرف خانہ داری کی خصوصیات مثلاً کھانا پکانا۔ بچوں کو تربیت دینا۔ شوہر کی دلداری کرنا۔ گھر کو صاف ستھرا رکھنا۔ اور کفایت شعاری کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔ اور عورتوں کے بعض دوسرے اوصاف مثلاً فہم و ادراک۔ تہذیب و شائستگی۔ علمی اور کاروباری استعداد اور حسن و شباب کو نظر انداز کر دیا گیا ہے +

انتخاب میں صرف بڑے بڑے ملکوں کو شامل کیا گیا ہے +

فرانسیسی عورتیں یوں تو خانہ داری کے امور میں بے حد ماہر ہیں۔ لیکن اس انتخاب میں جس خصوصیت کی بنا پر انہیں اولیت کا فخر حاصل ہے۔ وہ ان کا کھانا پکانے کا فن ہے۔ جس میں وہ دنیا بھر میں اپنی نظیر نہیں رکھتیں۔ ڈچ عورتیں اپنے گھروں کو بہت صاف ستھرا رکھتی ہیں۔ اس لئے فہرست میں انہیں نمایاں جگہ دی گئی ہے +

چھٹا نمبر وسط یورپ کے ممالک کا ہے۔ وہاں کی عورتیں کھانا پکانے میں تو ماہر ہیں۔ لیکن اور باتوں میں دوسرے ملکوں سے پیچھے ہیں + سوڈش اور سوڈیس عورتیں بہت نفاست پسند واقع ہوئی ہیں۔ اور اپنے بچوں کا بھی بہت خیال رکھتی ہیں۔ لیکن کھانا پکانے کے فن میں بہت پیچھے ہیں +

انگریز عورتوں کو جو اس قدر پیچھے رکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں اور کھانا پکانے کی طرف بہت کم توجہ کرتی ہیں +

روس اور بلغاریا کی عورتوں کو ارکان مجلس نے متفقہ طور پر بدترین خانہ دار بیویاں قرار دیا ہے + اس مجلس کے ارکان یہ جانتے ہیں۔ کہ وہ

انتخاب کی فہرست کو خواہ کیسی ہی ترتیب دیں۔ وہ عورتوں کی ملامت سے بچ نہیں سکتے۔ اس لئے سوائے چند ایک اڈیٹروں اور ڈاکٹروں کے باقی سب نے اپنے نام پردہ راز میں رکھے ہیں۔

ذیل میں اس مجلس کے انتخاب کی پوری فہرست درج کی جاتی ہے:۔

۱۔ فرانس
۲۔ جرمنی
۳۔ اسکاٹ لینڈ
۴۔ ہالینڈ
۵۔ ناروے۔ فن لینڈ۔ ڈنمارک
آسٹریا۔ زیکوسلوکیا۔ ہنگری
۷۔ سویڈن۔ سوئٹزرلینڈ
۸۔ امریکہ
۹۔ شمالی اٹلی
۱۰۔ جنوبی اٹلی
۱۱۔ انگلستان
۱۲۔ پولینڈ۔ رومانیہ۔ ترکی۔ یوگوسلوکیا
۱۳۔ آئرلینڈ۔
۱۴۔ یونان
۱۵۔ ہسپانیہ
۱۶۔ روس اور بلغاریا

جاپانی دربار کی خواصیں

جاپان کے شاہی دربار میں تین سو سے زیادہ خواصیں ہیں۔ یہ پانچ درجوں میں منقسم ہیں۔ تنجی۔ گون تنجی۔ شوجی۔ گون شوجی اور میونو۔ ان کا کام شاہی ملبوسات اور ساز و سامان کی دیکھ بھال کرنا ہے۔

بلند مرتبے کی خواصیں "ڈاناسین" یعنی بیگم کے نام سے پکاری جاتی ہیں۔ اور کم رتبے کی خواصیں "شمیو" یعنی سینے پرونے والی کہلاتی ہیں۔ یہ "ڈانا" خواصیں علیحدہ علیحدہ حصوں میں رہتی ہیں۔ ہر حصے میں پانچ پانچ یا آٹھ آٹھ کمرے ہوتے ہیں۔ اور ہر "ڈانا" خواص کے آگے چار چار شمیو خواصیں خدمت کے لئے ہوتی ہیں۔

شمیو خواصوں کا روزمرہ کا کام بہت کٹھن سمجھا جاتا ہے۔ وہ ہر روز صبح پانچ بجے اٹھتی ہیں۔ کمروں کو جھاڑتی پونچھتی ہیں۔ سنگھار کی چیزیں مثلاً خوشبودار تیل عطر۔ کنگھی۔ شیشہ۔ سرخی غازہ۔ برش۔ سر دھونے کا ٹب وغیرہ قرینے سے لگاتی ہیں۔ اس کے بعد جب ان کی بیگم یعنی "ڈانا" خواصیں بیدار ہوتی ہیں۔ تو وہ انہیں نہایت ادب سے سلام کرتی ہیں۔

ایک گھنٹے تک ڈانا خواصیں سنگھار میں مشغول رہتی ہیں۔ اس کے بعد شمیو خواصیں ناشتہ لیکر حاضر ہوتی ہیں۔ یہ ایک طشت ہوتا ہے۔ جس

میں بہت سی طشتریاں بڑے قرینے سے رکھی ہوتی ہیں ۔ حقیقت میں کھانے کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی ۔ جتنا اہم ان طشتریوں کو سلیقے سے رکھنا ۔ اور ان کی صفائی کو سمجھا جاتا ہے ۔ طرح طرح کے اچار چٹنیاں ۔ دریائی سبزیاں ۔ گرم کیا ہوا نمک ۔ ترش آلوچے ہمیشہ طشت کی زینت ہوتے ہیں ۔

کھانا ہاتھوں کی بجائے چھوٹی چھوٹی چمٹیوں سے کھایا جاتا ہے ۔ جو عام طور پر ہاتھی دانت یا چاندی کی بنی ہوئی ہیں ۔ ہر ڈانا خواص کے پاس ان چمٹیوں کے تین تین سٹ ہوتے ہیں ۔ ایک سٹ صرف سبزی کھانے کے لئے ۔ ایک سٹ مچھلی کھانے کے لئے اور تیسرا سٹ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے ۔ جب شاہی خاندان کے کسی فرد کے ساتھ انہیں کھانا کھانے کی عزت بخشی گئی ہو ۔

ڈانا خواتین جس قسم کا کھانا پسند کریں ۔ تیار کروا سکتی ہیں ۔ البتہ انہیں بدبودار پیاز کھانے کی اجازت نہیں ۔ جاپان کا شاہی خاندان نہایت مقدس اور دیوتاؤں کی اولاد خیال کیا جاتا ہے ۔ اس لئے جاپانی دربار میں صفائی اور پاکیزگی کا حسب قدر بھی خیال رکھا جائے ۔ کم ہے ۔

سینے پرونے والی خواصیں "شیمو" دو درجوں میں منقسم ہیں ۔ ایک "اوکیوسین" یعنی صفائی کرنے والی ۔ اور دوسری "اوسوئی سین" یعنی نائب کہلاتی ہیں ۔ "اوسوگی سین" کے ذمے ان کپڑوں کی دیکھ بھال کرنا ہے ۔ جو کمر سے نیچے پہنے جاتے ہیں ۔ اور "اوکیوسین" کے ذمے ان کپڑوں کی دیکھ بھال جو کمر سے اوپر پہنے جاتے ہیں ۔ جس وقت ڈانا خواصیں ملکہ کے ساتھ کسی تقریب پر جانے والی ہوں ۔ تو شیمو خواصیں انہیں کپڑے پہناتی ہیں ۔

جاپانی دربار میں یہ ایک عجیب رواج ہے کہ شیمو خواصیں جب تک اپنی مالکہ کو کپڑے نہ پہنا لیں ۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی یہ کام کرتی رہیں گی ۔ اگر بیچ میں کسی کام کی وجہ سے انہیں کمرے کے دوسرے کونے میں جانا پڑ جائے ۔ تو گھٹنوں کے بل چل کر جائیں گی ۔ اور گھٹنوں کے بل چل کر واپس آئیں گی ۔ جب تک ان کی بیگم کپڑے نہ پہن لیں ۔ وہ کھڑی نہ ہوں گی ۔

سینا پرونا ۔ پڑھنا لکھنا ۔ کھانا پکانا ۔ پھولوں کے ہار بنانا ۔ پھولوں کی دیکھ بھال کرنا ۔ شاہی باغوں میں ٹہلنا وغیرہ جاپانی خواصوں کے مشاغل ہیں ۔

گھوڑے سدھانے والی عورتیں

آج کل لندن کی عورتیں ایسے عجیب و غریب اور کٹھن پیشے اختیار کر رہی ہیں ۔ جن کے متعلق گمان بھی نہ ہو سکتا تھا ۔ کہ وہ

کبھی سرانجام دے سکیں گی + کچھ عرصہ ہوا لندن سے خبر آئی تھی۔ کہ ایک عورت نے چڑیا گھر کے سانپوں کی رکھوالی کی نوکری کی ہے + اس کے بعد کی خبر تھی۔ کہ کسی عورت نے ڈھنڈورچی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ اب یہ تازہ خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ لندن کی ایک خاتون مس بربل ہگس نے گھوڑدوڑ کے گھوڑوں کو سدھانے کا کام شروع کر دیا ہے +

مس ہگس کی عمر ۲۲ سال کی ہے۔ آپ دلیم ہگس کی بیٹی ہیں۔ جو اپنی جوانی میں گھوڑدوڑ کے گھوڑوں کے "جاکی" (گھوڑے سوار) رہ چکے ہیں + مس ہگس کے بال سنہری ہیں۔ آنکھیں نیلی۔ سر سے لے کر پیر تک انگریزی حسن و شباب کا نمونہ +

پچھلے دنوں اخبار کے ایک نمائندے نے مس ہگس سے ملاقات کی۔ تو انہوں نے کہا۔ "مجھے گھوڑے کی سواری سے ازحد دلبستگی ہے۔ میرے خیال میں گھوڑے دنیا کی دلچسپ ترین چیز ہیں + جب میری عمر تین برس کی تھی تو ابا جان مجھے گھوڑے پر بٹھا دیا کرتے تھے۔ اس لئے مجھے بچپن ہی سے گھوڑے کے ساتھ محبت ہے +

"آج کل ہمارے پاس بیس گھوڑے سدھانے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ میں ہر روز صبح چھ بجے اٹھتی ہوں۔ ہمارے ملازم گھوڑوں کو نہلاتے ہیں۔ میں ان کے پاس کھڑی نگہبانی کرتی ہوں + ناشتے کے بعد میں اور ابا جان انہیں دور میدانوں میں لے جاتے ہیں۔ اور وہاں باری باری ان پر سوار ہو کر انہیں دوڑنا سکھاتے ہیں +

"گھوڑے مثل بچوں کے ہیں۔ بعض اوقات ان کا مطلب سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ البتہ اگر تم ہر روز ان سے ملتے جلتے رہو۔ تو تم بڑی آسانی سے ان کے دل کی کیفیات کا پتہ لگانے لگ جاؤ گے" +

چینی خواتین کا مطالبہ

حال ہی میں پیکن کی مجلس نسواں نے اپنے ایک جلسے میں ایک رزولیوشن پاس کیا ہے۔ کہ ملک کی حکومت میں نمائندہ خواتین کا زیادہ حصہ ہونا چاہئے +

یہ مجلس بیان کرتی ہے۔ کہ چین کے نئے دارالسلطنت نانکن اور حکومت کے دوسرے مرکزوں میں بہت کم عورتوں کو سرکاری عہدوں پر فائز کیا گیا ہے حالانکہ ذمہ داری کے عہدوں کے لئے عورتیں مردوں سے زیادہ استعداد رکھتی ہیں +

✤

✤ ✤ ✤

خبریں اور نوٹ

ترکوں کا ایک تعلیمی وفد جو ایک اُستانی ایک طالب علم لڑکی اور پانچ طالب علم لڑکوں پر مشتمل ہے۔ دمشق پہنچا ہے۔

حجاز میں حکومت کے زیر نگرانی بجلی کا انتظام کرنے کے لئے ایک کمپنی قایم کی گئی ہے۔ اس کمپنی کا پہلا جلسہ جدہ میں ہوا۔ اور بجلی مہیا کرنے کے متعلق تجاویز سوچی گئیں۔ باشندگان حجاز نے کمپنی کے حصے خریدنے کے لئے آمادگی ظاہر کی ہے۔

نجد و عراق کے ارکان کی ایک مجلس قایم کی گئی ہے۔ جو مال غنیمت کا تصفیہ کر لینے کے لئے حسب ضرورت کویت یا سرحد عراق کے کسی دوسرے مقامات میں اپنے اجلاس منعقد کیا کرے گی۔

طہران ۲۰ مارچ۔ جمہوریہ ترکی کی طرح حکومت ایران نے بھی سودیشی مال کو ترقی دینے کی طرف قدم بڑھایا ہے۔ چنانچہ تمام سرکاری ملازموں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے لباس کے لئے صرف اپنے ملک کا بنا ہوا کپڑا خریدیں۔

طہران ۲۱ مارچ۔ شاہ ایران نے ایک وزارت اقتصادیات قایم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو ملک کے مالی اور تجارتی مسائل حل کرے گی۔ اور ایرانی سکے کو ترقی دے کر ملک کی حالت کو بہتر بنائے گی۔

قاہرہ سے ایک مصری وفد لندن گیا ہے۔ اس کے صدر نحاس پاشا وزیر اعظم ہیں۔ یہ وفد مصر و برطانیہ عظمیٰ کے درمیان زیر غور مسائل کے متعلق بات چیت کرے گا۔ روانگی کے وقت بے شمار مصریوں اور طلبا نے جو ہاتھوں میں قومی جھنڈے لئے ہوئے تھے۔ پُر جوش نعروں سے وفد کو رخصت کیا۔

قاہرہ ۲۱ مارچ۔ مصر کے ایک طبی وفد کو جو مصری حاجیوں کے ساتھ مکہ معظمہ جا رہا تھا۔ نہر سویز سے واپس آجانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کیونکہ حکومت حجاز نے اپنی موٹر کاروں کو جن پر مصری جھنڈا لہرا رہا ہو۔ جدہ میں جہاز سے اُترنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے۔

عراق کی جدید وزارت مرتب ہو گئی ہے۔ نوری پاشا وزیر اعظم اور وزیر خارجہ مقرر ہوئے ہیں۔ اس نئی وزارت میں ترقی پذیر جماعت کے ارکان اور ایسے ارکان شامل ہیں۔ جو کسی پارٹی سے تعلق نہیں رکھتے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ وزارت جلد ٹوٹ جائیگی۔

خبر ہے۔ کہ شاہ فیصل اپنے نئے وزیر اعظم کو ساتھ لے کر عنقریب لندن جائیں گے۔ تاکہ زیر بحث سیاسی مسائل کے متعلق پھر سلسلۂ گفتگو شروع کریں۔ اور عراق و برطانیہ کے درمیان ایک عہد نامہ مرتب ہو سکے ×

۱۹ مارچ کی صبح کو لندن میں لارڈ بیلفوڈ کا انتقال ہو گیا × آپ کی عمر ۸۲ سال کی تھی۔ آپ ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں وزیر اعظم رہ چکے تھے ×

روس میں لامذہبی اور بے دینی کی جو تحریک پھیل رہی ہے۔ اس سے متاثر ہو کر غیر ممالک کے لاٹ پادریوں نے حکومت روس کے لئے دعا کرنے کی تجویز کی تھی۔ کہ خدا اسے ہدایت دے۔ وہ مذہب کو مذہب سمجھے۔ اور اس میں رخنہ اندازی نہ کرے۔ دعا کی اس تجویز کے خلاف ماسکو میں پچاس ہزار سات سو روسیوں نے ایک مظاہرہ کیا۔ جس میں پوپ اور کنٹربری کے لاٹ پادری کے رویہ کا مضحکہ اڑایا گیا۔ اور کئی مقامات میں پوپ کی نقل اتار کر بے حرمتی کی گئی ×

روس کا مشہور محب وطن موسیو ٹراٹسکی کو حکومت سوویٹ نے ملک بدر کر دیا ہے۔ وہ ان دنوں قسطنطنیہ میں بیمار ہے × تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی حالت نازک ہے۔ اور اس کے دوستوں نے فرانس و جرمنی کی حکومتوں سے درخواست کی ہے۔ کہ اسے بغرض علاج اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت دیدیں × اس سے پہلے بھی ٹراٹسکی نے جرمنی جانیکی خواہش ظاہر کی تھی لیکن حکومت جرمنی نے سیاسی حالات کی بنا پر اسے جرمنی آنے کی اجازت نہیں دی تھی ×

برطانی دارالعوام کے اجلاس میں تماشائیوں کی گیلری سے ایک شخص نے کچھ اشتہار پھینکے۔ اور مقدمہ سازش میرٹھ کے اسیروں کی رہائی کا مطالبہ کر کے "مزدور حکومت کو تباہ کر دو" کے نعرے لگائے ۔ اس کے بعد ایک عورت نے اجنبیوں کی گیلری سے اشتہار پھینکے۔ اور "ہندوستانی اسیروں کو رہا کر دو" کا نعرہ لگایا × ان دونوں کو ایوان سے باہر نکال دیا گیا۔ دونوں نے اشتراکی ہونے کا اقبال کیا۔ اور پولیس نے انہیں ایوان کا اجلاس برخاست ہونے تک زیر حراست رکھا ×

مسلمانان برطانیہ کی انجمن نے لندن میں لارڈ ہیڈلے کے زیر صدارت سردار شاہ ولی خاں سفیر افغانستان کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد کیا × سردار ممدوح نے لارڈ ہیڈلے

کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے مسلمانان برطانیہ کو یقین دلایا۔ کہ اب افغانستان میں خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اور شاہ محمد نادر خاں مرکزی حکومت کو مستحکم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے قبائلی بدنظمی کی افواہوں کی تردید کرتے ہوئے یقین دلایا۔ کہ غازی ممدوح بالکل تندرست ہیں۔ اور امید ظاہر کی۔ کہ برطانیہ کی موالات سے مسلمان دنیا بھر میں امن و امان قائم کردیں گے۔

امریکہ میں بیس ہزار آدمی ایسے ہیں جن کی سالانہ آمدنی دس لاکھ پونڈ سے زیادہ ہے۔

۲۰ مارچ کو فتح پور ہال دہلی میں ہندوستان کے ان مسلمانوں کا ایک جلسہ ہوا۔ جو شاردا ایکٹ کے خلاف ہیں۔ اور اس کے نفاذ کو اسلامی شریعت میں مداخلت سمجھتے ہیں۔ اس جلسے میں "مجلس تحفظ ناموس شریعت" اور دوسری جمعیتوں کے دو سو نمائندے شریک ہوئے۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ لیجسلیٹو اسمبلی نے شاردا ایکٹ پاس کرکے قانون محمدی میں دخل اندازی کی ہے۔ اور حکومت نے اس ایکٹ کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کی اب تک کوئی پروا نہیں کی ہے۔ اس لئے یہ جلسہ قرار دیتا ہے۔ کہ اگر شاردا ایکٹ کے نفاذ کی تاریخ سے پہلے پہلے مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنیٰ کر دینے کا یقین نہ دلایا جائے۔ تو مسلمان اس قانون کی خلاف ورزی شروع کردیں۔ ہر مقام کے مسلمان مجلس تحفظ ناموس شریعت یا کسی دوسری مقامی مجلس کے ماتحت ایسے لڑکوں اور لڑکیوں کے نکاح کا انتظام کریں۔ جن کی عمریں قانونی عمر سے کچھ کم ہوں یا جن چھوٹے بچوں کا نکاح کر دینے میں کوئی ایسی مصلحت ضروری ہو۔ جو شرعاً قابل اعتبار ہو۔ ایسا نکاح پورے اعلان کے ساتھ کیا جائے۔ اور مقامی مجسٹریٹ کو اس نکاح کی اطلاع دیدی جائے۔ اگر نکاح یا نکاح کا مجمع یا اس کے متعلق وعظ یا تقریر یا کسی مقام کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔ اور دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت یہ چیزیں روکی جائیں۔ تو اس حکم کی خلاف ورزی کی جائے۔

کالی کٹ کی عورتوں کی ایسوسی ایشن نے وائسرائے بہادر کے نام ایک تار بھیجا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ شاردا ایکٹ بحال رکھیے۔ اور اس میں کسی قسم کی ترمیم کی اجازت نہ دیجئے۔

مہاراجہ صاحب کپور تھلہ سر جگت جیت سنگھ نے اپنی مسلمان رعایا کے لئے چار لاکھ روپے کے خرچ سے ایک مسجد تعمیر کرائی ہے۔ جو مراکش

فن تعمیر کی یادگار ہے۔ اور مراکش کی سلطنت بنی فاطمہ کی مسجد قرطبیہ کا نمونہ ہے۔

۱۴ مارچ کو جمعہ کے دن ہز ہائنس نواب صاحب بہاول پور۔ سر شفیع اور بہت سے انگریزوں اور ہندو۔ مسلمان اور سکھ لیڈروں کی موجودگی میں سر جگت جیت سنگھ بہادر نے مسجد کی درمیانی محراب میں کھڑے ہو کر اس مسجد کا افتتاح کیا۔ اس کے بعد دہلی کی جامع مسجد کے امام صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی۔ اور تقریباً ایک لاکھ مسلمان نماز میں شریک ہوئے۔

مہاتما گاندھی کی نہایت ہی راسخ الاعتقاد چیلی ہنگری کے ایک شریف خاندان کی ایک خوبصورت اور دولت مند بیوہ ہے۔ تین سال ہوئے یہ خاتون ہندوستان آئی۔ اور گاندھی جی کی تعلیم سے ایسی متاثر ہو کر واپس گئی۔ کہ اپنی تمام جائداد اور جواہرات فروخت کر کے پھر ہندوستان چلی آئی۔ اور مہاتما جی کے آشرم میں ایک راہبہ کی حیثیت سے داخل ہو گئی۔

کلکتہ کا مشہور اخبار انگلشمین جو ایک سو نو سال سے روزانہ شائع ہو رہا تھا۔ اب اسے ہفتہ وار کر دیا گیا ہے۔

۲۰ مارچ کو اسمبلی کے اجلاس میں تحریک کی گئی۔ کہ حکومت نمک کے ٹھیکہ کو منسوخ قرار دے۔ جو ۴۳ آرا کے مقابلے میں ۵۰ آرا سے مسترد ہو گئی۔ یہ ترمیم۔ کہ نمک کا محصول سوا روپے کی بجائے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ ۴۲ آرا کے مقابلے میں ۵۳ آرا سے گر گئی۔

کلکتہ ۲۴ مارچ۔ ڈائمنڈ ہاربر کی عدالت میں ۱۵ دیہاتیوں کے خلاف جن میں دو عورتیں بھی ہیں۔ خانگی استعمال کے لئے ناجائز طور پر نمک بنانے کے الزام میں مقدمہ پیش ہوا۔ عدالت نے مردوں کو دو دو روپے اور عورتوں کو چار چار آنے جرمانے کی سزا دی۔ جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں دو روز قید محض تجویز کی گئی۔

مسٹر سین گپتا کو رنگون کے مجسٹریٹ نے حکومت برما کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش کی بنا پر دو تقریریں کرنے کے دو جرموں میں دس دس دن قید محض کی سزا دی ہے۔ دونوں سزائیں ایک ساتھ شروع ہوں گی۔

حضور وائسرائے نے ۲۲ مارچ کو کیمبرج مشن دہلی کی عمارتوں کو دیکھا۔ اور مشن کی ان کوششوں کی تعریف کی۔ جو اس نے ان عمارتوں کے بنانے کے لئے کی ہیں۔ آپ عمارتوں کی مضبوطی اور خوبصورتی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب نسواں

مجریہ ۱۳۱۵ھ

جو محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا

چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۳ | لاہور ہفتہ ۲۶ اپریل | سنہ ۱۹ ء | نمبر ۱۷

تہذیب نسواں

لاہور۔ ہفتہ ۲۶ ذی قعد ۱۳۴۸ھ

فہرست مضامین

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اعلان

عوام کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ کالکا شملہ سیکشن کے سفر کرنے والے مسافروں کے کرایہ میں خواہ وہ کسی درجے میں سفر کر رہے ہوں۔ اس سال ماہ جون سے ستمبر تک کوئی تخفیف نہیں کی جائے گی۔ جو کرایہ ماہ اکتوبر سے مئی تک لیا جاتا ہے۔ وہی کرایہ سال بھر وصول کیا جائے گا۔

"ٹائمز اینڈ فیر ٹیبل" مجریہ یکم مارچ ۱۹۳۰ء میں کالکا شملہ سیکشن کے لئے جون سے ستمبر تک جو تخفیف شدہ کرایہ درج ہے۔ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرس آفس
لاہور۔ مورخہ ۱۲۔اپریل ۱۹۳۰ء

جے۔ ایچ۔ چینیز
چیف کمرشل منیجر

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اطلاع

آئندہ کے لئے نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ایسی "مائی لیج کوپنس بکس" فروخت ہوا کریں گی۔ جن میں حسب تفصیل ذیل چھ سَو کوپن ہوں گے۔ یہ ان کتابوں کے علاوہ ہیں۔ جن میں ۸۹۲ کوپن ہوتے ہیں۔ اور جو اس وقت رائج ہیں۔ اور رائج رہیں گے۔

۴۸۰ کوپن ہر ایک مجموعہ میل کے لئے
۱۲۰ کوپن ہر ایک ایک میل کے لئے

یہ کتابیں نارتھ ویسٹرن ریلوے کے مندرجہ ذیل ڈویژنل سپرنٹنڈنٹوں سے مل سکتی ہے

لاہور۔ راولپنڈی۔ فیروزپور۔ دہلی۔ ملتان۔ کوئٹہ اور کراچی

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈ کوارٹرس آفس
لاہور مورخہ ۱۱۔اپریل ۱۹۳۰ء

جے۔ ایچ۔ چینیز
چیف کمرشل منیجر

مذہبی تعلیم

اکثر سننے میں آتا ہے۔ کہ زمانہ حال کی
لڑکیاں مذہب سے اس قدر بے پروا ہوتی
جارہی ہیں۔ کہ ان میں مذہبی احساس ذرا بھی
باقی نہیں رہا فیشن پرستی اور آزادی کے نشے
میں وہ مذہب کو بالکل فراموش کر رہی ہیں ٭
ایک حد تک یہ الزام درست ہے۔ لیکن جہاں
لڑکیاں مذہب سے اب غافل ہوتی جارہی
ہیں۔ وہاں لڑکے برسوں پہلے اس سے
آزاد ہو چکے ہیں۔ اور آج کل تو لڑکوں کو مذہبی
تعلیم دینا بالکل غیر ضروری سمجھا جاتا ہے جس
کا نتیجہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ کس طرح وہ فرعون
بے سامان بنتے جارہے ہیں۔ مذہب سے متنفر۔
خدا اور رسول سے بیزار۔ افسوس اب لڑکیاں
بھی اسی رنگ میں رنگی جارہی ہیں۔ لیکن سارا
الزام ان کے سر دھرنا نامناسب ہے۔ اس
لامذہبیت کی وجہ پر بھی تو غور کرنا چاہئے ٭
آج کل لڑکیوں کی تعلیم میں بھی وہی طریقہ
اختیار کیا جارہا ہے۔ جو لڑکوں کے لئے رائج
ہے۔ یعنی لڑکوں کو بچپن ہی سے اسکولوں
میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ جہاں انہیں صرف
انگریزی کی تعلیم دی جاتی ہے ٭ مذہبی درس
تو بالکل نہیں ہوتا۔ ہاں صرف چند اردو کتابیں
اور چند ضروری مضامین پڑھا دئے جاتے ہیں۔
جن سے وہ کسی حد تک کمانے اور کھانے کے
لائق ہو جاتے ہیں۔ اور علم حاصل کرنے کا جو اصل
مقصد ہے۔ فوت ہو جاتا ہے ٭ ایسے افراد سے
مذہب و قوم کو کیا امید ہو سکتی ہے؟ لڑکیوں
کو کمانے کی غرض سے بھی نہیں۔ بلکہ محض اس
غرض سے تعلیم دی جاتی ہے۔ کہ شوہر اعلیٰ تعلیم
یافتہ لندن کا پاس شدہ ملے۔ اور لڑکی اس
کی ہم مذاق رفیقہ حیات بن سکے۔ کیونکہ آجکل
کے لڑکے اپنی ہی جیسی تعلیم یافتہ بیویاں چاہتے
ہیں۔ مذہب ان کے نزدیک ڈھکوسلا۔ وبال
جان اور ترقی میں حائل ہے۔ اس لئے والدین
لڑکیوں کو عام طور پر اسی قسم کی تعلیم دینے
پر مجبور ہیں جسے آج کل کے لڑکے پسند کرتے
ہیں ٭ اب تک تو لڑکیوں کو اتنی مذہبی تعلیم دی
بھی جاتی تھی۔ کہ رسماً قرآن مجید ختم کرا دیا جاتا
تھا۔ اور نماز سکھا دی جاتی تھی۔ لیکن اب یہ دیکھ کر
مجھے نہایت رنج ہوا۔ کہ اس رسم کو بھی اڑایا جارہا
ہے ٭ یہاں ایک جج صاحب ہیں۔ انہوں نے
اپنی تینوں صاحبزادیوں کو انگریزی اسکول
میں داخل کر دیا ہے۔ قرآن مجید ختم کرانا تو درکنار
قرآن کا ایک پارہ بھی لڑکیوں کو نہیں پڑھایا
گیا ہے۔ اردو کی تعلیم بھی نہیں دی گئی ٭ گھر میں
لڑکیاں کرسچین گورنس کی نگرانی میں رہتی
ہیں۔ ماں کو لڑکیوں کی تربیت سے کوئی واسطہ
نہیں ٭ اب انصاف کیجئے۔ کہ ایسی تربیت پائی

ہوئی لڑکیاں مذہب کی حقیقت کو کیا سمجھیں گی اور کیوں مذہب کی پابندی کریں گی؟

اگر ہماری یہی حالت رہی۔ تو چند نسلوں کے بعد مذہب کا ہم میں نام نشان بھی نہ رہے گا۔ اسلام کا ایک دھندلا سا نشان صرف اتنا رہ جائے گا۔ کہ ہم گلے کا گوشت کھائیں گے اور شاید کلمہ بھی پڑھ لیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

سچ تو یہ ہے۔ کہ اب بھی ہم میں مذہب ہاں ہی کہاں؟ فیشن ایبل طبقہ تو مذہبی پابندی کو فرسودہ خیالی سمجھ کر ترک کر رہا ہے۔ اور پرانے خیال کے لوگ جو پابند مذہب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ درحقیقت رسم کو مذہب بنا کر اسی کی پابندی کرتے ہیں۔ ان کے شعار میں مذہبی جذبہ ذرا بھی نہیں ہوتا۔

جب تک بچوں کے دل میں مذہبی جذبات بچپن سے نہ پیدا کئے جائیں گے۔ تب تک وہ مذہب کے پابند نہیں ہو سکتے۔ اس کی ذمہ داری ان کے والدین پر ہے۔ والدین کا پہلا فرض اولاد کو اچھی طرح مذہبی تعلیم دینا ہے۔ اگر وہ بچپن ہی سے مذہبی تعلیم سے آراستہ ہو جائیں گے۔ تو ان کا بچپن کا نقش ہرگز ان کے دل سے مٹنے والا نہیں۔ اس کے بعد آپ انہیں انگریزی اسکول یا بورڈنگ ہی میں کیوں نہ داخل کر دیجئے۔ کسی قسم کا خطرہ نہ ہوگا۔

ایک لڑکی کی مثال اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ جس نے نہ صرف انگریزی اسکول میں تعلیم پائی ہے۔ بلکہ برسوں انگریزی بورڈنگ میں بھی رہ چکی ہے۔ مگر اس کے اعلیٰ خیالات اس کی خداترسی و مذہب پرستی دیکھ کر ہم ششدر رہیں۔

اسلامی عقائد کا اس قدر احترام اس کے دل میں ہے۔ کہ اسلام کے خلاف وہ ایک کلمہ بھی نہیں سن سکتی۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ اس لڑکی نے ایسے ماں باپ سے تربیت پائی ہے۔ جو نہ صرف خود دیندار اور مذہب پرست ہیں۔ بلکہ انہوں نے لڑکی کے دل و دماغ میں بچپن ہی میں اسلامی تعلیم نقش کر دی ہے۔

والدین کو چاہئے۔ کہ لڑکا لڑکی دونوں کو مذہبی تعلیم دیں۔ اگر گاڑی کا ایک پہیہ سیدھا اور ایک ٹیڑھا ہوگا۔ تو گاڑی ہرگز نہیں چل سکے گی۔ بلکہ ٹیڑھا پہیہ سیدھے کو بھی اپنے ساتھ کر لے گا۔ اسی طرح اگر لڑکوں کو مذہبی تعلیم نہ دی گئی۔ تو وہ ہرگز مذہب پرست بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے پر رضامند نہ ہوں گے۔ بلکہ انہیں بھی اپنے ہی رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں گے۔ اور اس میں ناکامیابی ہونے پر بیوی سے متنفر ہو جائیں گے۔ جس کی ایسی مثالیں عام طور پر دیکھنے میں آتی ہیں۔ کہ اکثر لڑکے پہلی بیوی موجود ہوتے ہوتے میم لے آئے ہیں۔

غرض میرا مقصد اس مضمون کے لکھنے سے یہ ہے۔ کہ اگر ہماری تعلیم و تربیت اسلامی تعلیم سے معمور ہو۔ تو کوئی اسکول کوئی درسگاہ بھی ہم کو مذہب سے بیگانہ نہیں کرسکتی۔ اور اس کا دارومدار والدین پر ہے۔ خدا ہم مسلمانوں پر رحم کرے۔ اور ہم سے مذہب کی طرف سے یہ بےحسی و غفلت دور کرکے ہمارے سینوں کو اسلام کی محبت سے منور کردے۔

عطیہ نصرت خانم

مکان بدلنا

جن بہنوں کے اپنے مکان نہیں ہیں۔ یا جن کے عزیز سرکاری ملازم ہیں۔ انہیں آئے دن مکان تبدیل کرنے کی ضرورت درپیش رہتی ہے۔ کبھی تو مالک مکان کے احکام اور کبھی اپنی ہی ضرورتیں بار بار مکان بدلنے پر مجبور کرتی رہتی ہیں۔ لیکن میں نے دیکھا ہے۔ کہ عام طور پر بہت کم بہنیں مکان بدلنے کے مناسب طریق و آداب سے واقف ہیں۔

مکان تبدیل کرتے وقت شاذ ہی بہنیں اسے اس قابل چھوڑ کر رخصت ہوتی ہیں۔ کہ کوئی دوسرا شریف شخص وہاں آکر بے تکلف رہ سکے۔ اٹھتے وقت بس یہی خیال ہوتا ہے۔ کہ جلد سے جلد یہاں سے رخصت ہو جائیں۔ تمام کوڑا کرکٹ گھر ہی میں پڑا رہتا ہے۔ پرانے جوتوں پھٹی چٹائیوں اور دوسری بے کار چیزوں کے صحن میں انبار لگے رہتے ہیں۔ دیواریں میلی کچیلی۔ چھتوں میں جالے۔ نالیاں بند۔ روشن دان ٹوٹے پھوٹے دروازوں اور کھڑکیوں کے شیشے غائب چٹخنیاں اور کنڈیاں بےکار۔ ایسی حالت میں مالک مکان یا خریدار داخل ہوتا ہے۔ تو فوراً دل برداشتہ ہو کر واپس ہو جاتا ہے۔ اور رہنے والوں کے سلیقے صفائی اور تہذیب پر نام دھرتا ہے۔

ہر مہذب خاتون کے لئے مکان کو یوں چھوڑ کر رخصت ہونا نہایت شرمناک ہے بیبیوں کا فرض ہے۔ کہ جاتے وقت مکان کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ یہ تصور کر لینا فضول ہے کہ "اونہہ ہمارے بعد جو آئے گا۔ خود صفائی کر دے گا۔ ہمیں کیا غرض۔ ہم کچھ نوکر تھوڑا ہی ہیں"۔

ایک معزز تعلیم یافتہ گھرانے کا واقعہ میرا چشم دید ہے۔ کہ بیوی نے میکے جانے کی ٹھانی۔ میاں بوجہ ملازمت تنہا رہنے پر مجبور ہوئے۔ ساتھ ہی یہ رائے قرار پائی۔ کہ مکان بھی ٹھیک نہیں ہے۔ لہذا تبدیل کیا جائے۔ چنانچہ مکان خالی کر دیا گیا۔ بیوی صاحبہ نے مکان کی جو گت بنا رکھی تھی۔ ناگفتہ بہ تھی۔ مجھے جھوٹ سے پرہیز اور مبالغہ سے نفرت ہے۔ لیکن یقین مانئے۔ جس میز پر [illegible] صاحبہ کا پاندان رکھا رہتا تھا۔ وہاں دو دو اور تین تین فٹ

تک دیوار کی قلعی مطلقاً نظر نہ آتی تھی۔ تمام دیوار کتھے سے لال ہو رہی تھی۔ کوئی کمرہ ایسا نظر نہ آتا تھا۔ جہاں پیک یا کتھے کی انگلیوں کے نشانات موجود نہ ہوں۔ پھر کہیں سیاہی گری تھی۔ کہیں بچوں نے شرارت سے کوئلہ گھس دیا تھا۔ غرض ہر کمرہ اور برآمدہ رہنے والی بی بی کی بدتہذیبی اور بے پروائی پر نوحہ خواں تھا۔ یہ مکان کسی ہندو شخص کا تھا۔ مکان خالی ہونے پر اس نے اس کی یہ کیفیت دیکھی۔ تو بہت خفگی کا اظہار کیا۔ جو کچھ کہہ سکتا تھا۔ کہا۔ مسلمان خواتین کے سلیقے پر فقرے کسے۔ فوراً مزدور بلا اپنے مکان کی قلعی کروائی۔ اور عہد کر لیا۔ کہ آئندہ کسی مسلمان کو اپنا مکان کرائے پر نہ دوں گا۔ کئی بار اس کا مکان مہینوں خالی رہا۔ مگر اس نے پروا نہ کی۔ اور مسلمان کو کرائے پر نہ دیا۔

صرف یہ ایک ہی نہیں بلکہ کئی ایسی مثالیں پیش نظر ہیں۔ جو بوجہ طوالت لکھنے سے مجبور ہوں۔ بارہا ہمیں بھی ایسا اتفاق ہوا۔ گھر کے مرد مکان پسند کرنے گئے۔ تو واپس آکر مکان کی ایسی حالت بیان کی۔ کہ سن کر بہت افسوس ہوا۔

جو بہنیں مکان بدلتے وقت اس کی صفائی کرانے کی عادی نہیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ وہ میرے اس مضمون سے چڑھیں گی نہیں۔ بلکہ آئندہ ہر مکان سے رخصت ہوتے وقت اسے ایسی حالت میں چھوڑا کریں گی۔ کہ ان کے جانے کے بعد جو شخص بھی اس میں قدم دھرے گا۔ ان کی تہذیب اور سلیقے کو سراہا کرے گا۔

عزیزہ خاتون۔ گوندیا (برار)

اجنبیوں سے دوستی

دوستی بھی ضروریات زندگی میں سے ایک چیز ہے۔ اس کے بغیر نہ دنیا کے کاروبار چلتے ہیں۔ اور نہ زندگی ہی پرلطف بسر ہوتی ہے۔ مگر خیر الامور اوسطہا۔ اس میں بھی اعتدال کی ضرورت ہے۔ جہاں دوستی سے بہت سے کام ہوتے ہیں۔ وہاں اس سے نقصان بھی بہت ہوتے ہیں۔ جو لوگ ضرورت سے زیادہ دوستی کرتے رہتے ہیں۔ ان کو بہت سے مفید کام کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اور وقت کا قیمتی سرمایہ برباد ہو جاتا ہے۔ جس کا احساس کسی خاص وقت میں ہو کر افسوس ہوتا ہے۔ جو اس وقت بے فائدہ ہوتا ہے۔

دوستی کرنے سے پہلے اس کی مشکلات کو خوب سوچ سمجھ لینا چاہئے۔ کبھی کسی اجنبی سے ایک دم شیر و شکر نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس طرح اکثر بڑا دھوکا ہو جاتا ہے۔ اور ناقابل تلافی

نقصان پہنچتے ہیں + پردیس میں اور خاصکر
سفر کی حالت میں دوستی کرنے میں بڑی احتیاط
کرنا چاہیئے + سفر میں اکثر لوگوں نے دوستی کے
پردے میں دغابازی کی ہے۔ جس کے
عبرت انگیز واقعات کبھی نہ کبھی سننے میں آہی
جاتے ہیں + ایک واقعہ تو میرے ہی خاندان
میں ہوچکا ہے۔ جس کو بغرض عبرت درج
ذیل کرتی ہوں +

عرصہ تین سال کا گزرا۔ میرے ایک
عزیز ریل میں سفر کر رہے تھے۔ گاڑی کے
مسافروں میں سے ایک شخص جو بظاہر نئی روشنی
کا جنٹلمین معلوم ہوتا تھا۔ اپنا تعلق یوپی کے
ایک معزز خاندان سے بتاتا تھا۔ ان کا دوست
بن گیا + عزیز موصوف اپنی منزل پر پہنچ کر
جس ہوٹل میں ٹھہرے۔ وہیں وہ بھی ٹھہرا۔
ایک دن کھانے کے وقت یہ شخص اعلیٰ قسم کا
قورمہ پکوا کر کہیں سے لایا۔ اور بڑی تعریف
کے ساتھ پیش کرکے کھانے پر مصر ہوا + عزیز
موصوف نے تھوڑا سا کھایا۔ کھاتے ہی قے
ہوگئی۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر وہ دغاباز گھبرا
کر بولا۔ میں ڈاکٹر کو لینے جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر
فوراً کہیں چلدیا۔ اور باہر کہیں چھپ گیا + میرے
عزیز بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ پھر تو اس دغا
باز نے ان کی جیب کا خوب جائزہ لیا۔ اور
گھڑی اور نقدی جو کچھ [illegible] لگا۔ سب نکال
لیا۔ پھر ان کو ایک چادر میں لپیٹ کر کونے
میں ڈال دیا۔ اور کل اسباب لے کر چمپت
ہوگیا +

بہت دیر میں جب ان کو ہوش آیا۔ تو یہ
افتاں و خیزاں شفاخانے پہنچے + ڈاکٹری معائنہ
کرانے سے معلوم ہوا۔ کہ دھتورہ کھلایا گیا ہے۔ مگر
چونکہ کم مقدار میں کھایا تھا۔ اس لئے بچ گئے۔
جب سے آج تک ان کی صحت خراب ہے +
کئی ماہ بعد یہ شخص گرفتار ہوا۔ اور اس کو سزا
ہوگئی + یہ ہمیشہ اسی قسم کی دغابازی کیا کرتا
تھا۔ اور سزا یافتہ بھی تھا +

ایک مرتبہ میں بھی ایک مصیبت میں پھنس
گئی تھی۔ مگر خدا نے بچالیا۔ اور کوئی خاص
نقصان نہ پہنچ سکا +

ایک مرتبہ مجھ کو ایک ریاست میں جانے کا
اتفاق ہوا۔ جس جگہ میں جانے والی تھی۔ وہاں
کی ایک خاتون نے میرا نام سن لیا۔ سنتے ہی
تمام میں اعلان کر دیا۔ کہ فلاں معلمہ جو آرہی ہیں
ان کو میں اپنی بہن بناؤں گی + اس تجویز کی خبر
فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔ خیر جب میں اس مقام
پر پہنچی۔ تو انہوں نے مجھ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔
اور بڑی خاطر تواضع کی + میں اس پیچ کو کچھ نہ
سمجھی۔ چند ماہ بعد انہوں نے مجھے بہن بنانے
کا تذکرہ کیا۔ میں نے مناسب طور پر انکار کر دیا۔
کیونکہ مجھ کو چلتے وقت میرے عزیزوں نے منع

کر دیا تھا۔ کہ میں وہاں ہوشیار ہو کر رہوں ؛
ایک دن خاتون موصوفہ نے ایک جلسہ کیا۔
جس میں مجھ کو بھی مہمان بلایا۔ چونکہ میں دلہن بننا
چاہتی نہ تھی۔ اس لئے بہت سادہ لباس پہن کر
گئی ۔میری میزبان نہایت پرتکلف دوپٹہ اوڑھے
بیٹھی تھیں۔ انہوں نے میرا دوپٹہ زبردستی اتار
کر اوڑھ لیا۔ اور اپنا قیمتی دوپٹہ مجھ کو اڑھا کر خوب
گانا بجانا کیا۔ ہار پھول مٹھائی تقسیم کی۔ بہت
رات تک کھیل تماشے ہوتے رہے ؛ دوپٹہ بدلتے
ہی ان کا برتاؤ میرے ساتھ بدل گیا۔ اور اب
وہ رات دن میرے کمرے میں اس طرح رہنے
لگیں۔ جس سے مجھ کو کسی خاص نقصان پہنچنے
کا اندیشہ ہو گیا ؛ ان کی ساتھی بیویوں نے ان
کے بعض خاص خوفناک خاندانی حالات بتا کر مجھ کو
ایسا ڈرایا۔ کہ میں ان کا دوپٹہ واپس کرنے پر مجبور
ہو گئی ؛

دوپٹے کا واپس ہونا تھا۔ کہ بہناپا عداوت سے
بدل گیا۔ اس کے بعد جو تکالیف مجھ کو وہاں رہنے
میں پہنچی ہیں وہ خدا کسی دشمن کو بھی نصیب نہ کرے ؛
ایک مشنری لیڈی کا خدا بھلا کرے جس نے میری
تکلیف کا حال سنتے ہی مجھ کو اپنے مدرسے میں ایک
عمدہ جگہ دے کر وہاں سے نجات دلائی ؛

مجھ کو امید ہے۔ کہ ان واقعات کو پڑھ کر
تہذیبی بہنیں اجنبیوں سے بے سوچے سمجھے دوستی
کرنے سے پرہیز کریں گی ؛ شاہزادہ جہان بیگم آگرہ

شریعت اسلامی میں

ہندوانی اضافہ

شوہر کی وفات پر عورت کو چار مہینے دس دن
سوگ میں رہنا پڑتا ہے۔ اسے شرع کے محاورے
میں عدت کہتے ہیں ؛ ان ایام میں شرع کی رو سے
عورت کو زیب و زینت سے باز رہنا پڑتا
ہے۔ اور اسے مکان سے باہر جانے کی بھی اجازت
نہیں۔ مگر یہ ممانعت بہت سخت نہیں۔ اگر کسی
ضرورت کی وجہ سے وہ جانا چاہے۔ تو جا سکتی
ہے۔ مگر ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ رات کو اپنے مکان
میں آ جائے ؛

بدقسمتی کہوں۔ یا لاپروائی۔ کہ ان مذہبی احکام
کو مثل رواج قرار دے کر ہندی مسلمانوں نے
کئی ایجادیں داخل کر لی ہیں۔ جو ہمسایہ قوم کی
صحبت کا اثر ہے۔ مثلاً ایام عدت میں زمین پر
سونا۔ کسی سے ملاقات نہ کرنا۔ اچھی غذا نہ کھانا
کسی شادی بیاہ میں شریک نہ ہونا۔ ہر وقت رونے
کو خوشنودی خدا خیال کرنا۔ اگر کسی ضروری کام
کے لئے دن کو کہیں باہر جانا پڑے۔ تو عدت
کی مدت کو پھر سے شروع کرنا وغیرہ ؛

ایک دفعہ ہم لوگ ایک دعوت پر مدعو کئے
گئے۔ صاحب خانہ ایام عدت میں تھیں۔ ہم لوگوں
نے ان سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔
لیکن ان کی لواحقین بیبیوں نے کہا۔ کہ وہ عدت

بیں ہیں۔ اور ان دنوں میں کسی سے ملاقات کرنا
شرعاً منع ہے + اس پر میں نے کہا۔ کہ کہاں اور
کس شرعی کتاب میں یہ حکم درج ہے۔ کہ عدت
میں عورتوں سے پردہ کیا جائے + اس پر وہ خفا
ہو کر کہنے لگیں۔ کہ ہمارے خاندان میں شروع
سے یہی دستور چلا آتا ہے۔ آج کل کے لوگوں نے
نئی شرع گھڑی ہے + کچھ دیر تک گفتگو ہوتی رہی
لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اور ہمیں خاموش ہونا پڑا ؛
اسی طرح ایک اور واقعہ قابل بیان ہے میری
دوست کی ایک رشتہ دار تھیں۔ وہ ایک دفعہ
شوہر کے ساتھ تانگے میں سوار ہو کر جا رہی تھیں
کہ کسی کی موٹر سے ٹکر ہو گئی۔ جس سے ان کے
شوہر کا انتقال ہو گیا۔ موٹر والے سے مقدمہ
کرنا پڑا۔ تو اس دوران میں انہیں کہیں آنا
جانا پڑتا تھا۔ اس لئے انہوں نے مقدمہ ختم
ہونے کے بعد از سر نو عدت کی میعاد پوری
کی جس کی شرعاً کچھ ضرورت نہ تھی + تعجب کی
بات یہ ہے۔ کہ اگر کوئی بی بی اس مقرر کردہ
رواج کے مطابق نہ چلے۔ بلکہ شرعی احکام کی
پیروی کرے۔ تو الٹا اُسے نکو بنایا جاتا ہے
اور طرح طرح کی باتوں سے اس کا دل دکھایا
جاتا ہے۔ بہنوں کو چاہیئے۔ کہ جہاں کہیں شرعی
احکام کی پیروی میں کوتاہی یا زیادتی دیکھیں
اس کو دور کرنے اور روکنے کی حتی الوسع کوشش
کریں۔ اور خود بھی ایسی باتوں پر عمل پیرا
ہوں۔ جن سے خدا اور اس کا رسول راضی ہو
خدا ہر بہن کو ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین !

خاکسار فیروزہ بیگم از گوجرانوالہ

معیار تہذیب

مہذب ممالک کی دلفریب داستانوں
اور تہذیب جدیدہ کے دل کش افسانوں سے
مجھے کوئی واسطہ ہے۔ نہ دلبستگی۔ میں صرف
اس وقت یہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ کہ حقیقت
میں مہذب کون ہے۔ اور حقیقی تہذیب کس
چیز کا نام ہے جسے دنیا یک لخت بھولتی جا رہی
ہے ؛

کیا اچھے قیمتی لباسوں اور جدید تمدن کی
چکا چوند کرنے والی طرز میں تہذیب پنہاں ہے؟
نہیں + کیا حیا سوز فیشن کی بھونڈی آرائش
اور دولت و عمارت کے عہدی پن کی آسائش
کا نام تہذیب ہے ؟ ہرگز نہیں + کیا پُر تکلف
غذاؤں کے چٹورپن اور سیر و تفریح اور راگ
نغموں کی دھن میں تہذیب مضمر ہے ؟ نہیں
مطلق نہیں + کیا عالی شان محلوں اور سامان
عیش و طرب میں تہذیب نمایاں ہے ؟ نہیں
بالکل نہیں ؛

یہ نہیں نہیں کی ایک پوشیدہ غیبی آواز

مجھے اس سرگردانی میں سنائی دے رہی ہے۔
اور مخفی انداز میں زبان حال سے کہہ رہی ہے
کہ ان تمام چیزوں کو اصل تہذیب سے نہ کوئی
واسطہ ہے۔ نہ غرض + دنیا اور نئی روشنی کی
طالب دنیا نے غلطی سے خذ ما صفا دع ما کدر کے
سنہرے اصول کو نظر انداز کر کے صرف یہی سمجھ لیا
ہے۔ کہ ظاہری نمود و نمائش اور اعلیٰ و مغربی
تمدن کی روشنی میں زندگی بسر کرنے کا نام ہی
تہذیب ہے ٭

مگر اے مہذب کہلانے کے خواہاں انسان!
تہذیب کا کام اخلاقی اصلاح ہے۔ نہ کہ جاہ و
حشم۔ دولت و امارت کی نمائش و نفس پرستی۔
تہذیب تو ان پاک و صاف قلبوں کی کرن ہے۔
جو اصلاح شدہ پاکباز دلوں سے نکل کر دنیا
اور اہل دنیا کو اپنی متبرک روشنی سے منور کیا
کرتی ہے۔ اور یہی روشنی تھی۔ جو خداوند عالم
کے مقبول بندوں یعنی پیغمبروں کے نورانی
دلوں سے نکل کر تمام دنیا میں پھیلی۔ اور اپنے
مقدس پرتو سے تمام عالم کو نور صداقت سے
جگمگا دیا + اس حقیقی تہذیب کی روشنی کو جب
کہیں دیکھو۔ تو سمجھ لو۔ کہ بس یہی اصل تہذیب
ہے۔ اور جس کے قلب پر یہ نورانی تجلیاں
ہوں۔ وہی مہذب کہلانے کا مستحق ہے ٭

تہذیب اگر حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اور
حقیقی معنوں میں مہذب بننے کی ضرورت

ہے۔ تو آج کل کے جدید تمدن کی تباہ کن خواہشات
سے تیر کی طرح بھاگو۔ جسے مہذب دنیا کے نکتہ
رس نفریں کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں ٭
اگر تہذیب کے معنی اصلاح دینا۔ سنوارنا۔
اور چھانٹنا ہے۔ تو اپنے آپ کی اس طرح
اصلاح ضروری ہے۔ کہ ہم اپنے دلوں کو
فضولیات اور لغویات سے پاک رکھیں۔
اخلاق کا ایک مجسمہ بن جائیں۔ نیکی سے خود
کو سنواریں۔ پاکبازی۔ راستی۔ دیانتداری
کو اپنا مسلک بنائیں۔ انسانیت و محبت کی
تصویریں بن کر دکھائیں۔ حق اللہ اور حق العباد
کے فرائض ادائگی کو زندگی کا جزو قرار دیں
اور "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کی سچی تفسیر
بن جائیں۔ کہ اللہ کے نزدیک کبھی تم میں
زیادہ بزرگ وہی ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار
متقی ہے + پس تہذیب و انسانیت کی بہترین
مثل یہی ہے۔ اور معیار تہذیب یہی + باقی
تمام نفس پرستی کے ڈھکوسلے ہیں ٭
کاش مہذب کہلانے کے دعویدار اس
حکم ربی کے مطابق اپنے آپ کو آراستہ کرتے
تو یہ دنیا آج اصل تہذیب کا مرقع نظر آتی۔
اور آج کل کی تمام نمائشی چیزیں اصل خوبیوں
کے ساتھ سونے پر سہاگہ کا کام دیتیں۔ مگر
یہاں تو یہ حال ہے۔ کہ ؎
ادھر خدا بندگی کا طالب۔ ادھر نفس ہے حریف غالب۔

یہ روح آگرمیان قالب عجب مصیبت کے درمیاں ہے۔

سردار محمدی بیگم۔ لونسی۔ تلابیہ۔

مدھوپور

صوبہ بہار واڑلیسہ کے بہت سے شہروں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ لیکن مدھوپور کا قصبہ خاص طور پر مجھے پسند آیا۔ یہ شہر تجارتی حیثیت سے نمایاں نہیں۔ بازار اس کا بہت ہی مختصر ہے۔ روزمرہ ضرورت کی چیزیں گو گراں ہیں۔ مگر دستیاب آسانی سے ہو جاتی ہیں۔ سڑکوں پر کوئی غیر معمولی چہل پہل نہیں۔ البتہ ہفتے میں جب دو بار ہاٹ کے لوگوں اور دکانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ تو کافی دلچسپی کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر اس شہر میں جو چیز مجھے بھلی معلوم ہوئی۔ وہ یہاں کی صفائی اور یہاں کے مکانات کا ایک مخصوص انداز میں واقع ہونا ہے۔

اس شہر کا ہر مکان قریب قریب ایک ہی نمونے پر بنا ہوا ہے۔ اور تمام عمارتیں ایک ہی سلسلے میں کھڑی ہیں۔ اونچی اور سربفلک عمارت بنانے سے قصداً پرہیز کیا جاتا ہے۔ تاکہ فضا میں تازہ اور صاف ہوا بلا کسی روک ٹوک کے آجا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شہر کے مکانات اور کوٹھیاں عالی شان اور شان و شوکت والی نہیں۔ عام طور سے ایک ہی منزل کی ہوتی ہیں۔ طول وعرض میں متوسط درجے کی ہیں۔ مگر خوب خوشنما۔ ہر مکان کے ساتھ بلا استثنا۔ ایک پائیں باغ ضرور ہے۔ اور اس باغ میں انواع واقسام کے پھل پھول کے درخت لگے ہیں۔ اور مالک مکان ان درختوں کی پرورش میں مناسب اور کافی دلچسپی لیتا ہے۔ جن مکانوں میں پھول نہیں۔ ان کا کرایہ بہت ہی کم ہوتا ہے۔

مکانات قریب قریب سب انگریزی وضع کے ہیں۔ مکانوں کی پشت پر اور سامنے دونوں جانب وسیع سڑکیں ہیں۔ اور سڑکیں بھی ایسی کہ ایک وقت میں چار چار موٹریں ساتھ ساتھ گزر سکیں۔ ایسی کوئی بھی سڑک نہیں۔ جہاں کم سے کم ایک موٹر آسانی سے نہ گزر سکے۔ دو مکانوں کے درمیان دیوار رکھی جاتی ہے۔ اور اسی دیوار سے دونوں گھروں کا باغ شروع ہو جاتا ہے۔ مکان سڑک سے کافی دور بنائے جاتے ہیں۔ اور ٹھیک سڑک کے کنارے ایک چھوٹی سی دیوار کھینچ دی جاتی ہے۔ یہ دیوار مکانوں کے آگے آگے میلوں تک چلی گئی ہے۔

ایک قابل دید چیز یہاں کی پھولوں کی نرسری ہے۔ جو دو بنگالیوں کی ذاتی ملکیت ہے۔ یہاں طرح طرح کے نہایت اعلیٰ اور نایاب

پھولوں کے پودے لگائے جاتے ہیں - گلاب تین قسم کا یہاں ہوتا ہے - ایک بالکل سفید - دوسرا بالکل سرخ - تیسرا معمولی گلابی رنگ کا + گلاب کے پھول بہت ہی بڑے بڑے ہوتے ہیں مٹھی میں مشکل سے سما سکتے ہیں + گل داؤدی بھی بہت بڑے بڑے ان کھیتوں میں دکھائی دیتے ہیں + ان پھولوں کے علاوہ یاسمین - چنپا - کنول - بیلا - کامنی وغیرہ وغیرہ کے پھول کثرت سے لگے ہوئے ہیں + شادیوں - جلسوں - پارٹیوں - کانفرنسوں کے لئے گلدستے یہاں سے بن کر دور دور جگہ تک جاتے ہیں + جن دنوں وائسرائے بہادر حضور نظام کے یہاں مدعو تھے - تو حیدرآباد سے ایک خاص پھولوں کے گلدستے کے لئے تار آیا تھا - اور وہ گلدستہ نہایت خوب صورت بن کر اسی نرسری سے گیا تھا + روزانہ چار بجے شام کو ٹوکریوں پھول توڑے جاتے ہیں - اور اسی وقت مختلف جگہ ریلوں سے روانہ کر دئے جاتے ہیں + اس نرسری کی ہزاروں روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے +

مدھوپور سمندر کی سطح سے ۸۲۰ فٹ اوپر ہے - اور سینوٹوریم بھی کہلاتا ہے - جاڑے کے موسم میں تبدیل آب و ہوا کرنے والوں کی بے حد کثرت رہتی ہے + پچھم کے رہنے والوں کے لئے یہ جگہ چنداں مفید نہیں مگر پورب کے رہنے والوں کے لئے یہ جگہ بہت ہی مفید اور صحت بخش سمجھی جاتی ہے - چنانچہ بنگال - بہار - اور آسام کے باشندے اکتوبر سے جنوری تک کثرت سے بھرے رہتے ہیں - ہزاروں کوٹھیاں زمینداروں نے صرف اس لئے بنا کر چھوڑ رکھی ہیں - کہ ان چار مہینوں تک نوواردوں سے کرایہ وصول کر کے کافی آمدنی پیدا کریں - چنانچہ شہر کا ایک ایک مکان ان دنوں پُر رہتا ہے - اکثر ایسا ہوتا ہے - کہ کرایہ دار چھ چھ مہینے پیشتر کوٹھیاں کرایہ پر لے رکھتے ہیں - تاکہ جاڑے میں چار مہینے یہاں آکر آب و ہوا تبدیل کریں +

اکثر مریض ایسے یہاں آئے - کہ چند دنوں کے مہمان سمجھے جاتے تھے - وہ چار مہینے رہ کر ایسے بھلے چنگے ہو کر گئے - کہ معلوم ہوتا تھا - بیماری ان کو چھو تک نہ گئی تھی + بنگال کے جتنے بڑے لوگ ہیں - انہوں نے باضابطہ انتظام سے یہاں اپنی ایک ایک کوٹھی بنا رکھی ہے - اور اس موسم میں تفریح طبع کرتے ہیں + اس زمانے میں مدھوپور اپنی پُر کیف بہار پر ہوتا ہے - سڑکوں پر خوش پوش عورتوں مردوں کا جمگھٹا ہوتا ہے - موٹر کاروں - لاریوں اور گاڑیوں کا طوفان بدتمیزی بالکل نہیں رہتا - بچہ - بوڑھا - جوان - عورت مرد - تندرست اور مریض - ہر کس و ناکس

اطمینان کے ساتھ میلوں صاف ستھری سڑکوں پر سیر کر سکتا ہے۔ بنگالی اور یہودی زیادہ ہوتے ہیں۔ مسلمان برقعہ پوش عورتیں بھی سڑکوں پر نظر آتی ہیں۔ مگر بہت کم۔

مگر سب سے زیادہ قابل افسوس یہاں کے رہنے والے مسلمان باشندوں کی اخلاقی، معاشری، مذہبی اور تعلیمی حالت ہے۔ یہاں کے مستقل رہنے والوں میں مسلمانوں کی تعداد بمقابلہ دوسروں کے بہت زیادہ ہے۔ نوشت و خواند کا بالکل چرچا نہیں۔ ان میں اعلیٰ تعلیم کا معیار خط لکھنا پڑھنا اور انگریزی میں پتہ لکھ دینا ہے۔ یہاں سنہ ۱۹۱۱ء میں ایک اسکول قایم کیا گیا تھا۔ لیکن آج بیس برس کے عرصے میں صرف دو مسلمان لڑکوں نے میٹرکولیشن کا امتحان پاس کیا ہے۔ اور یہ دو لڑکے بھی خاص یہاں کے رہنے والے نہیں تھے۔ دوسری جگہ کے باشندے تھے جن کے بزرگ اس شہر میں ملازمت کے سلسلے میں آئے تھے۔ لڑکے تعلیم کیا پائیں۔ گھروں میں تعلیم کا چرچا ہی نہیں۔ سگرٹ پان کھا کر سڑکوں پر آوارہ حال پھرا کرتے ہیں۔ کوئی اونچ نیچ سمجھانے والا نہیں ہے۔

مذہبی حالت تو اور ناگفتہ بہ ہے۔ اس قصبے سے تین چار میل اندر کسی گاؤں میں چلے جائیے۔ وہاں کے مسلمانوں میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کی بنا پر انہیں مسلمان کہیں۔ مردے ان کے ہاں بغیر نہلائے ہوئے اور بغیر جنازے کی نماز کے دفن کر دئے جاتے ہیں۔ پوجا پاٹ کی رسوم ان کے ہاں ہندوؤں کی طرح مروج ہیں۔ اور کالی پوجا میں وہ حصہ لیتے ہیں۔ کالی مائی کی جے کے نعرے وہ لگاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ محرم میں تعزیہ کو دیوتا سمجھ کر ان کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ غرضکہ ایسی حالت ہے۔ کہ اگر ان کی خبر نہ لی گئی۔ تو بہت تھوڑے دنوں میں یہ لوگ دائرہ اسلام سے باہر ہو جائیں گے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ اس قصبے میں ایک نہیں دو مجالس ایسی ہیں۔ جس کے ہر سال جلسے ہوا کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے مولانا باہر سے آ کر لمبی لمبی تقریر کر جاتے ہیں۔ لیکن ان مجالس کا تعمیری پروگرام کوئی نہیں۔ ایک مجلس اہل حدیث کی ہے۔ اور دوسری حنفیوں کی۔ اپنے اپنے جلسوں میں ایک جماعت دوسری جماعت کو بُرا بھلا کہا کرتی ہے۔ حال ہی کا واقعہ ہے۔ کہ اہل حدیث نے اپنے جلسے میں حنفیوں کے مذہبی پیشواؤں کی شان میں سخت کلام استعمال کئے۔ تو حنفیوں نے اپنے جلسے میں اہل حدیث کے خلاف خوب زہر اگلا۔ یہاں تک۔ کہ دونوں طرف سے آستینیں چڑھ گئیں۔ اور لوگ میدان میں اتر آئے۔ پولیس نے مداخلت کی۔ ایس ڈی او کو تار دیکر بلوایا گیا۔ تو کہیں معاملہ رفع دفع

ہوا ۔

کاش یہاں ان دونوں جماعتوں کو اتنی توفیق ہوتی۔ کہ ان تکلیف دہ اور فضول جھگڑوں اور فرقہ پرستیوں کو چھوڑ کر اپنی تمام سرگرمی اصل اور ضروری کام کی طرف رجوع کریں ۔

مسز قطب الدین۔ مدھو پور (بہار)

بچوں میں جھوٹ بولنے کی عادت

اکثر والدین اپنے بچوں کو خوش کرنے کے لئے کہا کرتے ہیں۔ کہ تم ہمارا کہا مانو گے۔ تو ہم تمہیں اچھے اچھے کھلونے یا کوئی اور انعام دیں گے۔ مگر بعد میں اس بات کا خیال نہیں رہتا۔ کہ ہم نے کیا وعدہ کیا تھا۔ اس وعدہ خلافی سے ہم بچوں کی نظر میں جھوٹے بنتے ہیں ۔

دوسری غلطی یہ کی جاتی ہے۔ کہ جب بچہ کوئی قصور کرتا ہے۔ تو سزا دے کر اسے کہا جاتا ہے۔ یاد رکھو اب تو خفیف سزا دی گئی ہے۔ آیندہ کبھی کرو گے۔ تو چمڑی ادھیڑ دی جائے گی ۔ چنانچہ چند روز بعد پھر وہی قصور بچے سے ہو جاتا ہے۔ اور بچے کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ماں کی جھڑکی صرف کہنے کی ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ والدین کی بات کا اعتبار دل سے اٹھ جاتا ہے ۔

تیسری لاپروائی یہ ہے۔ کہ اگر بچے سے دانستہ یا نادانستہ ان کی غیر حاضری میں کوئی قصور ہو جائے۔ مثلاً کوئی گلاس ٹوٹ جائے۔ یا کوئی چیز گر جائے۔ دریافت کرنے پر وہ اپنے قصور کا اقرار کرے۔ تو اس پر مار شروع ہو جاتی ہے ۔

بچوں سے جو وعدہ کیا جائے۔ اسے پورا کرنا چاہئے۔ دوسرے ایسی ظالمانہ دھمکی دینا ہی نہیں چاہئے۔ جس سے بچے کے دل میں یہ خیال پیدا ہو۔ کہ ماں باپ ظالم بے رحم ہیں۔ یا جھوٹ بولتے ہیں۔ بھلا یہ ایسا کیوں کرنے لگے۔ یہ تو ہمیں بہت چاہتے ہیں۔ اور ہمارے بغیر انہیں چین نہیں آتا۔ واقعی بات بھی یہی ہے۔ آپ کب اپنے بچوں کو ایسی سخت سزا دینا چاہتے ہیں۔ پھر ایسی غیر ممکن دھمکی دینے سے کیا حاصل بجز اس کے۔ کہ آپ جھوٹ بولے۔ اور اپنا وقار کھو دیا۔ دوسرے بچوں نے بھی جھوٹ بولنا سیکھ لیا۔ اور آپ کا وعدہ غیر ممکن سمجھ کر اور بھی زیادہ دق کرنا شروع کیا ۔

تیسری بات یہ ہے۔ کہ اگر بچہ آپ کی غیر حاضری میں کوئی نقصان کر دے۔ تو اس سے دریافت کر کے اس کے سچ کہنے پر سزا نہ دینا چاہئے۔ بلکہ سچ کہنے پر اسے شاباشی دے کر سمجھا دینا چاہئے۔ کہ ایسے نقصان نہ کیا کرو۔ بچے کو کیا سمجھ۔ کہ سچ اچھا اور جھوٹ برا ہے۔

وہ تو اسی کو اچھا سمجھے گا۔ جس سے اس کو
مار نہ پڑے گی۔ پس ایسے موقع پر مارپیٹ
کرنا جھوٹ بولنے کی ترغیب دینا نہیں تو اور
کیا ہے؟

میں نے اپنی ناچیز رائے ظاہر کر دی۔
اگر اس میں کوئی غلطی ہو۔ تو میرے محترم ناظرین
تہذیب مجھے معاف کریں؟

مس ایس کے ایف۔ راساسی پی

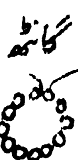
موتیوں کے پھول

ذیل میں ایک قسم کے خوب صورت ہشت پہلو
موتی کے پھول بنانے کی ترکیب لکھتی ہوں
جن کو جمپروں اور بلاؤزوں کے گلے اور آستینوں
پر لگانے سے لباس بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے؟
مشین کی سلائی کا مضبوط مہین دھاگہ نمبر
۸۰ یا ۱۰۰۔ سوئیاں بہت مہین ہوں۔ تاکہ موتی
میں سے سوئی کم از کم تین دفعہ تو نکل سکے۔ سوئی
میں دُہرا دھاگا لے کر ان پر بڑے بڑے سوراخ
والے بارہ موتی لیکر پرو لو۔ اور گانٹھ ڈال کر

(۱) سوئی

موتی

یوں دائرہ بنا لو؟ گانٹھ ڈال لینے کے بعد
پھر سات موتی پرو لو۔ اس حساب سے کہ ۴ موتی
سنہری ہوں۔ پانچواں سرخ ہو۔ اور پھر دو
سنہری ہوں؟



(۲) گانٹھ

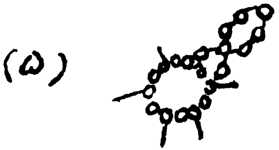


(۳) دوسرا موتی

یہ موتی سرخ ہو

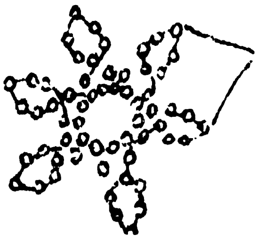
اب سوئی کو دوسرے موتی
میں سے یوں واپس لوٹا لو۔
اب اس میں اور ایک سنہری
موتی لے کر (+) ایسے نشان والے موتی میں
سے نکال لو تو یوں بن جائے گا۔

(۴) دوسرا موتی



(۵)

پھول کا ایک کنارا بنا۔ اسی طرح چھ کنارے
(کنگورے) بنا لو۔ تو مکمل پھول ایسا ہوگا:۔

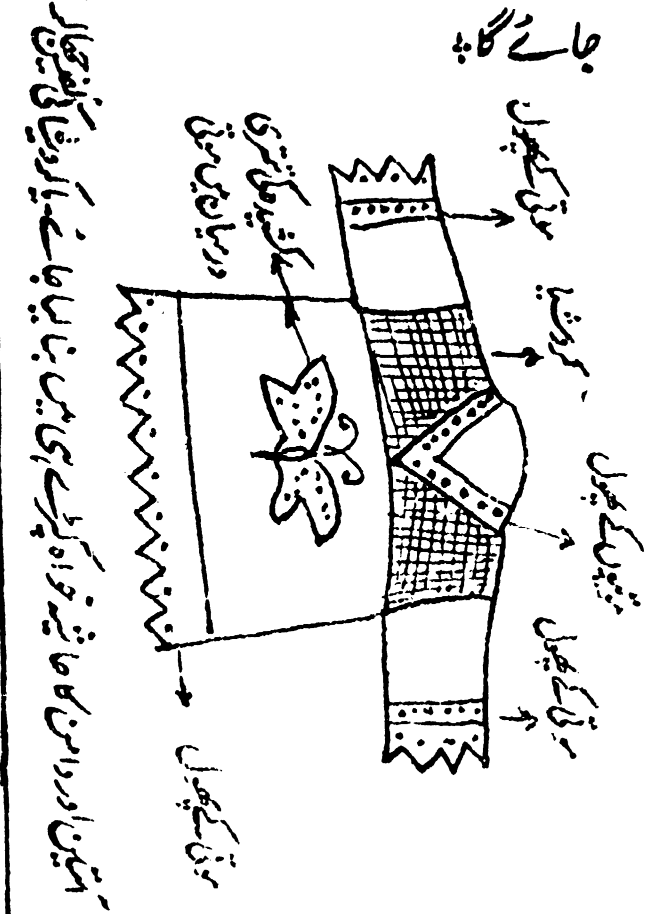


(۶)

یہ کناروں کے
موتی سرخ ہونے
چاہئیں؟

ایسے پھول مہین تار میں بنا کر آپس میں
جوڑ لیے جاتے ہیں۔ اور منی پرس۔ سنگھار کیس
وغیرہ نمائشی اشیاء بھی بنائی جاتی ہیں۔ مگر ان
کی ترکیبیں لکھنے کے لئے سب سے پہلے دیکھ
لو تو چاہئے۔ لہذا اس سے بڑھ کر اس خوبصورت
پھول کے متعلق لکھنے سے قاصر ہوں؟ ایسے
پھول حسب ضرورت تیار کر لینے کے بعد لباس
میں گلے اور آستینوں پر بھی ٹانک لئے جاتے ہیں

خصوصاً رنگین ریشم پر یہ بہت خوب صورت معلوم
ہوں گے + میں نے اسی نقشے کے مطابق
ایک جمپر تیار کیا ہے۔ اس لئے بہنوں کے
لئے اس کا نقشہ دیتی ہوں۔ امید کہ پسند کیا
جائے گا +



مس فاطمہ محمد حسین بنگلور سٹی

محترمہ ز-خ-ش کی نظمیں

آج میں تہذیب سنہ ۱۹۲۱ء کی جلد دیکھ رہی
تھی۔ اتفاق سے فخر نسواں ہند محترمہ ز-خ-ش
مرحومہ کی نظمیں میری نظر سے گزریں۔ جنہیں
پڑھ کر میرے دل پر بے انتہا اثر ہوا + اسی
سلسلے میں جناب مولوی صاحب کی وہ کوششیں
بھی یاد آئیں۔ جو مرحومہ کی غیر مطبوعہ نظموں کے
حاصل کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً کی گئی تھیں۔ جو
افسوس ناکام ثابت ہوئیں +

گو بات پرانی ہو چکی۔ مگر ہر کام تازہ خیالات
کے ساتھ شروع کریں۔ تو جدید ہو جاتا ہے۔
اس لئے مولوی صاحب کی خدمت
میں میری یہ عرض ہے۔ کہ آپ تہذیب نسواں
میں اعلان کر دیں۔ کہ جن جن بہن کے پاس
مرحومہ کا شائع شدہ کلام ہو۔ وہ دفتر تہذیب
کو روانہ کر دیں۔ جس میں فارسی اور اردو کی
کچھ تخصیص نہ ہو۔ مجھے امید ہے۔ کہ یوں بہت سا
کلام جمع ہو جائے گا۔ اسے اگر مجموعے کی صورت
میں شائع کر دیا جائے۔ تو فرقہ نسواں پر احسان
عظیم ہوگا۔ اور خود مرحومہ کو تہذیب سے جو محبت
تھی۔ اس کی ایک یادگار بھی قائم ہو جائے
گی۔ اور نئی تہذیبی بہنیں بھی اس کتاب کو
دیکھ کر اپنے فرقے کے اس گوہر نایاب سے
واقف ہو جائیں گی + امید کہ جناب مولوی
صاحب ان ناچیز خیالات کو شائع فرما کر
شکرئے کا موقع دیں گے +

فیض النساء "محبوب للج" دالٹر آرایس

تہذیبی بہنوں کو یہ خبر سن کر دلی خوشی
ہوگی۔ کہ محترمہ نکہت شروانیہ نے گزشتہ دنوں
محترمہ ز-خ-ش مرحومہ کی کلیات شائع
کرنے کی غرض سے دفتر تہذیب نسواں میں
روانہ فرما دی ہے + یہ کلیات ان کی ہمشیرہ

مرحومہ نے اپنے انتقال سے پہلے خود مرتب کی تھی - اور ان کی وصیت تھی - کہ اسے شائع کرنے کو دفتر تہذیب کو دیا جائے + محترمہ نکہت اس بیش بہا مجموعہ کو ڈاک کے ذریعے روانہ نہ فرمانا چاہتی تھیں - بلکہ ان کی آرزو تھی - کہ مولوی سید ممتاز علی صاحب قبلہ خود علی گڑھ آئیں - اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ میں دیں - لیکن بوجوہ مولوی صاحب قبلہ علی گڑھ نہ جا سکے + اب گزشتہ دنوں جب محترمہ نکہت شروانیہ کی علالت نے دور از حال خطرناک صورت اختیار کر لی - تو انہوں نے گھبرا کر بذریعہ بیمہ رجسٹری یہ کلیات لاہور روانہ کر دی + ہمیں امید ہے - کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کلیات کو اس کے شایان شان ظاہری محاسن کے ساتھ شائع کر سکیں گے ؎

نیبجر

ہمشیرہ مرحومہ مولوی سید ممتاز علی صاحب

تہذیبی بہنوں میں یہ خبر دلی رنج و قلق سے سُنی جائے گی - کہ مولوی سید ممتاز علی صاحب کی ہمشیرہ امت النساء بیگم نے تکلیف دہ علالت کے بعد ۲۰ - اپریل کو رات کے سوا نو بجے لاہور میں انتقال فرمایا - انا للہ وانا الیہ راجعون !

مرحومہ مولوی صاحب کی سب سے بڑی بہن تھیں - اور آپ کی عمر ۸۰ سال کی تھی باوجود پیرانہ سالی کے آپ کی صحت ہمیشہ اچھی رہی تھی - اب گزشتہ چند ماہ سے جگر کی شکایت پیدا ہو گئی تھی جسے شروع شروع میں تو ورم جگر سمجھا گیا - لیکن بعد میں معلوم ہوا - کہ جگر میں سولی از قسم سرطان پیدا ہو گئی ہے - جس کا علاج ناممکن ہے ؛

مرحومہ ۲۴ ہی سال کی عمر میں بیوہ ہو گئی تھیں - اور اپنے بیٹے - بیٹیوں - بہوؤں - نواسے نواسیوں اور پوتوں پر جان چھڑکتی تھیں - اپنی نیک دلی - سادہ پسندی اور خوش مزاجی کی وجہ سے خاندان کے تمام لوگوں کو بے حد عزیز تھیں - اور آپ کے دم سے خاندان میں بڑی برکت تھی + تہذیبی بہنیں دعا فرمائیں - کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو سرادقات جنت میں جگہ دے - اور اس صدمے میں تمام عزیزوں کو عموماً اور ان کی اولاد سید امیر حسین - سید سجاد حسین اور شریف النساء بیگم کو صبر جمیل عطا فرمائے - نیز تہذیبی بہنوں سے درخواست ہے - کہ تلاوت قرآن مجید اور چند دوگانہ نوافل سے مرحومہ کو ایصال ثواب پہنچائیں + نیبجر

محفل تہذیب

ہمیں اس خبر سے بے حد رنج و قلق ہوا -

کہ محترمہ اکبری خانم کے شوہر محترم خواجہ سید حسین علی صاحب مالک کتب خانہ اسلامیہ چنار نے ۱۰-اپریل ۱۹۳۰ء کو مرض استسقا سے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! ہمیں محترمہ موصوفہ کے ساتھ ان کے اس صدمہ اور واقعہ روح فرسا میں دلی ہمدردی ہے۔ عورت ذات کے لئے بیوگی سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور اکبری خانم صاحبہ اور جملہ متعلقین کے بے قرار دلوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ تہذیب

تہذیبی بہنیں یہ سن کر بہت خوش ہوں گی۔ کہ محترمہ نکہت شروانیہ کے مرض میں خدا کے فضل و کرم سے اب بہت تخفیف ہے۔ اور ٹمپریچر جو ۱۰۵ درجے تک پہنچ گیا تھا۔ اب نارمل کے قریب اتر آیا ہے۔ اور ضعف میں بھی کمی ہے۔ ہماری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد صحت کامل و شفائے عاجل عطا فرمائے۔ تہذیبی بہنیں دعائے صحت جاری رکھیں۔ تہذیب

ہمیں یہ سُن کر بے حد صدمہ ہوا تھا۔ کہ محترمہ حجاب اسمٰعیل (مدراس) شدید بخار میں مبتلا ہیں۔ جو متعدد بار ۱۰۷ درجہ تک پہنچ جاتا تھا۔ مگر آج کے تار سے یہ معلوم ہو کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ عزیزہ موصوفہ کا بخار اب بہت کم ہے۔ اور وہ رو بصحت ہیں۔ تہذیبی بہنیں از راہ کرم ان کی صحت کے لئے نماز پنج گانہ کے بعد دعا کریں۔ تہذیب

نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری ہمشیرہ زیب النساء بیگم کے ہاں ۵ شوال مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۳۰ء بروز پنجشنبہ صبح ۸ بجے دختر نیک اختر پیدا ہوئی۔ تاریخی نام اور تاریخ ولادت مطلوب ہے۔ حبیب النساء بنت عبدالرزاق صاحب منتظم تعمیرات حیدرآباد دکن

نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں۔ کہ میری چچازاد بہن کے یہاں ۱۳-اپریل ۱۹۳۰ء کو بروز اتوار لڑکا پیدا ہوا ہے۔ کوئی تہذیبی بہن یا بھائی اس کا تاریخی نام تجویز کریں۔ باپ کا نام شاہ سمیع اللہ ہے۔ اس نام سے ملتا جلتا ہو۔ مس زہرا انصاری دہلی

کوئی بہن یا بھائی براہ نوازش زنانہ سنگھار بکس کا جس میں عمدہ عمدہ مصالحے ہوں۔ پتہ بتا کر شکر گزاری کا موقع دیں۔ نیز قیمت اور دکان کا پتہ لکھیں۔ ایک خریدار

ولائتی معلومات

خاص تہذیب کے لئے

مراکش کا جواں سال حکمران

پچھلے دنوں لندن کے اخبار ڈیلی اکسپرس کے ایک نمائندے نے سلطان مراکش سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کا حال وہ اس طرح بیان کرتا ہے:۔

"سلطان مراکش ہز شریفین مجسٹی سیدی محمد بن مولائی یوسف بن مولائی الحسن کی عمر صرف انیس برس کی ہے۔ وہ اس چھوٹی سی عمر میں شوہر۔ باپ اور سلطان بن چکے ہیں۔ اور اس وقت پینتالیس لاکھ نفوس پر حکمرانی کرتے ہیں۔ جب ان کی عمر سولہ برس کی تھی۔ تو انہوں نے اپنی پندرہ سالہ چچازاد بہن سے شادی کر لی۔ اور اس وقت ایک ڈیڑھ برس کے بچے کے باپ ہیں؛

"سلطان موصوف اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہیں۔ گو ان کے مذہب اسلام نے انہیں چار بیویاں کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ لیکن انہوں نے ایک سے زیادہ شادی نہیں کی۔ وہ حرم کو کبھی پسند نہیں کرتے۔ سلطان موصوف عورتوں کے حقوق کے حامی ہیں؛

"سلطان موصوف کا محل مراکش کے دارالسلطنت رباط میں واقع ہے۔ اس کے گرداگرد باغات ہیں۔ اور درمیان میں سبز اور سفید رنگ کی عمارتیں ہیں۔ محل کے دروازے پر سیاہ فام مور نیلے رنگ کی برجس اور سرخ قمیص پہنے کمر میں سفید پیٹیاں باندھے۔ سر پر چھوٹی چھوٹی کلاہ دار پگڑیاں رکھے ہر وقت پہرہ دیتے رہتے ہیں۔ یہ سب شاہی دستے کے سپاہی ہیں۔ محل کے پاس ہی ایک شاہی مسجد ہے۔ جس میں سلطان جمعہ کے روز نماز پڑھنے جایا کرتے ہیں؛

"جس وقت میں محل کی طرف جا رہا تھا۔ تو مجھے دور سے محل کے گنبدوں کے گرد چھوٹے چھوٹے ہوائی جہاز سے اُڑتے نظر آئے۔ جب نزدیک پہنچا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ سب لق لق ہیں۔ میں نے گنا تو ان کی تعداد چالیس پچاس سے کم نہ تھی۔ یہ لق لق ہر سال موسم سرما میں شمالی یورپ سے آتے ہیں اور سردیاں یہیں بسر کرتے ہیں؛

"رباط کے علاوہ تفینسز۔ فیض اور مراکیش میں بھی ان کا ایک ایک شاہی محل ہے۔ سلطان مراکش جب اپنے ملک کا دورہ کرنے

ہیں۔ تو ان محلوں میں آکر ٹھہرتے ہیں۔ ان محلوں کے علاوہ کاسا بلانکا میں ان کا ایک پرائیویٹ ولا یعنی تفریحی بنگلہ بھی ہے۔ ہر ایک محل میں ایک ایک شاہی حرم ہے۔ رباط کے حرم میں تین سَو عورتیں ہیں۔ اور باقی کے تین محلوں کے حرموں میں عورتوں کی تعداد سات سَو ہے۔ جب سے یہ حرم باپ دادا کی طرف سے ان کے حصے میں آئے ہیں۔ انہوں نے اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان حرموں میں بوڑھی اور ادھیڑ عمر والی عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ وہ ان حرموں کو کبھی کا توڑ دیتے لیکن اسے بزرگوں کی شان میں گستاخی سمجھ کر ایسا کرنے سے مجبور رہیں۔

"شاہی حرم میں صدیوں سے یہ دستور چلا آتا تھا۔ کہ کوئی خاتون اس وقت تک شاہی حرم سے نہ نکل سکتی تھی۔ جب تک کوئی بلند مرتبہ اور اعلیٰ خاندان کا شخص اس سے شادی کرنے پر رضامند نہ ہو جاتا۔ لیکن موجودہ سلطان مراکش نے حرم کی تمام عورتوں کو اجازت دے رکھی ہے۔ کہ وہ اپنے پسند کے جس شخص سے چاہیں شادی کر کے حرم چھوڑ سکتی ہیں۔

"سلطان موصوف ایک بلند قد نوجوان ہیں۔ ان کا رنگ یورپینوں کی طرح سرخ و سپید ہے۔ وہ نہایت شستہ فرانسیسی زبان بولتے ہیں۔ شاہان مُور کی طرز کا لباس پہنتے ہیں۔ لیکن پرائیویٹ زندگی میں وہ ایک متعزز عرب کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔

"سلطان مراکش مغربی اور مشرقی دونوں قسم کا کھانا کھاتے ہیں۔ رسمی دعوتوں کے موقع پر وہ چھری کانٹے کا استعمال کرتے ہیں۔ لیکن پرائیویٹ زندگی میں وہ عربوں کی طرح فرش پر بیٹھ کر داہنے ہاتھ سے کھانا کھانے کے عادی ہیں۔ سلطان موصوف ہر روز صبح چار بجے اُٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ (اس کے علاوہ وہ دن میں چار مرتبہ اَور نماز پڑھتے ہیں۔ ایک ڈیڑھ بجے دوپہر کو۔ دوسرے چار بجے سہ پہر کو۔ تیسرے ساڑھے سات بجے شام کو اور چوتھے ساڑھے آٹھ بجے رات کو) صبح کی نماز کے بعد ساڑھے سات بجے ناشتہ آتا ہے۔ جس میں انڈے چائے اور مکھن کیک ہوتا ہے۔

ساڑھے آٹھ بجے وہ تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اب وزیر فرمان لے کر آتے ہیں۔ جنہیں پڑھ پڑھ کر وہ شاہی مہر لگا دیتے ہیں۔ ان کے بعد قبائل کے سردار حاضر ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی فرانسیسی حکام بھی ملاقات کو آجاتے ہیں۔ اس کے بعد دربار برخاست ہو جاتا ہے۔ اور سلطان موصوف یا تو شاہی باغوں میں ٹہلنے چلے جاتے ہیں۔ یا گھوڑے کی سواری کرتے ہیں۔

"اس کے بعد ایک بجے کھانا آتا ہے۔ یہ آدھا

عربی اور آدھا فرانسیسی طرز کا ہوتا ہے۔ اور اس میں چوزے۔ کبوتر اور سبزی کا سالن ہوتا ہے۔ کھانے کے بعد عام طور پر سلطان موصوف اپنے خورد سال بچے سے کھیلتے ہیں۔ ٹھیک تین بجے وہ پھر تخت پر بیٹھتے ہیں۔ اور ساڑھے چھ بجے وہ چائے پینے چلے جاتے ہیں۔ رات کو ساڑھے آٹھ بجے پھر کھانا آتا ہے۔ جو عموماً بہت ہلکا پھلکا اور لطیف ہوتا ہے“۔

ایک روسی مزدور عورت کا خط

حال میں روس کی ایک کارکن عورت نے انگلستان کے مزدوروں کے مشہور اخبار ”ڈیلی ورکر“ میں اپنا ایک خط شائع کرایا ہے۔ جس میں خاتون انگلستان کی مزدور عورتوں سے سلسلہ نامہ و پیام قایم کرنے کی بے حد تمنا رکھتی ہے۔ اس کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انقلاب روس میں روسی عورتوں کا کس قدر حصہ تھا۔ اور آج کل کی سوویٹ حکومت میں وہ کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ اس خط کا ترجمہ درج کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ یہ خاتون لکھتی ہیں:۔

”رفیق خواتین۔ میں ایک خانہ دار عورت ہوں۔ اور کارخانہ ”کراسنی ٹریوگورنک“ میں کام کرنے والے ایک کارکن کی بیوی ہوں۔ میری تمنا ہے۔ کہ کسی انگریز کارکن کی بیوی سے، میرا خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہو جائے۔

”انقلاب سے پہلے میں مزدوروں کی جنگ میں کچھ حصہ نہ لیتی تھی۔ اس کی وجہ محض یہ تھی۔ کہ میں ان پڑھ اور غیر تعلیم یافتہ تھی۔ اور ان مسائل کو سمجھنے کی استعداد نہ رکھتی تھی۔ ان دنوں میں بڑی کٹھن زندگی بسر کرتی تھی۔ اپنی غربت پر آٹھ آٹھ آنسو روتی اور خدا کی درگاہ میں گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگتی تھی۔ لیکن میری تمام دعائیں بے اثر ثابت ہوئیں۔ اور بہتری کی کوئی صورت نہ نکلی۔

”اس کے بعد جب روس میں انقلاب کی آگ سلگنے لگی۔ تو اس نے مجھے بہت کچھ سکھا دیا۔ اور رفتہ رفتہ میں اپنی جہالت پر غالب آنے لگی۔ اب میرے دل میں سیاسیات کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ اور بالآخر میں انقلابی جماعت میں شامل ہو گئی۔

”۱۹۲۰ء میں مجھے بیماری کی وجہ سے اس جماعت سے علیحدہ ہو جانا پڑا۔ اور گو اس حالت میں بھی میں اشتمادی کانفرنس اور دوسری مجلسوں میں، خواتین کی طرف سے نمایندگی کی خدمت ادا کرتی رہی۔ تاہم انقلابی جماعت سے علیحدہ ہو جانے پر میرا ضمیر ہر وقت مجھے لعنت ملامت کرتا رہتا تھا۔ اور میں شرم کے مارے کسی سے آنکھ نہ ملاتی تھی۔ پھر جب لینن نے پہلی مرتبہ روسیوں کو اپنے جھنڈے کے تلے جمع ہونے کی دعوت دی۔ تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اور میں

پھر اس کی جماعت میں شامل ہوگئی ؛

" وہ دن اور آج کا دن - میں اس پارٹی میں شامل ہوں - اور برابر کام کر رہی ہوں ؛ گو میں اب بھی بیماری کی حالت میں ہوں - اور کام نے مجھے کمزور بنا دیا ہے - تاہم میں اپنی حکومت کے نظام میں پورا پورا حصہ لیتی ہوں - اور اس کام سے بے حد الفت رکھتی ہوں ؛

" علاوہ ازیں میں عورتوں کی تعلیمی معاشری اور اقتصادی کانفرنسوں میں بڑے شوق سے حصہ لیتی ہوں - اور عورتوں کی ایک مجلس کی جس کا مقصد عورتوں سے جہالت کو دور کرنا ہے - صدر بھی ہوں" ؛

الزبتھ ویزلیوا

امریکہ کی زنانہ مجلسیں

امریکہ میں عورتوں کی جس قدر مجلسیں اور کلبیں ہیں - اتنی شاید ہی کسی اَور ملک میں ہوں گی - پچھلے دنوں لندن کے ایک ناول نگار مسٹر ولیم گرہارڈی امریکہ گئے تھے - آپ امریکن عورتوں کی ان مجالس کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

" امریکہ میں زنانہ مجلسوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہے - اور آئے دن اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے - لیکن جہاں تک میں نے دیکھا ہے - ان میں سے بیشتر مجالس برائے نام ہی ہیں - اور ان سے ملک و قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ؛

" میری رائے میں ایسی تمام مجلسوں کو یکدم نابود کر دینا چاہئے - اور ان کی بجائے چھوٹے چھوٹے تعلیمی ادارے قایم کر لینے چاہئیں ؛

" مجھے امریکہ میں جن مجالس میں شامل ہونے کا موقع ملا - میں نے دیکھا - کہ جو عورتیں وہاں تقریریں وغیرہ سننے جاتی ہیں - وہ یا تو انہیں سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتیں - اور یا پھر وہ انہیں سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتیں - ان مجالس میں شامل ہونے سے ان کا مقصد محض نمائش ہے" ؛

امریکن عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے ناول نگار موصوف لکھتے ہیں :-

" عورتوں کی ہرگز پرستش نہ کرنی چاہئے - لیکن امریکہ میں وہ بلاشبہ پوجی جاتی ہیں - امریکہ پر عورتوں کی حکمرانی ہے - اور اگر یہ بات کچھ عرصے تک قایم رہی - تو وہ دن دور نہیں جب یہ عظیم الشان ملک یکایک زوال کی طرف آنا شروع ہو جائے گا - اور اپنی عظمت و ہردلعزیزی دنیا کی نظروں سے کھو دے گا - اور پھر اصلاحی کوششیں کرنے میں ایک مدت تک درکار ہوگی" ؛

❖ ❖ ❖

خبریں اور نوٹ

سلطنت ترکی اپنے شاہی جواہرات فروخت کر رہی ہے۔ ان جواہرات کی خریداری کے لئے لندن کے جوہریوں نے تجاویز پیش کی ہیں ؛

جنگ عظیم سے قبل ان جواہرات کی قیمت کا اندازہ دو کروڑ پونڈ کیا جاتا تھا۔ لیکن اب ان کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے ؛

سلاطین ترکی کے جانشین خلیفہ عبدالمجید ثانی نے ایک ملاقات کے دوران میں جواہرات کی فروخت کے متعلق کہا۔ کہ حکومت ترکی کا ان جواہرات کو قبضے میں رکھنا ثالثی حیثیت سے ہے۔ اور حق و انصاف کے خلاف ہے ؛

سنہ ۱۹۱۱ء میں نوجوان ترکوں کے ایما پر سلطان عبدالحمید مرحوم کے جواہرات پیرس میں دو لاکھ پونڈ کو فروخت ہوئے تھے۔

بعد ازاں ترکی کے کئی سلطانوں کے جواہرات پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۲۰ء میں ایک عام نمائش کے ذریعے سے لوگوں کو دکھائے گئے تھے۔

جب قسطنطنیہ کا عجائب خانہ کھولا گیا تھا اس وقت شاہ اسمٰعیل ایرانی کا تخت سب سے زیادہ جاذب توجہ تھا۔ جو اس مال غنیمت کا حصہ تھا۔ جسے ترکی سلطان سلیم اول نے شلدرم کی جنگ میں حاصل کیا تھا۔ اس کے طلائی حصے اور اندرونی میناکاری میں ہزاروں بڑے بڑے موتی جڑے ہوئے تھے ؛

مصر اور برطانیہ کے مجوزہ عہدنامے پر ۱۴۔ اپریل کو بحث مباحثہ ہوا۔ ٹائمز کا بیان ہے۔ کہ مصری وفد نے بعض نئی تجاویز پیش کی ہیں۔ جو برطانی نمائندوں کے منشار کے مطابق نہیں۔ اس لئے یہ مسئلہ پیچیدہ ہوگیا ہے ؛

اخبار ٹائمز کی رائے ہے۔ کہ مصری وفد کی کوئی ایسی بات نہ مانی جائے۔ جس سے برطانیہ کی موجودہ حکمت عملی میں تغیر و تبدل کرنا پڑے ؛

جرمنی کے دو مردوں اور ایک عورت نے عمان کے قاضی سے اسلام قبول کرنے کی درخواست کی انہیں مسلمان کر لیا گیا۔ اور ان کے جرمن نام تبدیل کر کے اسلامی نام رکھے گئے ؛

لندن میں مسز مارگرٹ گریہیم عورتوں کی ایک کانفرنس منعقد کرنے کا انتظام کر رہی ہیں۔ یہ کانفرنس آئندہ جون میں لندن میں ہوگی۔ اور اس کا مقصد یہ ہوگا۔ کہ ہندوستان کے لئے نوآبادیات کے درجے کی حکومت کے مسئلہ پر برطانیہ کی عورتوں کا نقطۂ نگاہ واضح کیا جائے ؛

مسز مارگرٹ گریہیم نے ایک ملاقات کے دوران میں فرمایا " مجھے یقین ہے۔ کہ اگر برطانی عورتیں یہ کہیں۔ کہ ہندوستان سلطنت برطانیہ کا برابر کا حصہ دار بنایا جائے۔ تو ان

کا مطالبہ حق بجانب ہوگا - میں چاہتی ہوں - کہ ہندوستان کو اپنی منزل مقصود پر دیکھوں کیونکہ یہ امر خود ہندوستان کے علاوہ برطانیہ اور تمام دنیا کے مفاد کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا ؛

۱۵ - اپریل کو لندن میں برطانی وزیر خارجہ مسٹر آرتھر ہینڈرسن اور سفیر روس متعینہ لندن نے برطانیہ اور روس کے درمیان ایک عارضی تجارتی معاہدے پر دستخط کر دئے ؛

اس معاہدے کی رو سے فریقین ایک دوسرے کی رعایا - شہریوں - عدالتی اشخاص اور قومی مصنوعات کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے ؛

یہ معاہدہ اس وقت تک قایم رہے گا - جب تک یہ ایک مستقل عہد نامے میں شامل نہ کر لیا جائے ؛

اگر فریقین اس معاہدے کی پوری پابندی نہ کریں گے - تو چھ مہینے کی میعاد پر یہ منسوخ ہو سکے گا ؛

لندن کا تار - یقین کیا جاتا ہے - کہ ایسٹر کی چھٹیوں کے بعد مسٹر ویجوڈ بن وزیر ہند دار العوام میں ہندوستان کے متعلق ایک بیان دیں گے ؛

لندن میں جو بحری کانفرنس ہو رہی تھی - وہ کامیابی سے ختم ہو گئی - اور ایک بحری معاہدے پر پانچ حکومتوں کے نمائندوں نے دستخط کر دئے - کانفرنس کا یہ جلسہ ۲۱ - اپریل کو سینٹ جیمز کے محل میں منعقد ہوا - تمام نمائندوں نے وزیر اعظم برطانیہ کی تعریف کی - کہ ان کی دور اندیشی سے ایک مفید معاہدہ طے پا گیا ؛

یورپین عورتوں میں سگرٹ پینے کی عادت بڑھ رہی ہے - بعض عورتیں ہفتے میں دو سو سگرٹ پی جاتی ہیں ؛

دار العوام میں معزز مہمانوں کی گیلری میں عورتوں کو بیٹھنے کی اجازت نہیں - اس کے علاوہ بعض دوسری گیلریوں میں بھی عورتیں داخل نہیں ہو سکتیں ؛

دنیا کا سب سے بڑا موجد مسٹر ٹامس ایڈیسن جنہوں نے گراموفون میں آواز بند کر دینے کا حیرت انگیز کام کیا ہے - خود بہرے ہیں ؛ حال ہی میں ایک نامہ نگار نے ان سے ملاقات کر کے بذریعہ تحریر بات چیت کی ؛ نامہ نگار کے سوالات کے جواب میں مسٹر ایڈیسن نے بتایا - کہ اب تک دنیا میں جس قدر ایجادیں ہوئی ہیں - وہ اپنے اپنے نقطہ خیال سے بہت اہمیت رکھتی ہیں - لیکن میرا خیال ہے - کہ بجلی کی روشنی سے دنیا نے بہت فائدہ اٹھایا ہے ؛

آج کل مسٹر ایڈیسن ربڑ بنانے والے پودوں پر تجربہ کر رہے ہیں - اگر وہ اپنے تجربے میں کامیاب ہو گئے - تو ایک نئی قسم کا ربڑ بہت بڑی تعداد میں پیدا ہو سکے گا ؛

شاہ محمد نادر خاں کے ایک فرمان کے مطابق سردار علی احمد جان شہید کی بیوی شہزادی سراج البنات اپنے بڑے لڑکے کے ساتھ عنقریب پشاور سے کابل جائیں گی ؛

جمعیتہ العلماء نے شاردا ایکٹ کی خلاف ورزی کا جو طریقہ تجویز کیا تھا۔ اس پر کم و بیش تمام ملک میں عمل کیا گیا۔ اور اس خلاف ورزی کے سلسلے میں بہت سے ننھے ننھے بچوں کی شادیاں ہوگئیں۔ اب مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ العلماء نے اعلان کیا ہے۔ کہ آیندہ مسلمان کم سن بچوں کی شادیاں کرنے سے محترز رہیں۔ قانون کی خلاف ورزی ہو چکی۔ اب یہ طریقہ ترک کر دینا چاہئیے۔ البتہ جہاں کہیں بالغ لڑکے اور بالغ لڑکی کے والدین اس امر پر اصرار کرتے ہوں۔ یا کوئی شرعی ضرورت انہیں مجبور کرتی ہو۔ تو شاردا ایکٹ کی پروا نہ کرنی چاہئیے ؛

مسز بیسنٹ نے مسٹر ویجووڈ بن وزیر ہند کو ایک تار بھیجا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ "ہندوستان میں بے چینی بڑھ رہی ہے۔ لیکن برطانی حکمت عملی ابھی تک غیر معلوم ہے۔ آپ واضح الفاظ میں اعلان کر دیں۔ کہ کیا گول میز کانفرنس میں ہندوستان کو نوآبادیات کی سی حکومت دینے کا دستور اساسی تیار کیا جائے گا؟ اس سے معاملات سدھر جائیں گے"؛

مسز کملا دیوی چٹو پادھیا (مدراس) نے ناجائز نمک فروخت کر کے تیس ہزار روپیہ وصول کیا ؛

مہاتما گاندھی نے اپنے آشرم سے بارہ عورتوں کو نوساری طلب کیا ہے۔ یہ خواتین مسز گاندھی کی شریک کار ہو کر شراب کی دکانوں پر پہرہ دیں گی۔ مہاتما جی کے آشرم میں چالیس عورتیں ایسی ہیں۔ جنہوں نے عہد کیا ہے۔ کہ وہ اپنی تمام زندگی سوراج حاصل کرنے میں صرف کریں گی ؛

جواہر لال نہرو کی گرفتاری کے بعد پنڈت موتی لال نہرو کو کانگریس کا صدر بنا دیا گیا ہے۔ پنڈت جی نے اعلان کر دیا ہے۔ کہ "جب تک میں گرفتار نہیں کیا جاتا۔ اس وقت تک یہ قومی خدمت انجام دیتا رہوں گا"؛

سٹی مجسٹریٹ دہلی نے مہاتما گاندھی کے دوسرے بیٹے دیوی داس گاندھی کو قانون نمک کی دفعہ ۹ کے ماتحت تین ماہ قید محض کی سزا دی ہے۔ ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کے صدر مسٹر شنکر لال اور اخبار ہیج کے ڈائرکٹر مسٹر دیش بندھو گپتا کو بھی تین تین ماہ قید محض کی سزا دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ دس والنٹیروں کو تین تین مہینے قید بامشقت کی سزا ہوئی ہے ؛

۱۸ اور ۱۹- اپریل کی درمیانی رات کو چٹا گانگ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۱



ظل السلطان کا ماتمی نمبر

اگر آپ فردوس آشیان علیا حضرت سرکار عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال نور اللہ مرقدہا کے حالات زندگی اور ان کے عظیم الشان ملکی و ملی کارناموں سے پوری واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ ظل السلطان کا مخصوص ماتمی نمبر منگائیے۔ جو دور حاضر کی اس سب سے بڑی خاتون کی یادگار میں آخری جون تک شائع ہو جائے گا۔ جس میں سرکار عالیہ فردوس آشیان کی مبسوط سوانح اور آپ کے محاسن اخلاق اور خصوصیات پر تبصرے ہوں گے۔ اور بلند پایہ مضمون نگاروں کے خیالات اور تاثرات ہوں گے۔ جو فردوس آشیاں سرکار عالیہ کی وفات پر سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ قیمت فی نمبر دس آنے ؛

منیجر دفتر ظل السلطان بھوپال سے طلب کیجئے

استہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

عدالت عالیہ صاحب جوڈیشل کمشنر بہادر صوبہ سرحد شمال مغربی

جیون سنگھ ولد بھائی نرائن سنگھ سکنہ محلہ گنڈاں شہر پشاور اپیلانٹ

بنام مسماۃ امینہ بیگم بیوہ احمد خاں و مسماۃ صفیہ بیگم نابالغہ دختر احمد خاں بولایت مسماۃ امینہ بیگم سکنائے محلہ ملی باراں شہر دہلی۔ مسماۃ فاطمہ سلطان بیوہ سردار احمد خاں سکنہ محلہ چاہ کالا شہر پشاور ریسپانڈنٹان

اپیل بنا راضی حکم صاحب ڈسٹرکٹ جج پشاور مورخہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء

اپیل مندرجہ عنوان بالا میں نوٹس ہا بنام ریسپانڈنٹان جاری ہوئے جو تعمیل نوٹس سے گریز کرتے ہیں۔ لہذا بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ ریسپانڈنٹان بتاریخ ۲۴ ماہ جون ۱۹۳۰ء کو بمقام ایبٹ آباد اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر جواب دہی اپیل نہ کریں گے۔ تو ان کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آئے گی ؛ تحریر تاریخ ۲۷ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۰ء

حسب الحکم دستخط قاضی عبد الغنی خاں ای۔ اے۔ سی رجسٹرار — مہر عدالت

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۱

ہندوستان میں سب سے پہلا زنانہ ہفتہ وار اخبار

تہذیب نسواں

مجریہ ۱۳۱۵ھ

جو
محترمہ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ نے
لڑکیوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا
چندہ سالانہ مع محصول ڈاک صہ پیشگی

جلد ۳۳	لاہور ہفتہ ۷ جون ۱۹۳۰ء	نمبر ۲۳

تہذیب نسواں

لاہور ہفتہ ۹ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ

فہرست مضامین

ہم خود

(از اڈیٹر)

تہذیب نسواں کا یہ تیسرا نمبر ہے۔ جو فردوس آشیاں بیگم صاحبہ بھوپال کے حالاتِ زندگی کے متعلق شائع کیا جارہا ہے۔ پہلے دو نمبر خود اڈیٹوریل اسٹاف نے مُرتب کئے تھے۔ اور اس تیسرے نمبر میں معاونین تہذیب کے مضامین شائع کئے جارہے ہیں۔

اس نمبر کے لئے مضامین کی فرمایش میں جن خواتین و حضرات کی خدمت میں خطوط روانہ کئے گئے تھے۔ اُنہوں نے باوجود تنگئ وقت کے ازراہِ نوازش فوراً مضامین روانہ فرما دئے۔ اس عنایت و توجہ کے لئے ہم ان سب کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اب اس نمبر میں تقریباً تمام ایسے معاونین کے مضامین ہیں جنہیں حضور بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہ کی خدمت میں باریاب ہونے کا موقع ملا تھا۔ چنانچہ مختلف مضمون نگاروں کے تاثرات نے اس نمبر کو ایسے مضامین کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ جن سے اس جلیل القدر شخصیت کے متعلق نہایت قابل قدر معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

اخبار کی ضخامت اگرچہ معمول سے زیادہ کردی گئی۔ لیکن افسوس ہے پھر بھی کئی ضروری چیزوں کے لئے گنجایش نہ نکل سکی۔ کلکتہ سے ایم۔اے۔او گرلز اسکول۔ لاہور سے انجمن تہذیب نسواں اور حیدرآباد سے انجمن خواتین اسلام۔ عام جلسے اور انجمن خواتین دکن کے جلسوں کی کارروائیاں ہمیں فی الحال موصول ہوچکی ہیں۔ جن کے درج نہ ہوسکنے پر ہم ان انجمنوں کی سکرٹریوں اور جلسوں کی کارکن خواتین سے دلی معافی چاہتے ہیں۔

چونکہ ہفتہ کے روز ڈاکخانہ میں تعطیل تھی۔ اس لئے اخبار باوجود شائع ہوجانے کے حسب معمول روانہ نہ ہوسکا۔ عام طور سے ایسے موقعوں پر اخبار جمعہ کے روز روانہ کردیا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ نمبر معمول سے بڑا تھا۔ اس لئے اس کا ہفتہ کے روز سے پہلے تیار ہونا ناممکن تھا۔ اس طرح اس پرچے کے روانہ ہونے میں جو تاخیر ہوئی۔ ہم اس کے لئے معافی کے خواستگار ہیں۔

مَوتُ الْعَالِم مَوتُ الْعَالَم

(از مولوی محمد یعقوب صاحب ڈپٹی پریزیڈنٹ اسمبلی)



یُوں تو ہر ساعت اور ہر لمحہ کارکنانِ قضا و قدر فرمانِ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ کی تعمیل میں مصروف رہتے ہیں۔ اور کوسِ رحلت کی صدائیں ہر آن انسان کی حیاتِ دُنیوی کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا سبق دیتی ہیں۔ لیکن دُنیا میں بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کا وجود شخصی حیثیت کے علاوہ ایک قومی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ اور اُن کی ذات ایک ملکی سرمایہ خیال کی جاتی ہے + ایسے انسانوں کو مختلف اصطلاحوں میں ہیرو۔ مُصلح اور مجدّد کہتے ہیں + یہ نادرالوجود ہستیاں ہر ملک میں بہت کم ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے جب کوئی فرد اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ کی زد میں آکر اس دارِ فانی سے رہ نوردِ عالمِ جاودانی ہوتا ہے۔ تو اُس کو ایک قومی مُصیبت اور قومی حادثہ کہتے ہیں +

علیاحضرت نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ سابق فرمانروائے بھوپال کی ذات انہیں مُمتاز ہستیوں میں تھی۔ جن کی وفات سے ہندوستان کو علی العموم اور مسلمانوں کو علی الخصوص ایک ایسا صدمہ پہنچا ہے۔ جس کی تلافی بہت دشوار معلوم ہوتی ہے + ہر ہائینس کی عدیم المثال زندگی کے عظیم الشان کارنامے شرح و بسط کے ساتھ دُنیا کے سامنے وہ شخص پیش کریگا۔ جس کو اُن کی سوانح عمری کا مولف ہونے کی عزت حاصل ہوگی + ایک مختصر مضمون میں اختصار کے ساتھ بھی اُن کے تذکرے کی گنجائش نہیں ہوسکتی + میرا مقصد اِس وقت ہر ہائینس کی زندگی کی تین خصوصیات کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ جن کا تعلّق خاص طور پر طبقۂ نسوان سے ہے +

اوّل سرکار عالیہ مرحومہ کی شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری + ہر ہائینس کے شوہر نواب احمد علی خاں صاحب مرحوم والیانِ ملک یا امرا کے طبقے سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ وہ ضلع مظفر نگر کے ایک شریف اور ممتاز پٹھان خاندان کے رُکن تھے +

دُنیا جانتی ہے کہ نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ باوجود وارث تاج و تخت اور بعد کو والیۂ ملک ہونے کے اپنے شوہر کی ایسی ہی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی تھیں۔ جیسے کہ کوئی معمولی خاندان کی شریف بی بی کرتی ہے۔ اور اپنے شوہر کے ساتھ اُن کے تعلقات ایسے خوشگوار اور مستحکم تھے کہ نواب صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد باوجود والیۂ ملک ہونے کے ہر ہائینس نے اپنی بقیہ عُمر نہایت سادہ بیوگی کی زندگی میں بسر کر دی۔ ہر ہائینس کی زندگی کا یہ شعبہ اس قدر قابل قدر ہے کہ میری نظر میں اُن کے دیگر معرکۃ الآرا کارنامے اس کے مقابلے میں ہیچ نظر آتے ہیں۔

دوسرا امتیاز وصف سرکار عالیہ کی زندگی کا تربیت اولاد ہے۔ اُنہوں نے اپنی اولاد کی تعلیم اور تربیت شروع سے خالص اسلامی نمونے پر کی تھی۔ اور اُن کی اولاد کو یہ نہیں بتایا گیا تھا۔ کہ وہ کسی والیۂ ملک کے جانشین اور مافوق البشریت انسان ہیں۔ وہ اپنی اولاد کی نہایت شفیق ماں لیکن اسی کے ساتھ نہایت زبردست اتالیق تھیں۔ اسی کا یہ اثر تھا کہ اُن کی اولاد زندگی کی اُن تمام کمزوریوں سے پاک تھی۔ جو علی العموم اُن کے طبقے کے نوجوانوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ امر خصوصیت کے ساتھ ذکر کے قابل ہے کہ سرکار عالیہ مرحومہ کے تینوں صاحبزادوں کی صرف ایک ایک شادی ہوئی۔ اور تینوں کی صرف ایک ایک محرم راز شریک رنج و راحت ہے۔ اور والیانِ ملک کے طبقے میں آج صرف ہز ہائینس نواب سکندر صولت سر محمد حمید اللہ خان بہادر ایسے ہیں۔ جو ایک یونی ورسٹی کے ممتاز گریجوایٹ ہیں۔

نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کی تیسری لیکن باعتبار درجہ کے سب سے اعلےٰ اور ارفع خصوصیت اُن کا مذہبی جذبہ تھا۔ اِس مادہ پرستی اور مغربی لامذہبی کے دَور میں والیانِ ملک تو درکنار معمولی درجے کے انسانوں میں بھی ایسے راسخ الاعتقاد اور عامل احکام مذہب بہت کم لوگ ہونگے۔ جیسی کہ جنت آرامگاہ نواب سلطان جہاں بیگم مرحومہ تھیں۔ باوجود کثیر المشاغل اور سخت مصروف رہنے کے صوم و صلوٰۃ کی وہ نہ صرف خود سختی کے ساتھ پابند تھیں۔ بلکہ اپنی اولاد اور متوسلین کو بھی احکام شریعت کا پابند رکھتی تھیں۔ اس کا یہ اثر ہے۔ کہ جو اسلامی شان ریاست بھوپال میں نظر آتی ہے وہ مشکل سے کسی دوسری اسلامی

ریاست میں ملیگی + ہز ہائینس خود رمضان
المبارک میں علاوہ روزہ رکھنے کے تراویح
پڑھتی اور کلام اللہ سُنتی تھیں - اور عیدین
کو خلفاے اسلام کی طرح عیدگاہ میں نماز
ادا فرماتی تھیں + یہ اُنہیں کی تعلیم و
تربیت کا اثر ہے - کہ والیانِ ملک میں
ہز ہائینس نواب صاحب بھوپال ایسے
والیٔ ملک ہیں - جو حافظ اور حاجی کے
لقب سے ملقّب کئے جاتے ہیں - اور
جو باوجود پولو اور دیگر فنون سپہگری کے
شائق ہونے کے صوم و صلوٰۃ کی پابندی
کرتے ہیں +

مغربی تہذیب میں رنگے ہوئے - یورپ کے
ناز و انداز میں ڈوبے ہوئے انسان آج
ہندوستان میں بہت ملینگے - لیکن وہ
اسلامی معاشرت اور اسلامی تہذیب کا
مُرقّع جو یادگارِ سلف نواب سلطان جہان بیگم
مرحومہ میں نظر آتا تھا - آیندہ نظریں اُس کو
ڈھونڈ کر مایوسی کے ساتھ واپس آئینگی +

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن +

رابعۂ عصر بیگم بھوپال

ہم نے مانا کہ قطع کرتی ہے — رشتۂ عمر اجل کی تیغِ دو دم
یہ غلط ہے کہ زندگی ہے سراب — یعنی اک چشمکِ شرر سے بھی کم
یہ غلط ہے کہ زندگی یکسر — ہے بہ رنگِ نمایشِ شبنم
ریگ زارِ حیات پر ظاہر — مرنے والوں کے ہیں نقوشِ قدم
ان سے زندہ ہیں عظمتیں اُن کی — ان سے پایندہ اُن کا جاہ و حشم
منزلِ زیست کا سراغ ان سے — پاتے رہتے ہیں راہرو پیہم
رابعۂ عصر بیگم بھوپال — یعنی وہ خوش خصال و نیک شیم
درِ منشورِ بحرِ جود و سخا — کوکبِ آسمانِ لُطف و کرم
بار سے جس کے بذل و احساں کے — ہوگئی اک جہاں کی گردن خم
اُٹھ گئی خاکدانِ ہستی سے — بچھ گئی ہر طرف صفِ ماتم
انتہا لوگ جانتے ہیں اسے — نہیں اس راز سے مگر محرم
مل گئی عمرِ جاوداں اس کو — موت کیا شے ہے اور کیا ہے عدم

علیا حضرت سلطان جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہ

(از قاضی عبدالغفار صاحب مدیر جمہور و الصباح)

علیا حضرت نہ صرف ایک قدیم اسلامی ریاست کی تاجدار اور حکمران تھیں۔ بلکہ اس سے بڑی سعادت جو خدا نے علیا حضرت کو عطا فرمائی تھی۔ وہ یہ تھی۔ کہ وہ ہندوستان (اور خصوصاً مسلمانوں) کے طبقہ نسواں کے دلوں کی ملکہ تھیں + ریاست اپنے جلیل القدر آباو اجداد سے پائی۔ لیکن دلوں کی مملکت اُنھوں نے خود تسخیر کی + علیا حضرت کی زندگی کے واقعات کو دیکھئے تو یہ حقیقت مبالغہ سے پاک ہے +

بھوپال کی خاک سے کتنی ہی اولوالعزم شاہزادیاں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں۔ اور نہ صرف بھوپال کی تاریخ میں بلکہ ہندوستان کے عالمِ نسائیت میں اپنا نام روشن اور اپنا نقش پائدار چھوڑ گئیں + یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس ریاست کے تاج وتخت کی مالک ایک سے زیادہ ایسی خواتین ہوئیں۔ جن کی شخصیت رعایا اور ریاست کی حدود سے باہر تمام اسلامی ہندوستان میں نمایاں ہوئی۔ اور جن کے کارنامے نہ صرف بھوپال کی تاریخ میں بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں آب زر سے لکھے گئے +

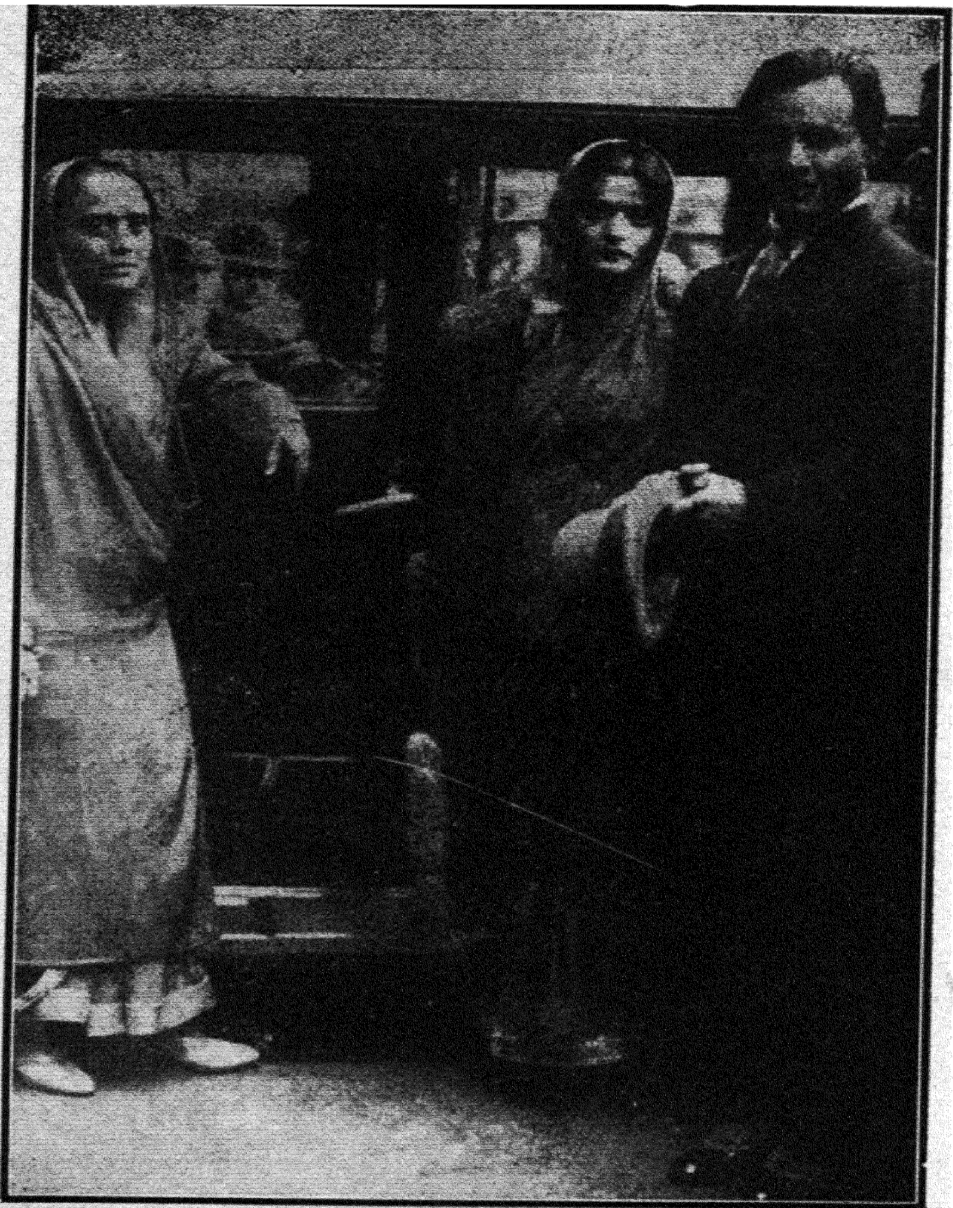
نواب دوست محمد خاں بانیٔ ریاست کی شریک زندگی کا نام نامی آج تک ریاست کے فوجی علم کے ساتھ اس طرح وابستہ ہے۔ کہ اُس علم کو فتح نشان کہا جاتا ہے + نواب یار محمد خاں دوم فرمانروائے بھوپال کی بیگم ممولا بی بی عرف عام میں ماجی کہلاتی ہیں۔ یہ عرف عام اُس سچی محبت اور دل بستگی کا مظہر ہے۔ جو ممولا بی بی کے ساتھ عامۃ الناس رکھتے تھے + نواب قدسیہ بیگم کے فہم و ذکا کی داستانیں تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں۔ نواب سکندر بیگم کی اولوالعزمی اور فرزانگی کی سیکڑوں مثالیں تاریخ بھوپال کے لئے مایۂ صد افتخار ہیں + کون نہیں جانتا کہ ریاست اور حکومت کی جغرافی حدود سے آزاد ہو کر اُن کا ابرِ کرم کہاں کہاں برسا تھا + یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جب ۱۸۵۷ء کے بعد جامع مسجد دہلی کے دروازے مسلمانوں



علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم مرحومہ مغفورہ سابق فرمانروائے بھوپال



صاحبزادی عابدة السلطان ولی عہد ریاست بھوپال



ہزہائی نس نواب صاحب بھوپال ولایت میں

کے لئے بند کر دئے گئے تھے۔ تو نواب سکندر بیگم ہی کی مدبرانہ مساعی جمیلہ نے پھر ان کو خدا کی عبادت کے لئے کھلوایا تھا + نواب شاہجہاں بیگم کی مشہور فیاضیاں اور رعایا پروری کچھ زیادہ پرانی داستان نہیں۔ اُنکے نام نامی اور اُن کے کارناموں سے ہندوستانی مسلمانوں کے کان ہنوز آشنا ہیں + علیا حضرت سلطان جہاں بیگم نہ صرف اپنی والدہ محترمہ کی تمام تر خوبیوں کی وارث ہوئیں۔ بلکہ قدرت نے ان کو اس سے بھی زیادہ بہت کچھ عطا فرمایا +

ریاست بھوپال کی فرمانروا بیگمات میں ان کا نمبر چوتھا تھا۔ مگر وہ اس سلسلۂ حکومت کی گیارھویں کڑی تھیں۔ آج انکی وفات سے جو ناقابل تلافی نقصان ملک کی صنف نازک کی قومی اصلاحی اور تعلیمی تحریکوں کو پہنچا ہے۔ اُس کی تفصیل ان اوراق میں مختصراً بھی بیان نہیں ہوسکتی +

عورتوں کی طرح مرد بھی علیا حضرت کے ابر کرم سے فیض یاب ہوتے تھے۔ علیگڈھ کالج۔ تحریک تبلیغ اسلام لندن۔ انجمن ترقیٔ اُردو۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ حالی میموریل فنڈ۔ دار المصنفین اور ہزاروں اسلامی مکاتیب و مدارس اِس منبع الطاف واکرام سے اپنا اپنا حصہ پاتے تھے۔

لیکن جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا۔ علیا حضرت کی توجہات شاہانہ کا قدرتی رجحان خود اپنی صنف کی جانب تھا۔ جس کی قومی زندگی میں بلاشبہ وہ اصلاحات اور ترقیاں علیا حضرت کی توجہ اور نوازش کی بدولت رونما ہوئیں۔ جو کبھی پہلے ممکن نہ ہوئی تھیں + یہ چیز ایسی نہیں کہ اخبار ورسائل کے محدود کالموں میں اس کا ذکر کیا جائے۔ ہندوستان کا آیندہ مؤرخ جب اس ملک میں تحریک نسواں کی تاریخ لکھنے بیٹھے گا اُس وقت وہ ہر قدم پر اس تحریک کو علیا حضرت کی مساعیٔ جمیلہ کے زرّیں نقوش سے مُزین پائیگا۔ اور بلاشبہ ممدوحہ کی زندگی عالم نسوان کی تاریخ حاضرہ کا جزو غالب ہوگی +

گزشتہ ۲۵ سال میں مسائل نسوان پر علیا حضرت نے اپنی زندگی کا بیشتر وقت صرف کیا۔ خود ریاست کے اندر سلطانیہ اسکول۔ مدرسہ وکٹوریہ۔ مدرسہ بلقیسی۔ برجیسہ کنیا پاٹ شالہ۔ مدرسہ سکندری۔ صنعتی مدرسہ۔ نرسنگ اسکول۔ انیفینٹ اسکول اور ایسی کتنی ہی یادگاریں اُن کے نام نیک کو روشن کر رہی ہیں۔ لیکن ریاست کے

باہر تمام ملک میں صنف نازک کی کوئی ایک تحریک بھی ایسی نہ تھی۔ جس تک اُن کا دستِ کرم نہ پہنچا ہو +

تعلیم کے علاوہ تمدنی اور معاشرتی اصلاحات کی طرف علیا حضرت خاص توجہ فرماتی تھیں۔ بیجا رسوم اور فضول خرچیوں کے انسداد کے لئے اُنہوں نے خود اپنی ذات کو ایک نمونہ بنا کر پیش کر دیا تھا + اپنی ریاست کے اندر مہر۔ نکاح اور خانہ داری کے معاملات کو نہ صرف ذاتی اثرات سے بلکہ قانونی صورت میں بھی بوجہ احسن سُلجھا دیا تھا + محکمۂ مصارف خیر اور اوقاف کے ذریعے سے اُنہوں نے اپنی اس قسم کی اصلاحی تحریکوں کو بہت زیادہ تقویت پہنچائی تھی + قبائے شاہی کے اندر وہ ایک باخدا فقیر اور دردمند خادم ملت کا دل رکھتی تھیں۔ حکومت اور تاج و تخت کی عام روایات نے کبھی انکے احساسِ خیر کو متاثر نہیں کیا۔ اور وہ اپنی زندگی میں کبھی ایک دن بھی اپنے اصلی کام کو اور اپنی زندگی کے صحیح تخیل کو نہ بھول سکیں + یہی اُن کی بلند و ارفع شخصیت کا کرشمہ تھا۔ جو ہندوستان میں جب تک ملتِ اسلامی زندہ ہے بھلایا نہیں جاسکتا + خدا کی رحمت کے سایہ میں وہ جسدِ بے جان قیامت تک محفوظ رہیگا۔ جس نے بادشاہی اور تاجداری کے تمام لوازم عیش کو حقیر سمجھا۔ اور اپنی زندگی کو اُن ہی کاموں کے لئے وقف رکھا۔ جن کے لئے وہ ازل میں بخشی گئی تھی +

علیا حضرت کی زندگی کے ہزاروں پہلو ایسے ہیں جن پر ایک مُسلسل سلسلۂ مضامین لکھا جاسکتا ہے۔ اور جب کوئی شخص ہماری قوم میں اس کام کا اہل پیدا ہوگا۔ تو وہ دُنیا کے سامنے اس زندگی کا ایک صحیح مُرقع پیش کرسکیگا۔ لیکن طبقہ نسواں کے متعلق علیا حضرت کی زندگی کا جو پہلو میں ان سطور میں نمایاں کرنا چاہتا ہوں وُہ یہ ہے۔ کہ تعلیم و اصلاح نسواں کے متعلق انکی نکتہ نواز نظر نے ایک خاص نکتے کو محفوظ کر لیا تھا۔ جس کو ممدوحہ نے تحریک تعلیم و اصلاح نسواں کی شرط اول بنا دیا تھا +

وہ یہ تھا کہ مغربی اور مشرقی تہذیب و تمدن کے تصادم میں مشرق کی اخلاقی خوبیاں مغرب کی بے اعتدالیوں سے متأثر و مرعوب نہ ہوجائیں + شروع ہی سے اصلاح و ترقی کا ہر قدم اُنہوں نے اسی اُصول کے ماتحت اُٹھایا + ان کی

نظر اس حقیقت تک پہنچ چکی تھی۔ کہ مغربی تمدن کی ظاہری چمک دمک نئی نسلوں کی نظر کو خیرہ نہ کرنے پائے۔ اور ایسا نہ ہو کہ تعلیم کی آزادیاں مشرقی اخلاق کے ضابطہ کو کمزور کر دیں *

وہ سمجھتی تھیں کہ اسلام نے عورتوں کو اُن کے تمام جائز حقوق عطا کئے ہیں اور شریعت اسلامی کی کوئی پابندی ایسی نہیں ہے۔ جو اُن کی قومی اور معاشرتی ترقی کی راہ میں حائل ہو سکے۔ اِس لئے اُن حدود کو قائم رکھ کر بھی مغربی تہذیب کی تمام خوبیوں سے بہرہ اندوز ہونا ممکن ہے *

محکوم قوموں کے لئے وہ زمانہ بہت نازک ہوتا ہے۔ جب اُن کی قومی تہذیب حاکم اور فاتح کی قوی تر تہذیب سے ٹکراتی ہے۔ اگر مفتوح قوموں کی ذہنیت اور قومی تہذیب بھی مفتوح ہو جائے۔ تو پھر اُن قوموں کے لئے عزت کی زندگی ناممکن ہو جاتی ہے + علیا حضرت کی دُور بین نظر زندگی کے اِن حقائق سے نا آشنا نہ تھی۔ اور اِسی لئے اُنہوں نے جب تہذیب و اصلاح نسواں کا کام شروع کیا۔ تو اس خطرے کو ہمہ وقت پیش نظر رکھا + وہ دیکھ رہی تھیں۔ کہ مسلمان خواتین تعلیم و تہذیب جدیدہ کے زیور سے آراستہ ہو کر مغربی تہذیب کے ظاہری نقوش پر فریفتہ ہوتی جاتی ہیں۔ اور اُن کا مطمع نظر یہ ہو گیا ہے۔ کہ مغربی معاشرت کی نقالی تعلیم کا معیار سمجھی جانے لگی ہے۔ اور علم و عمل کی دُنیا میں مُقلدوں کے کھوٹے سکّے چل رہے ہیں + جو ہندوستانی خواتین انگریزی کے چند حرف پڑھ کر اپنی مغربی بہنوں کی وضع قطع اور معاشرت کی نقل اُتار سکتی ہیں۔ وہ متمدن اور تعلیم یافتہ کہلاتی ہیں + اس طرح اخلاق تہذیب کا مشرقی مطمع نظر فنا ہو رہا ہے *

ان تمام چیزوں کو سمجھ کر علیا حضرت نے ایک درمیانی راستہ پیدا کیا۔ اور اپنی تمام جدوجہد میں وہ کبھی اس راستے سے متجاوز نہ ہوئیں + اپنی سیکڑوں تقریروں اور تحریروں میں اُنہوں نے صاف صاف اس اصول کار کو بیان کر دیا ہے + یورپ سے مراجعت کے بعد ۱۹۱۲ء میں حالات سفر پر تقریر فرماتے ہوئے لیڈیز کلب میں علیا حضرت نے جو الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ وہ ان کی ذہنیت کا صحیح مُرقّع ہیں۔ ارشاد ہوا تھا کہ:-

"میں اس تعلیم کے ساتھ اُس آزادی کو پسند نہیں کرتی۔ جو اعتدال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اور ہمارے یہاں کی پردہ نشین ناخواندہ

بلکہ خواندہ عورتوں کو کبھی اس کا خیال نہیں گزر سکتا + ممکن ہے کہ یہ آزادی جو سرزمین یورپ میں ہے وہاں کے لئے مناسب ہو۔ یا یہ آزادی مذہب عیسوی کی تلقین و ہدایت کے مطابق ہو۔ مگر ہندوستان اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے کسی طرح اور کسی زمانے میں میرے خیال میں موزوں نہ ہوگی۔ اور خدا تعالےٰ کے احکام کبھی غیر مفید نہیں ہو سکتے ہیں + پس ہم کو اس مقولہ پر عمل کرنا چاہئے۔ خُذ مَا صَفَا وَ دَعْ مَا کدر۔ اچھی چیزوں کو لے لو اور بُری چیزوں کو چھوڑ دو + مسلمان عورتوں کو کبھی اُس آزادی سے زیادہ کی خواہش نہیں کرنی چاہئے۔ جو مذہب اسلام نے اُن کو عطا کی ہے۔ اور وہ آزادی ایسی آزادی ہے۔ جو عورت کو اپنے حقوق سے مستفید ہونے اور تمام خرابیوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے" +

اسی طرح اپنی کتاب سبیل الجنان میں ایک مقام پر ارشاد فرماتی ہیں :-

خواتین اسلام کو زمانۂ حال کی تعلیم اور بہتر تمدن و معاشرت سے بہرہ یاب دیکھنے کا یقیناً مجھ سے زیادہ کوئی شخص آرزومند نہ ہوگا۔ اور اس مقصد کے لئے میں اپنی ہر امکانی کوشش خواہ اس میں مجھ کو تکلیف ہی برداشت کرنی پڑے۔ عمل میں لاتی رہتی ہوں + لیکن اس مقصد سے ایک اَور بھی اعلےٰ مقصد میرے پیش نظر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان میں مذہبی روح۔ مذہبی پابندی اور مذہبی محبت بھی بدرجۂ اولےٰ ہو" +

بلا شبہہ علیا حضرت کے نام نامی کی بہت سی یادگاریں قائم ہونگی۔ گو کہ انکی سب سے بڑی اور سب سے اعلےٰ یادگار تو خود اُن کے با اقبال فرزند ارجمند وارثِ تاج و تخت ہز ہائینس فرمانروائے بھوپال ہیں۔ جن سے بہتر اور موزوں تر یادگار کوئی نہیں ہو سکتی + ایک مسلمان ماں کی اعلےٰ تربیت و تعلیم کا ایک دلفریب اور زندہ نمونہ اُنھوں نے اپنی زندگی ہی میں دُنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا +

لیکن ہر ہائی نس مرحومہ کی تحریکوں سے دل چسپی رکھنے والے یقیناً اُنکی زندگی

کے بنائے ہوئے نقوش اپنے اپنے خیال کے مطابق برقرار رکھنا چاہینگے۔ اُن سب حضرات سے میری گزارش یہ ہے کہ علیا حضرت کی تحریکوں کی جان جو اصول کار تھا۔ اُس کو فراموش نہ کیا جائے۔ کہ وُہی قوموں کی عزتِ نفس کا ضامن ہے + ملک فتح ہونے میں جائدادیں تلف ہوجاتی ہیں۔ آزاد قومیں محکوم ہو جاتی ہیں۔ بڑے بڑے بالا نشین اُوپر سے نیچے آجاتے ہیں۔ دنیا کی ہر چیز عارضی اور ایک کے قبضے سے نکل کر دوسرے کے قبضے میں جانے والی ہے لیکن جب تک قومی عصبیت جو درحقیقت اصل قومیت ہے محکوم و مرعوب نہیں ہوتی۔ اُس وقت تک کسی قوم کا مستقبل تاریک نہیں کہا جا سکتا + قوموں کی عصبیت کی اصل محافظ عورتیں ہیں۔ اِس لئے کہ وہی ہماری آیندہ نسلوں کو اپنی گود میں پالتی ہیں + اگر یہ جوہر اصلی ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ تو پھر مستقبل کی اُمیدیں عبث ہیں۔ ان کی تہذیب اگر کسی دوسری تہذیب میں جذب ہوگئی۔ تو پھر ان کا قومی وجود باقی نہیں رہ سکتا + علیا حضرت اس خطرہ سے آگاہ تھیں۔ اور جو خواتین آیندہ ان کے نقش قدم کو اپنا رہنما بنائیں۔ وہ بھی اِس خطرے سے آگاہ رہیں +

اُمّہات المؤمنین کے نام

مولوی محمد امین صاحب مارہروی اپنی تصنیف بیگمات بھوپال میں لکھتے ہیں:- ایک مرتبہ ہر ہائینس کے روبرو اُمّہات المومنین کا کچھ تذکرہ تھا۔ اتفاق سے اُس وقت تین آدمی موجود تھے۔ جن میں ریاست کے ایک رکن مولوی سعید الدین صاحب بہادر بھی تھے + انہوں نے دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی ہے۔ اور اُن کا علم بھی تازہ ہے + اس تذکرہ میں امہات المومنین کے ناموں کا شمار شروع ہوا۔ تین چار ناموں پر جا کر سب رُک گئے + قبل اسکے کہ سرکار عالیہ کچھ فرمائیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ "حضور اب ہماری یہ نوبت پہنچ گئی ہے۔ کہ ہم کو اپنی ماؤں کے نام تک یاد نہیں"۔

ہر ہائینس نے دو تین سکنڈ کے وقفے کے بعد فرمایا۔ کہ "ہاں بیٹے بھول جائیں لیکن بیٹیاں نہیں بھولتیں"۔ اور یہ فرما کر پُورے نام گنوا دیئے +

حضور سرکار عالیہ نور اللہ مرقدہا

(از مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم - اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم بھوپال)



مکرمی جناب سید صاحب زاد الطافہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ - آپ کا خط مجھے ابھی ملا + آپ نے مجھ سے فرمائش کی ہے - کہ میں فردوس آشیان حضور سرکار عالیہ نور اللہ مرقدہا کے متعلق کوئی مضمون قلمبند کر کے تہذیب نسواں کے لئے پیش کروں + مجھے تعمیل ارشاد میں عذر نہیں - اور سچ یہ ہے کہ حضور مرحومہ مغفورہ کی نسوانی - قومی اور ملکی خدمات اس قدر کثیر اور گوناگوں ہیں - کہ اُن پر خامہ فرسائی کرنے کے لئے کسی قسم کی کوشش اور کاوش کی ضرورت نہیں ہے - لیکن معاف کیجئے - ہمارے لئے ابھی یہ صدمہ اس قدر تازہ ہے - کہ ہمارے دل و دماغ حضور مرحومہ مغفورہ کے ذاتی محاسن کی یاد سے اتنے لبریز ہیں کہ اس وقت ہمارے حافظہ میں اُن کے سوا اور کچھ نہیں + اگر آپ یہ سننا چاہیں - تو میں مجمل طور پر کچھ عرض کرنے کے لئے تیار ہوں +

حضور ممدوحہ کی خدمت بابرکت میں حاضری کا شرف مجھے سب سے پہلے ۴ مئی ۱۹۰۵ء کو حاصل ہوا تھا - اور سب سے آخری مرتبہ ۱۰ مئی ۱۹۳۰ء کو اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوا - جب کہ حضور مرحومہ نے اپنی علالت اور نقاہت کے باوجود بھی اپنے اُن خدام کا مایوس اور محروم واپس جانا گوارا نہ فرمایا - جو سلام عید کے لئے آستانۂ دولت پر حاضر ہوئے تھے + آہ - اُس وقت یہ کس کو معلوم تھا - کہ یہ سلام آخری ہے - اور یہ نورانی صورت اس قدر جلد خاک کے پردے میں پنہاں ہو جائیگی + اِس کے ۴۸ گھنٹے بعد یہ جلیل القدر اور عدیم المثال ہستی اپنے بادشاہ حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئی - اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن +

اِس بائیس سال کی طویل مُدت میں مَیں نے حضور ممدوحہ کی ذات

والا صفات کو بہترین اسلامی اخلاق کا نمونہ اور اعلےٰ ترین انسانی خصائل کا مجموعہ پایا + اس دعوے کی تائید میں مَیں چند چشم دید واقعات پیش کرتا ہوں۔

حضور مرحومہ کی عادت تھی۔ کہ جب کمرۂ اجلاس میں تشریف لاتی تھیں۔ تو ہمیشہ خود سلام کرتی تھیں۔ اور فرماتی تھیں۔ کہ مسنون طریقہ یہی ہے۔ کہ آنے والے کو پہلے سلام کرنا چاہئیے + ایک مرتبہ مَیں اور چند افسرانِ ریاست وہاں حاضر تھے۔ کیونکہ حضور مرحومہ تشریف نہ لائی تھیں۔ اس لئے ہم آپس میں بے تکلفانہ گفتگو کر رہے تھے + اتنے میں پردے کے پیچھے سے "السلام علیکم" کی آواز آئی + ہم سب نے کھڑے ہو کر جواب دیا۔ اور خاموش ہو گئے + حضور عالیہ نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ "تم لوگ کیا باتیں کر رہے تھے؟ میرا جی تو چاہتا تھا۔ کہ میں بھی سُنوں۔ لیکن چونکہ اِس طرح پسِ پردہ باتیں سُننا جائز نہیں ہے۔ اس لئے میں نے تم کو آگاہ کر دیا + اب تم اطمینان سے بے تکلف باتیں کرو"+

بسا اوقات ایسا اتفاق ہوا۔ کہ حضور عالیہ کو کسی کاغذ یا اَور کسی چیز کی ضرورت ہوئی۔ دو تین بار گھنٹی بجائی۔ اگر کوئی حاضر نہ ہوا۔ تو خود ہی اُٹھیں۔ اور فرمانے لگیں کہ "بھئی کیا کروں۔ یہ ماما ئیں خدا جانے کہاں چلی جاتی ہیں۔ کہ سُنتی ہی نہیں + اب مَیں خود ہی جاتی ہوں۔ اور یہ چیز لاتی ہوں"+ باوجودیکہ اس طرح تشریف لانے اور لے جانے میں حرج کے علاوہ تکلیف بھی ہوتی تھی۔ مگر اُن کی مروّت اور خوش خلقی نوکروں کو کچھ زیادہ تنبیہ کی اجازت نہ دیتی تھی +

ایک روز مجھ سے فرمانے لگیں۔ کہ "بھئی مَیں کیا کروں۔ میرے بدن میں درد رہتا ہے۔ اور عادت یہ ہو گئی ہے۔ کہ جب تک کوئی میرا بدن نہ دبائے۔ مجھے نیند نہیں آتی + مگر میں ہمیشہ یہ سوچتی ہوں۔ کہ یہ لوگ بھی میری ہی طرح انسان اور خدا کے بندے ہیں + میں تو آرام سے پڑی رہوں۔ اور یہ میری خدمت کریں + میرا دل اس خیال سے لرز جاتا ہے۔ اور میں خدا سے معافی مانگا کرتی ہوں۔ مگر مجبوری ہے کہ اس کے بغیر میں سو ہی نہیں سکتی"+ یہ بات میرے دل پر آج تک نقش ہے۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ سچے اتقا کی اس سے بڑھ کر اَور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ اور وہ بھی ایک فرمانروائے ملک کے لئے + خدا اُن کو

اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ کہ وہ اُس کے بندوں پر اس قدر شفیق اور مہربان تھیں۔ ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ +

سچ یہ ہے کہ وہ ہم پر اور صرف ہم پر ہی نہیں۔ بلکہ اپنی رعایا کے ہر فرد پر ایسی شفقت اور عنایت فرماتی تھیں کہ اِس میں محبت مادری کا لطف آتا تھا۔ اور وہ خود اکثر یہ فرمایا بھی کرتی تھیں۔ کہ "مَیں تم لوگوں کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی ہوں"۔ اور اُن کے اس ارشاد میں کسی قسم کے مبالغے یا تصنّع کا شائبہ بھی نہ تھا + بارہا ایسا اتفاق ہوا۔ کہ انھوں نے مجھے کسی کام کے لئے یاد فرمایا۔ اور وہاں کچھ دیر ہوگئی۔ تو انھوں نے ہمیشہ خاصے کے کھانے میں سے (جو بہت سادہ اور ہر قسم کے فضول تکلّفات سے پاک ہوتا تھا) میرے لئے کھانا بھیج دیا۔ اور اس سے بدرجہا زیادہ قابلِ قدر یہ بات تھی۔ کہ خود معذرت فرمائی۔ اور کہا۔ کہ تمہارے کھانے کا وقت گزرا جاتا تھا۔ اس لئے میں نے کھانا بھجوا دیا + حضور عالیہ کی یہ بندہ نوازی سب کے لئے یکساں تھی۔ میری کچھ خصوصیت نہیں تھی۔ اور نہ میں کسی خاص نوازش کا مستحق تھا +

اِسی طرح اگر کبھی وہ کسی ضروری کام میں مصروف ہوتیں۔ اور ہم کو انتظار میں کچھ دیر لگ جاتی۔ تو ہمیشہ اس پر اظہار افسوس فرما کر عذر کرتیں۔ چنانچہ ایک دفعہ میں بلا اجازت و اطلاع شہر سے باہر ایک موضع پر چلا گیا تھا۔ اتفاق سے میری طلبی ہوئی۔ اور آدمی وہاں میرے پاس پہنچا + میں حاضر ہوا۔ اور جس کام کے لئے یاد فرمایا تھا اُس کے بعد فرمانے لگیں کہ "بھئی معاف کرو۔ تم گاؤں چلے گئے تھے۔ میں نے تم کو وہاں سے کھینچ بلایا۔ تم کو تکلیف ہوئی" + میں نے بادب عرض کیا۔ کہ قصور تو میرا ہی تھا کہ بلا اجازت باہر چلا گیا تھا۔ اس لئے میں معافی کا خواستگار ہوں۔ مگر وہ اس پر اصرار فرماتی رہیں۔ اور بار بار یہی کہتی رہیں کہ تم کو تکلیف ہوئی۔ اب تم پھر چلے جاؤ + اللہ اللہ۔ خیال کیجئے یہ اُس جلیل القدر رئیسہ کے اخلاق کی شان تھی۔ جس کے در دولت پر حاضری کے لئے ہزاروں آدمی منتظر اور متمنّی رہتے تھے +

وہ ہمیشہ اپنے مخاطب کو "آپ" کہہ کر گفتگو کرتی تھیں۔ البتہ جن سے زیادہ بے تکلف اور خوش ہوتی تھیں

اُن کو "تُم" کہہ کر خطاب فرماتی تھیں۔ اَور میں نے دیکھا کہ اُن لوگوں پر اُن کا انتہائے عتاب یہ ہوتا تھا۔ کہ ان سے پھر "تُم" کی بجائے "آپ" کہنے لگتی تھیں + اس سے زیادہ سخت کلامی کا اظہار کم سے کم میرے سامنے تو کبھی نہیں ہوا + اس کے باوجود بھی اُن کا رُعب داب کسی بڑے سے بڑے حکمران سے کم نہ تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہم کو اُنکی حق پسندی اور معدلت گستری پر اتنا اعتماد تھا۔ کہ ہم کو کبھی اُن کے سامنے صاف اور سچ بات کہنے میں باک نہیں ہوا۔ اور جب کبھی ہمارے خیال میں اُن کا کوئی حُکم کسی غلط فہمی کی بنا پر خلافِ انصاف ہوا۔ تو ہم بے تاّمل حاضرِ خدمت ہو کر اُس پر پوری آزادی سے بحث و گفتگو کرتے تھے۔ اور اگر ہم معقولیت کے ساتھ اپنا نقطۂ خیال اُن کے ذہن نشین کر دیتے تھے۔ تو اُن کو اپنا حکم واپس لینے یا اُس میں ترمیم کرنے میں مطلق تاّمل نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ ضد اور ہٹ اُن کے مزاج میں ذرا بھی نہ تھی +

سائلین کی درخواستیں پیش ہوتی تھیں۔ تو اکثر فرمایا کرتیں۔ کہ "اگرچہ قلم میرے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ مگر لکھنے والا کوئی اَور ہے۔ میرے قلم سے وہی نکلتا ہے۔ جو اُسے منظور ہوتا ہے" + ظاہر ہے کہ جس کا دل خدا کے فاعلِ حقیقی اور قادرِ مطلق ہونے کے تصوّر سے اِس قدر پُر ہو۔ اُس میں انانیت اور خود بینی کا کیا ذکر +

کام کی یہ کیفیت تھی۔ کہ دن کا بیشتر حصّہ تو افسران ریاست سے ملاقات اور گفتگو میں گزر جاتا تھا۔ چار بجے تمام دفاتر سکریٹریٹ سے احکام طلب کاغذات کے پانچ چھ صندوق محل پر آ جاتے تھے۔ اور حضور مرحومہ بلا امداد غیرے ہر ایک کاغذ کو خود ملاحظہ فرما کر بالعموم اپنے ہاتھ سے اُن پر حکم تحریر فرماتی تھیں + اس میں کسی سکرٹری یا میر منشی کی شرکت نہ ہوتی تھی۔ احکام نہایت مفصّل اور مُدلّل ہوتے تھے۔ اور اُن کا انحصار صرف اُن ڈاکٹوں پر ہی نہ ہوتا تھا۔ جو سکرٹیریٹ سے تحریر کئے جاتے تھے۔ بلکہ تمام اہم معاملات میں حضور ممدوحہ پوری مسل کا معائنہ فرماتی تھیں۔ اور کوئی باریک سے باریک بات بھی ان کی معاملہ فہمی اور ژرف نگاہی سے نہ بچتی تھی + جب یہ دیکھا جائے۔ کہ اس قسم کے کاغذات کی تعداد ہر روز سیکڑوں سے کم نہ ہوتی

تھی۔ تو اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضور عالیہ کو ان سب کے ہر روز طے کرنے کے لئے کس قدر محنت اور مصروفیت سے کام کرنا پڑتا ہوگا + لیکن وہ اس سے کبھی بھی نہ گھبراتی تھیں۔ اور نہایت ہی غیر معمولی اور شاذ مجبوریوں کے سوا کبھی آج کا کام کل کے لئے باقی نہ رہتا تھا +

حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ بلا شبہ ریاست کو امانتِ الٰہی تصوّر کرتی تھیں۔ اور اُسکے تمام کام کو ایک فریضہ سمجھ کر انجام دیتی تھیں + میں نے خود اپنے کانوں سے اُن کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے۔ کہ "میں اگر اس خدمت کو ایک فرض خداوندی نہ سمجھتی۔ تو کب کا اس کو چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لیتی + مگر جب تک اس کا کوئی بہتر انتظام نہ ہو۔ تب تک میں اس کو اپنی سب سے بڑی عبادت سمجھتی ہوں" واقعات نے ثابت کر دیا۔ کہ اُن کا یہ قول کس قدر صداقت اور خلوص پر مبنی تھا۔ اور جب وقت آیا۔ تو اُنہوں نے کیسے بے تامّل اس پر عمل کیا +

غرض اس سلسلے میں کیا کیا لکھوں اور کہاں تک لکھوں۔ ع

سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

مختصر یہ ہے۔ کہ اُن کی زندگی محض اپنے ابنائے نوع کی اصلاح اور فائدے کے لئے وقف تھی۔ اور اُن کے دل و دماغ میں ہر وقت یہی خیالات موجزن رہتے تھے۔ کہ وہ کس طرح اپنی رعایا اور اپنے ملک کی کوئی مفید خدمت انجام دیں + اُن کی نسوانی۔ قومی اور ملکی خدمات کا ذکر آیندہ تاریخ کی کتابیں کرینگی۔ اور اُن کی روشن مثال آنے والی نسلوں کے لئے شمعِ ہدایت ہوگی +

ابرِ فیض

سیرۃ نبوی کے تمام مصارف بیگم بھوپال نے اپنے ذمّے لے لئے تو مولانا شبلی نے اُنکی فیاضی پر یہ قطعہ کہا تھا:-

مصارف کی طرف سے مطمئن ہوں میں بہرصورت
کہ ابرِ فیض سلطانِ جہاں بیگم زرافشاں ہے

رہی تالیف و تنقیدِ روایت ہائے تاریخی
تو اسکے واسطے حاضر مرا دل ہے مری جاں ہے

غرض دو ہاتھ ہیں اس کام کے انجام میں شامل
کہ جس میں اک فقیرِ بے نوا ہے ایک سلطاں ہے

دورِ حاضرہ کی سب سے بڑی خاتون

(از محمود الحسن صدیقی صاحب بی۔ اے علیگ مدیر ظل السلطان بھوپال)



علیا حضرت فردوس نشان ہر ہائینس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ ہر اعتبار سے دورِ حاضرہ کی سب سے بڑی خاتون تھیں۔ آپ کی زندگی پر اگر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے۔ تو آپ کئی حیثیتوں سے نمایاں اور ممتاز نظر آئینگی +

سب سے پہلی حیثیت ایک فرمانروا کی ہے + اس حیثیت سے آپ نہایت کامیاب اور بیدار مغز۔ منصف اور اپنی رعایا پر شفیق فرمانروا ثابت ہوئیں + آپ نے ملکی نظم و نسق کے ہر شعبہ کو ترقی دی۔ قوانین اور ضابطوں کو منظم کیا۔ اپنی ممالکت میں وقتاً فوقتاً دورے کر کے اپنی رعایا کی صحیح حالت کی واقفیت حاصل کی + اگر کہیں آپ کو عمال کی سختیاں نظر آئیں۔ ان کی دادرسی فرمائی اور بے ضابطگیوں کی اصلاح کی + آپ جس وقت اپنے پچیس سالہ دورِ حکومت کے بعد ریاست سے دست کش ہوئیں تو آپ نے اپنی رعایا کو مطمئن اور خوشحال۔ ریاست کو آباد اور خزانے کو معمور چھوڑا +

دوسری حیثیت آپ کی ایک بلند پایہ مصنف اور مولف کی ہے + آپ نے متعدد کتابیں نہایت کارآمد اور مفید موضوع پر تصنیف و تالیف فرمائیں۔ اور ہزارہا روپیہ صرف کر کے ایک بے بہا لٹریچر صنف نسواں کے لئے فراہم کیا۔ جو علیا حضرت کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھیگا + موجودہ زمانے کی عورتیں اور ان کی آیندہ نسلیں حفظِ صحت۔ تربیت اولاد۔ خانہ داری۔ اور فنونِ لطیفہ پر آپ کی تصانیف اور تالیفات سے فائدہ اُٹھائینگی۔ اور آپ کی یاد اُن کے دلوں میں زندہ رہیگی +

تیسری حیثیت سرکار عالیہ مرحومہ کی اپنی صنف کی سب سے بڑی محسن اور رہبر کی ہے + ہندوستان کی صدہا تعلیم گاہیں اور ہندوستان کی تقریباً ہر زنانہ تعلیم گاہ علیا حضرت کے فیض کرم سے مستفید ہو چکی ہیں + جس طرح سرسید

کو مسلمان مردوں میں تعلیم کے احیاء اور
اشاعت کا فخر حاصل ہے۔ اسی طرح
ہر ہائی نس سلطان جہاں بیگم صاحبہ کو
عورتوں میں ہے ÷

علیا حضرت ہمیشہ اپنی صنف کی
تعلیمی اور معاشرتی ترقی کے لئے بیقرار
رہتی تھیں۔ آپ چاہتی تھیں کہ مسلمانوں
کی قوم اور نہ صرف مسلمانوں کی قوم
بلکہ ہندوستان کی تمام اقوام اعلےٰ تعلیم
و تربیت سے مزین ہو کر ملک کے استحکام
اور ترقی کا باعث ہوں + علیا حضرت
سوشل ریفارمر ضرور تھیں۔ لیکن اسکے
ساتھ ہی آپ تمدن جدید کی برائیوں سے
بھی غافل نہ تھیں + آپ کی خواہش
تھی۔ کہ آپ کی ملکی بہنیں تعلیم و تہذیب
جدید سے وہ باتیں لیں۔ جو حقیقۃً اِن
کے حق میں مفید ہوں ÷

ہر ہائی نس کی چوتھی حیثیت ایک
زبردست پابند مذہب اور متشرع بزرگ
کی تھی + آپ مذہب کو زندگی میں سب سے
زیادہ مقدم سمجھتی تھیں۔ اور بار بار
اس حقیقت کا اعادہ کرتی رہتی تھیں۔
کہ مسلمان لڑکیوں اور لڑکوں کی تعلیم میں
مذہبی عنصر سب سے مقدم ہونا چاہئے +
آپ کی تمام تقریروں مواعظ اور خطبات
میں سچا مذہبی جوش نمایاں نظر آتا
ہے + آخر تک اعمال مذہب اور
ارکان مذہب کی پابند رہیں۔ اور
جب کبھی موقع ملا۔ آپ نے مذہبی تعلیم و
تلقین سے گریز نہیں کیا ÷

آپ کی پانچویں حیثیت ایک بہترین
منتظم صاحب خانہ کی ہے + آپ نے
اپنے محلات کا انتظام تمام تر اپنے ہاتھ
میں رکھا۔ کمروں میں ترتیب فرنیچر۔
محل کی آرائش و زینت۔ باغ کی ترتیب
اور مطبخ کا انتظام۔ بچوں کی تربیت و
تعلیم۔ شوہر کی خدمت و اطاعت و رفاقت۔
غرض وہ تمام صفات و محاسن جو ایک
باسلیقہ اور منتظم خاتون میں ہونے چاہئیں
وہ سب آپ کی ذات میں موجود تھے + آپ
پر مختلف قسم کے فرائض کا ہجوم رہا۔
اور سب سے بڑا فرض حکومت
آپ کے سپرد تھا۔ لیکن کبھی بھی آپ نے
حکومت کے فرائض میں اپنی خانگی ضروریات
کو نظر انداز نہیں کیا + یہ ہر ہائی نس
کے متعلق بالکل بجا کہا جا سکتا ہے۔
کہ ایک بہترین فرمانروا۔ ایک بہترین
مصنف اور مصلح اور خانگی زندگی میں
ایک بہترین بیوی۔ اور بہترین ماں
رہیں + ایک عورت کی زندگی کے

جتنے پہلو ہو سکتے ہیں۔ اُن میں آپ ممتاز اور مفتخر رہیں ٭

ان تمام حیثیتوں کے علاوہ آپ کی عظمت کا سبب آپ کے مخصوص مکارم اور محاسنِ اخلاق تھے + آپ طبعاً نہایت رحمدل۔ فیاض۔ خلیق اور متواضع۔ دردمند اور ملنسار واقع ہوئی تھیں + باوجود فرمانروا ہونے کے انتہائی خلق اور انکسار آپ کے مزاج میں تھا۔ دوسروں کی خطاؤں سے نہایت فراخ دلی سے درگزر فرماتی تھیں۔ اور بسا اوقات محض چشم پوشی ہی اصلاح کے لئے کافی سمجھتی تھیں + علیا حضرت سے مل کر اور گفتگو کر کے کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا تھا۔ کہ وہ ایک فرمانروا سے گفتگو کر رہا ہے + آپ کی گفتگو میں انتہائی ملائمت اور شائستگی اور متانت ہوتی تھی۔ مخاطب کا پورا احترام ملحوظ رکھتی تھیں۔ ہمیشہ دوسرے کی گفتگو کو غور کے ساتھ سُنتیں۔ اور اُس کی معقولیت کو تسلیم کر لیتی تھیں +

باوجود انتہائی اتقا اور دینداری کے تنگ نظری سرکارعالیہ میں قطعی نہ تھی + دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ نہایت فراخ نظری اور رواداری کا برتاؤ کرتی تھیں + اپنی رعایا کے ہر طبقے کے ساتھ کامل مساوات کو ملحوظ رکھتی تھیں۔ باوجود نہایت نرم دل ہونے کے نہایت صابر اور مستقل مزاج تھیں ٭

آپ پر ایسے سخت جانکاہ مصائب گزرے۔ دو صاحبزادوں اور دو صاحبزادیوں کے انتقال کے صدمات کے باوجود آپ مشیت کے فیصلے پر راضی برضا رہیں۔ اور ان موقعوں پر آپ نے نہایت حیرت انگیز صبر و تحمّل کا اظہار کیا + چھوٹے صاحبزادے سکندر صولت افتخار الملک نواب حمید اللہ خاں صاحب بہادر کے حق میں تخت حکومت سے دست بردار ہو کر آپ نے ایثار اور مادرانہ محبّت کا ایک عجیب و غریب ثبوت پیش کیا ٭

آپ نے ہر موقع پر علم اور کمال فن کی قدردانی فرمائی۔ مصروفیاتِ حکومت اور خانگی امور سے وقت بچا کر آپ فنون لطیفہ میں اپنے شغف اور دلچسپی کا اظہار کرتی تھیں + آپ ایک نہایت اچھی پینٹر۔ اور سوزن کاری اور کشیدہ کاری کی بڑی ماہر تھیں۔ اور وہ فنون و اشغال جو عورتوں کے لیے

مخصوص ہیں۔ اُن میں آپ کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔ بقول ہز اکسیلنسی لارڈ ارون ویسرائے ہند آپ نے اپنی تمام زندگی میں اپنی تمام گرانبار ذمہ واریوں کے باوجود اور مختلف قسم کی قابلیتوں کے ساتھ کبھی اِس حقیقت کو فراموش نہیں کیا۔ کہ آپ ایک عورت بھی ہیں + یہی وہ عظیم الشان خصوصیت ہے۔ جو آپ کو دَورِ حاضرہ کی سب سے بڑی خاتون بناتی ہے +

علیا حضرت سرکار عالیہ مرحومہ گو اَب دُنیا میں نہیں۔ لیکن اُن کے کام اور ان کی خدمات اب بھی زندہ ہیں۔ اَور ہمیشہ زندہ رہینگی + انگلستان کے سب سے بڑے گرجا ویسٹ منسٹر ایبے کو دیکھ کر اس کے بنانے والے صنّاع اور انجنیر کے متعلق کسی نے کہا تھا۔ کہ اگر تم اس کے کارناموں کو دیکھنا چاہتے ہو۔ تو اس کے چاروں طرف دیکھو + ہم بھی علیا حضرت کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر آپ کے کارناموں کو دیکھنا ہے۔ تو ہندوستان میں تمام قومی۔ تعلیمی اور نسائی معاشرتی ترقیوں کو دیکھو +

تاریخ وفات ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال

(از جناب قاضی محمد تحسین صاحب اٹاوہ)

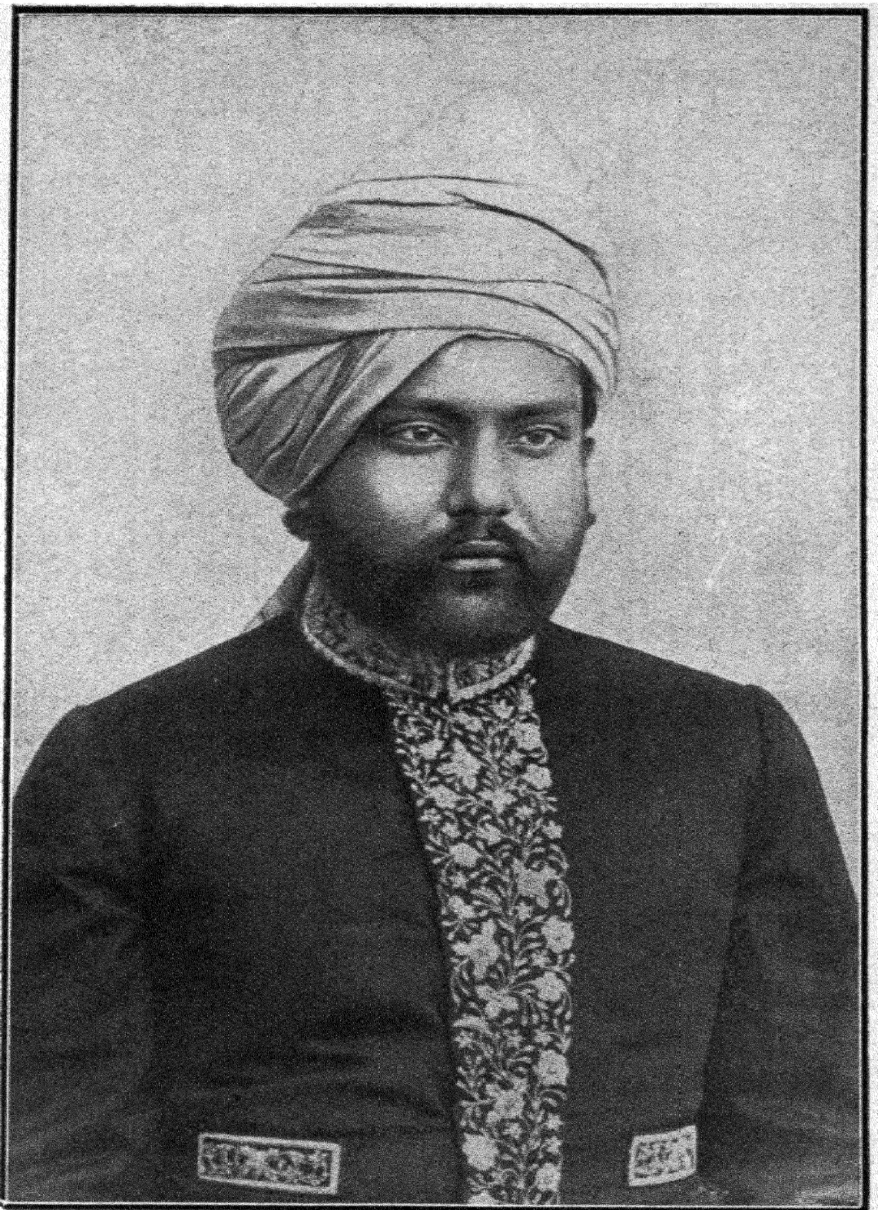
رہتے تھے قصر سر بفلک میں جو تاجدار　　افسوس فرش خاک پہ سوئے زمیں میں ہیں
شمعِ مزار روتی ہے مٹی کے ڈھیر پر　　ماتم کناں مکان فراقِ مکیں میں ہیں
جن نام آوروں کو قضا نے مٹا دیا　　بھوپال کی یہ بیگمِ عالی انھیں میں ہیں
سارا جہان ڈھونڈئے ایسے ہیں خال خال　　قوموں میں سر بلند جو دنیا و دیں میں ہیں
منّت پذیر قوم کا دار العلوم ہے　　چھوڑے ہیں وہ نقوش جو دل کے نگیں میں ہیں
منظور اختصار ہے ورنہ ابھی بہت　　جذبات موجزن دلِ اندوہگیں میں ہیں
نوّاب کو خضر کی الٰہی نصیب عمر　　اقبال کے نشان نمایاں جبیں میں ہیں
دانش میں فرد۔ علم میں یکتا۔ ہنر میں ایک　　اوصاف مجتمع یہ سبھی جانشیں میں ہیں
سال وفات کے لئے ہاتف نے دی ندا　　سلطانۂ جہان بہشتِ بریں میں ہیں

۱۳۴۸

(مرسلہ محترمہ ف خ صاحبہ بنت قاضی محمد تحسین صاحب اٹاوہ)



نواب احتشام الملک احمد علی خاں صاحب



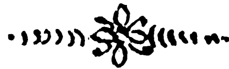
نواب نصراللہ خان مرحوم



صاحبزادہ کرنیل عبیداللہ خان مرحوم

علیاحضرت ہر ہائینس نواب سلطان جہاں بیگم کا انتقال پُر ملال اور اُن کی شاندار زندگی پر مختصر خیالات

(از خان بہادر شیخ محمد عبداللہ صاحب ایڈوکیٹ علی گڈھ)



خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

آج ہمارے درمیان سے وہ شاندار ہستی اُٹھ گئی۔ جس کے وجود پر ایک ثلث صدی تک مسلمانوں کی قوم کو ناز رہا ہے۔ کہ اِس دَورِ آخری میں بھی ہم میں ایسے افراد کا پیدا ہونا امکان سے خارج نہیں ہے۔ مرنا سب کو ہے۔ اور جو پیدا ہوا ہے۔ وہ ضرور مریگا۔ موت سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ نسل انسان خاک سے پیدا ہوئی۔ اور پھر خاک ہی میں جا ملتی ہے۔ پاک اور معصوم نبی بھی اس حادثے سے مستثنٰے نہیں رہے۔ لیکن کثیر التعداد ہستیاں مرنے کے بعد بجز تودۂ خاک کے اَور کچھ نام و نشان نہیں چھوڑتیں۔ گو بعض کا تنِ خاکی تو زمین کا پیوند ہو جاتا ہے۔ لیکن اُن کے نیک اور مفید کاموں پر موت کا کچھ اثر نہیں ہے۔ وہ تن خاکی کے ختم ہونے کے بعد بھی بدستور قائم رہتے ہیں۔ اور ایسے ہی انسانوں کے متعلق کہا گیا ہے۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

علیاحضرت مرحومہ مغفورہ کا نام اور اُن کے کام اُن کی پرحسرت ممات کے بعد بھی ضرور زندہ رہینگے۔ اور اُن کی شہرت کو دوام حاصل ہوگا۔ جب تک انسانوں کے دلوں میں شکرگزاری اور دوسروں کی خوبیوں کا سچا احساس باقی رہیگا۔ اُس وقت تک علیاحضرت مرحومہ کا نام بھی زندہ اور باقی رہیگا۔

علیاحضرت مرحومہ ایک خودمختار بیگم کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ اور پیدا ہوتے ہی آیندہ حکمران بننے کی توقعات خود اُن کی ذات سے وابستہ ہوگئیں۔ ایسے حالات میں یہ امر

قوین قیاس تھا۔ کہ قبل اسکے کہ حکومت اُن کے ہاتھ میں آئے۔ اُن کی پرورش اور نشو و نما ایسے دائرہ میں ہو جس میں رہ کر اُس کثیر گروہ کے حالات سے واقفیت کا کوئی موقع نہ ملے۔ جس گروہ پر آیندہ اُن کا حکمران ہونا قرار پا گیا تھا + رسم قدیم اور رواج عام چاہتے تھے۔ کہ اُن کی پرورش کسی خود مختار ولی عہد کے طرز پر ہو۔ اور اُس فرقہ کی ضروریات اور تکالیف اور خواہشات سے انکو ناواقف رکھا جاوے۔ جس کی آیندہ خوشی و بہبودی اُن کے حکم اور اُن کی رائے پر مبنی ہونے والی تھی + یہ بدیہی بات ہے کہ جن لوگوں کو دوسروں کی مصائب اور تکالیف کے دیکھنے کا نہ کبھی موقع ملا ہو۔ اور نہ خود کسی دوسرے سے اپنے لئے ہمدردی کی احتیاج لاحق ہوئی ہو۔ ان کے لئے عام انسانی ہمدردی کا دائرہ ہمیشہ نہایت ہی محدود رہیگا + لیکن خود علیا حضرت کی زبان مبارک سے سُنے ہوئے حالات کی بنا پر میں اس نتیجے پر پہنچا تھا۔ کہ خدا نے رعایائے بھوپال کی بہتری کی نظر سے اپنی حکمت کاملہ سے مرحومہ و مغفورہ کے لئے کچھ خاص تعلیم و تربیت کے اسباب پیدا کر دئے تھے جن کی وجہ سے اُن میں ایک منتخب حکمران بننے کی کل صفات پیدا ہو گئی تھیں +

خدا نے اُن کو نیک دل اور اچھا دماغ عطا کیا تھا + اعلےٰ تعلیم اور تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ اور ایک ریاست کی حکومت نے فیض رسانی کے وسائل ان کے قبضہ و اختیار میں سپرد کئے + ان جملہ اوصاف کا کسی ایک ذات میں جمع ہونا اور وہ بھی ایک حکمران کی ذات میں جمع ہونا مخلوق خدا کے لئے رحمت کا باعث تھا۔ اور آیندہ حالات کے دیکھنے سے ثابت ہو گیا۔ کہ فی الواقع رحمت کا باعث تھا +

علیا حضرت مرحومہ نے خود اعلےٰ تعلیم حاصل کی۔ اور دوسروں کو اُس سے فیض پہنچایا + ولیعہدی کے زمانے میں اُن کی زندگی کا بہترین مشغلہ یہ تھا۔ کہ وہ خاندان اور شرفا کی لڑکیوں کو اپنے پاس بلاتی تھیں اور تعلیم دیتی تھیں + لیکن جب سے زمام حکومت اُن کے ہاتھ میں آئی۔ تو اُنہوں نے اپنے علمی مشاغل میں بھی بہت ترقی و توسیع کر دی۔ اور جو وقت ریاست کے کاموں سے بچتا تھا۔ وہ تصنیف و تالیف میں صرف کرتی تھیں۔ آج اُنہوں نے آیندہ نسلوں کے لئے لٹریچر کا ایک مفید ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جس کی مثال ہندوستان میں یا ہندوستان کے باہر کسی دوسرے ملک میں نہیں ملیگی +

مستورات کی تعلیم میں علیا حضرت مرحومہ کو ایک خاص دلچسپی تھی۔ جو میں نے کسی اور مرد یا عورت میں نہیں دیکھی + اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ علیا حضرت مرحومہ نے خود اس نعمتِ عظمےٰ یعنی علم کی روشنی سے لطف اُٹھائے تھے۔ اور انکے دل میں اس بات کا پورا احساس پیدا ہوگیا تھا۔ کہ علم کے بغیر دُنیا کی کل دیگر نعمتیں ہیچ ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہندوستان کی کثیر التعداد ناخواندہ عورتوں کو بھی اس نعمت سے بہرہ ور کرنا چاہتی تھیں۔ اور اس سے زیادہ کوئی کارِ ثواب نہیں سمجھتی تھیں + چونکہ مرحومہ تعلیم نسواں کی مربی اور سرپرست تھیں۔ اور یہ احقر اوائل عمر سے اس میدان میں ایک خادم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے خیالات میں بھی مطابقت پیدا ہوگئی تھی۔ اور جب کبھی مجھ کو شرف حضوری حاصل ہوا۔ تو میں نے محسوس کیا۔ کہ اُس برگزیدہ خاتون کے ایک ایک خیال کا عکس میرے دل میں بھی موجود ہے + علیا حضرت مرحومہ کی بارگاہ میں حاضری ہمیشہ میرے دل میں سر سید۔ مولینا حکیم نورالدین۔ مولینا حالی۔ نواب محسن الملک۔ اور نواب وقار الملک کی یاد تازہ کر دیتی تھی۔ کیونکہ اپنی ابتدائی عمر میں جو جو باتیں ان بزرگان مرحومین کی زبان سے سُنی تھیں۔ اُسی قسم کے خیالات علیا حضرت مرحومہ کی زبانِ مبارک سے بھی سُننے میں آتے تھے + وہ علاوہ حکمران ہونے کے مصنف تھیں۔ اور مولف تھیں۔ لیکن اُن میں سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ بزرگانہ خصوصیات رکھتی تھیں + وہ روشن خیال تھیں اور دُوراندیش تھیں۔ اور گزشتہ تاریخی حالات اور زمانہ حال کی سیاسیات سے بخوبی واقف تھیں +

سنہ ۱۹۰۴ء میں مجھ کو علی گڈھ میں مدرسہ نسواں کے قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن اُس وقت مسلمان لڑکیوں کے لئے ایک مدرسہ مع دارالاقامہ قائم کرنا کوئی آسان امر نہ تھا۔ چاروں طرف سے سخت مخالفت تھی + بعض میرے احباب بالخصوص خانصاحب میر ولایت حسین صاحب جو اس وقت بقید حیات موجود ہیں۔ اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ کہ اُس وقت لڑکیوں کی تعلیم کے رستے میں کیا کیا دِقتیں حائل تھیں + ایسی حالت میں قریب دسمبر سنہ ۱۹۰۴ء میں نے ایک عرضداشت علیا حضرت مرحومہ کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیجی اور مدرسہ جاری کرنے کا خیال اور اُس کے ساتھ لوگوں کی مخالفت کے

حالات واضح طور پر عرض کرنے کے بعد استدعا کی۔ کہ علیا حضرت سرپرستی فرمائیں۔ تو مدرسہ بھی جاری ہوجائیگا۔ اور مخالفت کا بھی خاتمہ ہوجائیگا + اس کے جواب میں پندرہ ہی روز کے اندر ایک پروانہ صادر ہوا۔ کہ مدرسہ ضرور جاری کرو۔ اور سردست سنولے روپیہ ماہوار کی امداد مقرر کی جاتی ہے + علیا حضرت کی یہ امداد اور سرپرستی مسلم گرلز انٹرمیڈیٹ کالج علیگڈھ کے لئے سنگ بنیاد سمجھنا چاہئے + اسکے بعد مدرسہ قائم ہوگیا۔ اور مخالفت کم ہوگئی + بعد میں علیا حضرت نے اِس امداد میں اضافہ فرماکر دو ہزار روپیہ سالانہ کی گرانٹ مقرر فرمادی۔ جو اس وقت مِل رہی ہے +

خاکسار کو اپنی عمر میں بارہ مرتبہ علیا حضرت مرحومہ کی بارگاہ میں حاضری کی عزت حاصل ہوئی تھی۔ اور ہر مرتبہ جب حاضری کا موقع ہوا۔ تو کوئی نہ کوئی بات علیا حضرت کی زبانِ مبارک سے ایسی سُنی۔ کہ جس کو میں اپنے لئے ایک نئی بات سمجھتا تھا + اوّل مرتبہ میں بمبئی سے لوٹتے ہوئے بھوپال میں ٹھہر گیا تھا۔ لیکن دوسری مرتبہ میں اور ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب قصد کرکے علیگڈھ سے بھوپال گئے۔ اور علیا حضرت کی بارگاہ میں شرف حضوری حاصل کیا + یہ وہ زمانہ تھا۔ جب جناب ہائینس نواب سر حمید اللہ خاں بہادر فرمانروائے بھوپال کی اعلےٰ تعلیم کا مسئلہ درپیش تھا + ہمارے جانے سے قبل ہی علیا حضرت مرحومہ یہ امر طے کرچکی تھیں۔ کہ اُن کی اعلےٰ تعلیم کس کالج میں ہوگی۔ مگر وقت حاضری ہم لوگوں سے رائے طلب کی کہ اس معاملہ میں ہم بھی اپنی رائے کا اظہار کریں۔ کہ اُن کی تعلیم کے لئے سب سے بہتر کونسا کالج ہوگا ؟

میں نے بڑے زور سے علیگڈھ کالج کے لئے رائے دی۔ مگر مرحومہ نے فرمایا کہ علیگڈھ کالج ایک بہت بڑا کالج ہے۔ تمام ہندوستان سے طلبا آکر وہاں تعلیم پاتے ہیں۔ اُن میں بعض بہت آزاد خیال بھی ہوتے ہیں۔ لیکن میرے خاندان کے لئے جس تعلیم کی ضرورت ہے وہ دوسری ہی قسم کی تعلیم ہونی چاہئے + لیکن ہم لوگوں نے عرض کیا۔ کہ جو کالج کل قوم کے لئے مفید ثابت ہورہا ہے۔ بفضل خدا وہ علیا حضرت کے خاندان کے لئے بھی مفید ثابت ہوگا۔ اور علیا حضرت صاحبزادے بہادر کو ضرور اسی کالج میں تعلیم دلائیں +

علیا حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ

میری خود کی بھی یہی رائے ہے اور میں بمشورۂ وائسرائے وقت طے کر چکی ہوں کہ اُن کو علی گڈھ ہی میں بھیجونگی + ہم لوگوں نے علیا حضرت کا شکریہ ادا کیا۔ کہ انہوں نے قومی کالج کے اوپر اعتبار کیا۔ اور اس بات کا اطمینان دلایا۔ کہ علیا حضرت کا یہ انتخاب ہر نہج سے مفید ثابت ہوگا +

ہز ہائینس نواب سر محمد حمید اللہ خاں صاحب بہادر اس وقت برسر حکومت ہیں اور برٹش گورنمنٹ اور کل ملک کے سامنے علیا حضرت کی دور اندیشی کا ثبوت دے رہے ہیں + اس قومی کالج کی تعلیم تربیت کا اثر جو کچھ اُن پر ہوا۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے + اعلےٰ حکمرانی کے علاوہ اُن کی نیک طینت میں بہت سے ایسے اوصاف پیدا ہو گئے ہیں۔ جو ممکن تھا کہ کسی دوسری درسگاہ میں پیدا نہ ہوتے + اِس وقت وہ لاکھوں مخلوق خدا کی خوشی و بہبودی کے ذمہ دار ہیں۔ اور اس ذمہ داری کا حق نہایت خوش اسلوبی سے ادا کر رہے ہیں + لیکن اگر اتفاقات سے وہ حکمراں نہ بھی ہوتے۔ تو بھی وہ ایک اعلےٰ انسان ہوتے۔ اور قوم اور ملک میں ایک منتخب فرد ہوتے + وہ ملک کے لیڈروں میں سے ایک لیڈر ہوتے۔ اور ملک اور قوم کی رہنمائی میں ضرور کوئی نہ کوئی امتیاز حاصل کرتے + ایک حکمراں کو سب سے اوّل اعلےٰ انسان بننے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے بعد وہ سب کچھ بن سکتا ہے۔ علیا حضرت مرحومہ کو یہی مقصد مدِّ نظر تھا +

علیا حضرت مرحومہ کو لڑکیوں کی تعلیم میں اس قدر دلچسپی تھی کہ وہ ہر کام کرنے والے کی ہمت افزائی فرماتی تھیں + سنہ ۱۹۱۴ء میں جب لڑکیوں کا بورڈنگ ہاؤس تعمیر ہو گیا۔ تو علیا حضرت بھوپال سے خاص طور پر علی گڈھ تشریف لائیں اور اپنے دستِ مبارک سے بورڈنگ ہاؤس کا افتتاح فرمایا۔ اور اسی موقع پر آل انڈیا لیڈیز کانفرنس بھی قائم ہوئی۔ اور اُسکی صدارت بھی فرمائی + اُس کے بعد کئی مرتبہ پھر علی گڈھ میں رونق افروز ہوئیں۔ اور ہر موقع پر جب وہ تشریف لائیں۔ کوئی نہ کوئی بیبیوں کا یا مردوں کا جلسہ خاص اُن کی وجہ سے منعقد ہوا +

ایک مرتبہ پھر آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ اور دوسری مرتبہ جدید بورڈنگ کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا + پھر جب سے یونیورسٹی قائم ہوئی ہے۔ تو یونیورسٹی

کانووکیشن وغیرہ کی خود صدارت فرمائی - اور نیز ایک مرتبہ سلطان جہاں منزل جو انہیں کے عطیہ سے تعمیر ہوئی ہے - اُس کا اپنے دستِ مبارک سے افتتاح فرمایا - دو مرتبہ مدرسۂ نسواں کی کامیاب طالبات کو اپنے دستِ مبارک سے اسناد تقسیم کیں - اور سب سے اخیر مرتبہ اُس موقع پر علی گڈھ میں تشریف لائیں جب سائنس کالج کا سنگ بنیاد رکھا گیا +

علیا حضرت مرحومہ مسلم یونیورسٹی کی چانسلر یونیورسٹی کے قائم ہونے کی تاریخ سے مقرر ہوئیں - اور اخیر وقت تک چانسلر رہیں + تین مرتبہ کورٹ نے ان کا انتخاب کیا - اور گزشتہ ماہ کی انیس ۱۹ تاریخ کو اب پھر تین سال کے لئے کورٹ نے اُنہیں کو چانسلر مقرر کیا - کیونکہ کورٹ کی اور کل قوم کی یہ خواہش تھی - کہ جب تک علیا حضرت بقید حیات رہیں - اُس وقت تک وہی یونیورسٹی کی چانسلر منتخب ہوا کریں +

مسلم یونیورسٹی کے اوپر علیا حضرت کے بہت بڑے احسانات ہیں - بہت سے واقعات لوگوں کو معلوم ہیں - لیکن ایک خاص واقعہ جس سے بہت کم لوگوں کو واقفیت ہوگی اُس کا ذکر اس موقع پر ضروری سمجھتا ہوں - اور وہ یہ ہے - کہ ۱۹۱۱ء کے دسمبر کے اخیر میں ناگپور کی کانفرنس کے موقع پر ہز ہائینس سر آغا خاں نے اس بات کا بیڑا اُٹھایا - کہ وہ اب کافی چندہ جمع کر کے جلد سے جلد مسلم یونیورسٹی جاری کرا دینگے - چنانچہ وہ اس خیال کو مدِ نظر رکھ کر ناگپور سے اِلٰہ آباد آئے - اور اُس موقع پر علیا حضرت مرحومہ بھی اِلٰہ آباد میں مقیم تھیں + وہ آتے ہی سب سے اوّل علیا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے + علیا حضرت نے اُن کے خیال کی تائید کی - اور اُسی وقت ایک لاکھ روپیہ کے چندے کا اعلان کیا + اس اعلان سے چندے کی فراہمی کے کام میں انتہا درجے کی تقویت پہنچی - اور سال دو سال کے اندر ایک کافی مقدار چندہ کی فراہم ہوگئی + اُسکے بعد علیا حضرت وقتاً فوقتاً اَور طریقے سے بھی مالی امداد کرتی رہیں - چنانچہ نواب نصراللہ خاں مرحوم کے نام سے ایک ہوسٹل تعمیر کرایا +

۱۹۲۶ء میں جب سائنس کالج کا سنگ بنیاد رکھا گیا - اس موقع پر ہز ہائینس نواب سر حمید اللہ خاں صاحب بہادر نے دو لاکھ روپیہ کے چندہ کا اعلان فرمایا + علیا حضرت کو اس اعلان سے اس قدر

مسرت ہوئی۔ کہ کثیر مجمع کے سامنے اپنے بلند اقبال اور فیاض طبع فرزند کی تعریف فرمائی۔ اور فرط محبت سے اُن کا ماتھا چوم لیا ۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یونیورسٹی سے اُن کو کس قدر لگاؤ اور محبت تھی۔ کہ اگر یونیورسٹی کو امداد ملتی تھی تو اُن کو حقیقی خوشی ہوتی تھی ۔

علیا حضرت مرحومہ نے علاوہ مسلم یونیورسٹی اور مسلم گرلز کالج علی گڈھ کے اور بیسیوں اسلامی درسگاہوں کی سرپرستی فرمائی۔ اور جو مالی امداد اُن کو دی تھیں وہ اس وقت موجودہ فرمانروا بہادر نے بھی جاری رکھی ہیں ۔

مرحومہ مغفورہ کے مذہبی خیالات نہایت راسخ تھے صوم و صلوٰۃ کی جس قدر وہ پابند تھیں بہت کم لوگ ہوتے ہیں ۔ اُنہوں نے فریضۂ حج بیت اللہ بھی ادا کیا۔ اور بلاد اسلامیہ کا بھی سفر کیا ۔ جب وہ سفر سے واپس تشریف لائیں۔ تو یہ احقر بھوپال میں حاضر ہوا۔ اور صحیح سلامت واپسی پر مبارکباد پیش کی ۔ دوران گفتگو میں علاوہ دیگر سفر کے حالات کے بدوؤں کے کسی قبیلے کی شرارت کا بھی ذکر کیا۔ جس نے علیا حضرت کے قافلے پر لوٹنے کی غرض سے حملہ کیا تھا۔ اور ترکی افسروں و سپاہیوں کی بہادری و جاں نثاری کا بڑی گرمجوشی سے اعتراف کیا۔ کہ اُنہوں نے اپنی جان پر کھیل کر بدوؤں کا مقابلہ کیا تھا۔ اور اُن میں سے کچھ آدمی مارے بھی گئے تھے ۔

میں نے دریافت کیا کہ غیر بلاد کے مسلمانوں کی نسبت علیا حضرت نے کیا رائے قائم فرمائی ؟ اس پر اظہار افسوس فرمایا۔ اور کہا کہ مجھ سے کسی مسلمان کی بُرائی کیوں کراتے ہو۔ لیکن میں اپنی آنکھ سے حالات کے دیکھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ہندوستان کے مسلمان بہت غنیمت ہیں۔ اور جہاں تک اسلام کا تعلق ہے۔ یہاں کے مسلمان دوسروں کی نسبت زیادہ راہ راست پر چلنے والے ہیں ۔

ایک مرتبہ ہندو مسلمانوں کے مناقشات کی نسبت فرمایا۔ کہ مسلمانوں کو اسی ملک میں رہنا ہے۔ اُن کو چاہئیے کہ ہندوستان کو اپنا وطن سمجھ کر ہندوؤں سے برادرانِ وطن کے سے تعلقات پیدا کریں۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔ کہ جب تک ہندوؤں کی ذہنیت میں ایک بڑا انقلاب پیدا نہ ہوگا۔ وہ مسلمانوں کو اپنے قریب تک نہ آنے دینگے۔ اور کہا کہ دونوں جانب

سے غلطیاں ہیں۔ اور اُس کی اصلاح دونوں کے ہاتھ میں ہے ❖

مرحومہ مغفورہ بلحاظ اپنے عزم و استقلال اور تدبیر کے ہندوستان کی اُن تاریخی بیگمات کی ہم پلہ ثابت ہوئیں۔ جن پر اس ملک کو ناز ہے + دیگر تفصیلات کو قطع نظر کر کے مَیں اپنے دعوے کے ثبوت میں صرف ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ اور وہ واقعہ وراثت گدّی ریاست بھوپال کا ہے + اُن کو جب اس بات کا یقین ہوگیا۔ کہ تمام پہلوؤں کے لحاظ سے جناب ہز ہائینس نواب سر محمد حمید اللہ خاں صاحب بہادر ہی حکمرانی کے فرائض ادا کرنے کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور قابل ہیں۔ تو اُنہوں نے جو جو جدّ و جہد اور تدابیر اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کیں۔ وہ ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے قابل ذکر رہینگی + چاروں طرف دقتوں کے پہاڑ کھڑے دکھائی دیتے تھے۔ اُن کے ہوا خواہوں کو بھی کامیابی میں بہت کچھ شُبہہ تھا۔ لیکن مرحومہ کے عزم اور استقلال نے آخر یہ دشوار اور سخت دشوار مہم سر کر کے دکھائی۔ اور دنیا کو یقین دلا دیا کہ چاندبی بی اور اہلیہ بائی کے سے دل و دماغ کا وجود دنیا سے بالکل مفقود نہیں ہوگیا ہے۔ اور موقع ملنے پر اَب بھی اُنہیں کے سے کارنامے کسی کی ذات سے ظہور پذیر ہو سکتے ہیں +

اب میں اس مختصر مضمون میں کچھ زیادہ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ مرحومہ مغفورہ کے لئے دُعاے مغفرت پر اس کو ختم کرتا ہوں + اللہ تعالےٰ مرحومہ کو غریق رحمت کرے۔ مرحومہ کے مزار پر جا کر فاتحہ پڑھنے کی بہت آرزو ہے۔ اُمید ہے یہ ارادہ پورا ہوگا۔ لیکن مرحومہ جیسے انسانوں کے مزار تو صرف ایک مٹی کی قبر تک محدود نہیں رہتے۔ اُن کا مقام شکر گزار دلوں میں ہوتا ہے اور نسلاً بعد نسلٍ ایک دل سے دوسرے میں منتقل ہوتا رہتا ہے +

بعد از وفات تربتِ ما در زمیں مجو
در سینہ ہائے مردمِ عارف مقامِ ما

آہ! علیا حضرت سلطان جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہ

(از محترمہ رضویہ خاتون صاحبہ)



مینیجر صاحب تہذیب النسوان کے خط سے خبر وحشت اثر ارتحال پر ملال حضور عالیہ مرحومہ سابق فرمانروائے بھوپال معلوم کر کے جو صدمہ گزرا۔ وہ دل ہی جانتا ہے + بار بار خط کو پڑھا۔ مگر دل اس خبر نحس کے باور کرنے میں اب تک شک کرتا ہے + مینیجر صاحب موصوف کا اصرار ہے کہ میں آپ کے متعلق کچھ لکھوں۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیا لکھوں اور کیونکر اس فرض سے سبکدوش ہوں + بہرحال چند اوراق پر اپنے خیالات پریشاں کو جمع کرنے کی کوشش کرونگی۔ لیکن ڈرتی ہوں کہ ایسی مایۂ ناز اور جامع کمالات ہستی کے حالات اور مجھ ایسی ہیچ کارہ لکھنے والی۔ اور لکھونگی بھی تو کیا۔ اور کس دل سے + ہمارے دل تو آپ کے ملکی و مذہبی کارناموں کو صفحات اخبارات پر دیکھ کر سرور حاصل کرنے کے عادی تھے۔ اور آج اُن واقعات کو یادِ رفتگاں کے طور پر ادا کرنا ہوگا + سچ ہے

انسان کیا ہے بحرِ جہاں کا ہے بلبلہ
مہماں سرائے دہر کا مہماں ہے چند روز

مبارک ہیں وہ ہستیاں۔ جو اس دنیا میں رہ کر اپنی زندگیاں خلقِ خدا کی خدمت اور خوشنودی معبود میں صرف کر کے راحتِ ابدی حاصل کرتی اور دین و دنیا میں سرخروئی حاصل کرتی ہیں + ایسی چیدہ اور برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہستی ہم میں سے مٹی ہے جس کا نعم البدل تو کیا پاسنگ بھی اب ہم مستورات میں سے ہونا ناممکن ہے + مرحومہ ایک ایسی جامع اور مانع صفات کا مجسمہ تھیں۔ کہ آپ کی نظیر ایشیائی نسوانی دنیا کیا تمام نسوانی آبادی بھی پیش نہیں کر سکتی ہے + آپ کا اخلاق کریمانہ۔ علم دوستی۔ رعایا پروری اور دوسری صفاتِ عالیہ وہ تھیں کہ جنہوں نے آپ کو اپنے آقائے نامدار حضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی پیرو ثابت کر دیا تھا +

مجھے آپ کے حالات و واقعات سے بچپن سے ہی دلچسپی تھی۔ اور اسی ہر گرانمایہ

کی زیارت کا دل میں شوق تھا۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں مَیں نے صرف آپ کے ہی دیکھنے کی وجہ سے بھوپال کا سفر کیا۔ اور وہاں ۳ ر دسمبر کو لیڈیز کلب بھوپال کے سالانہ جلسے اور اس کے بعد سینما میں آپ سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ لیکن یہ صرف سلام دعا اور معمولی ایک دو باتیں تھیں۔ جن کو آپ کے مصروف دماغ نے قریب قریب محو فرما دیا تھا + اس کے بعد ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۶ء تک مجھے چند مرتبہ بھوپال کے دورانِ قیام میں آپ کو دور سے دیکھنے کا اتفاق کبھی کبھی کسی جلسے میں ہوا۔ مگر دل ہمیشہ سے آپ سے گفتگو کرنے کا خواہشمند تھا + ایک روز فروری ۱۹۲۷ء میں جبکہ شہزادی بلجیم صاحبہ لیڈیز کلب کے دیکھنے کو تشریف لائیں۔ تو اقبال میاں کی ہمشیرہ صاحبہ (سرکار عالیہ کی بھتیجی) نے آپ سے ہم تینوں بہنوں کا تعارف کرایا۔ اور آپ کو یاد دلایا۔ کہ یہ وہی ہمشیرہ آدم ہیں جو آپ سے ۱۹۲۰ء میں بیگم صاحبہ محمود الحسن صاحب مرحوم ڈائرکٹر آف لینڈ رکارڈس کے ساتھ اسی کلب میں ملی تھیں۔ اور اب یہ رضویہ خاتون کے نام سے اخبارات میں مضمون لکھتی ہیں +

یہ سُن کر آپ نے کمال خندہ پیشانی سے ہمارے سلام کا جواب دے کر اپنے قریب کرسیوں پر بیٹھنے کی اجازت اِن الفاظ میں دی۔ کہ بہبیؒ بَس تم کو اور تمہاری بہنوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اب بیٹھ جاؤ اور مجھ سے باتیں کرو +

اس کے بعد ہم تینوں بہنوں سے خوب بے تکلفانہ گفتگو فرمائی۔ ہماری تعلیم کے متعلق دریافت فرمایا۔ کہ کس اسکول یا کالج میں حاصل کی؟ جب ہم لوگوں نے عرض کیا۔ کہ ہم نے کسی اسکول یا کالج میں تعلیم نہیں پائی تو آپ نے اَور بھی اظہار خوشنودی فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ میں نے ہر چند کوشش کی کہ اپنے یہاں کی مستورات میں کما حقہ تعلیم و تربیت جاری کروں لیکن وہ لوگ اُسکی ویسی اہل نہیں ہیں جیسی دوسرے حصص ہند کی خواتین ہیں اور پھر ہم بہنوں کو کہا۔ کہ جیسے تم لوگوں کے دماغ و معلومات ہیں۔ یہ بات یہاں عنقا ہے +

ہم نے آپ کی اس شفقت کا شکریہ ادا کیا۔ اور واپس ہونا چاہا۔ لیکن آپکے سوالات برابر جاری تھے۔ اور ہم بھی

اس شفقت میں ایسے محو ہوئے۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ اپنی مادرِ مہربان سے باتیں کر رہے ہیں + ہماری تینوں بہنوں کی تعلیمی حالت کے استفسار اور اندازہ کے بعد ہمارے حالات دریافت فرمائے + میری منجھلی ہمشیرہ سلمہا مسز سبط محمد کا بچہ چونکہ صرف پچیس ۲۵ دن کا تھا۔ یہ کمزور تھیں۔ آپ نے اُن سے وجہ دریافت کی اور پھر ہنسنے لگیں۔ اور فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہارا میاں تم کو بہت پردے میں رکھتا ہے۔ کہ تم ایسی کمزور ہوگئیں۔ اور یہ دونوں (خاکسار اور چھوٹی ہمشیرہ مرحومہ سعیدہ) والدین کے یہاں خوش اور آزاد رہتی ہیں + ہمشیرہ سلمہا نے عرض کیا۔ کہ نہیں حضور یہ بات نہیں ہے۔ میرے شوہر گریجوایٹ اور آزاد خیال آدمی ہیں - دورے پر بھی ساتھ ہی رکھتے ہیں۔ اور پردۂ شرعی کے حامی ہیں۔ پہاڑوں وغیرہ پر بھی نہایت مناسب اور شرعی پردے سے ہر جگہ لے جاتے ہیں + اس پر آپ نے قرآن شریف کی چند آیات پردے کے متعلق سُنائیں۔ اور فرمایا کہ قرآن شریف میں صرف یہ حکم ہے۔ کہ اے ایماندار لوگو اپنے نفس کی آنکھوں کو بند کر لو۔ ایسے سخت پردے کا جو ہندوستان میں رائج ہے کہیں اشارہ تک نہیں ہے + مگر بیبیو! یہ پردہ چند روزہ ہے۔ دُنیا خود آزاد ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایک روز وہ آتا ہے۔ کہ نہ شرعی پردہ ہوگا اور نہ رواجی۔ اور فرمایا کہ میں کس کو کہوں خود میرا بیٹا (جناب نواب صاحب بہادر حاجی حمید اللہ خاں صاحب مدظلہ) ہی کہتا ہے۔ پردہ اُٹھا دو + اس پر میں نے عرض کیا۔ کہ اب آپ پر تو پردہ ساقط ہو چُکا۔ نواب صاحب موصوف دُرست تو فرماتے ہیں + آپ نے مسکرا کر جواب دیا۔ کہ ہاں یہ تمہارا کہنا ٹھیک ہے - مگر تمام عمر تو نقاب چہرے پر ڈال کر نکلی۔ اب آخر عمر میں کیا منہ کھول کر نکلوں + اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ ابھی ہندوستان میں وہ فضا پیدا نہیں ہوئی۔ جس میں پردہ بالکل نہ کیا جائے۔ یا شرعی پردے سے شریف زادیاں بازاروں میں گھومتی پھریں۔ جیسا کہ دوسرے مہذب ممالک اور ممالک اسلامیہ میں رواج ہے + ہم نے عرض کیا کہ شرعی پردے سے بے دھڑک باہر نکلنے میں آپکی رائے عالی میں کیا قباحت ہے؟ فرمایا۔ کہ چونکہ ہندوستان کے مرد عورتوں کا پورا احترام

نہیں کرتے - اس لئے اُن کے لئے باہر نکلنا خطرناک ہے + پھر آپ زمانۂ سلف کی نامور خواتین کے حالات کا خلاصہ کرنے لگیں - اُس کے بعد علی گڈھ کالج اور وہاں کے گریجوایٹس کا ذکر فرماتی رہیں +

مختلف باتوں میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہوگئے اور نماز مغرب کا وقت ہوگیا + سب بیبیوں میں بھگدڑ مچی اور کچھ وہیں جو جا نمازیں بچھی ہوئی تھیں - اُن پر نمازیں پڑھنے لگیں + ہم سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگ بھی نئے فیشن میں نماز کو کسرشان سمجھتی ہو؟ ہم نے عرض کیا - کہ نہیں ہم تینوں پابند ہیں + اس پر آپ نے فرمایا - کہ تو پھر بسم اللہ کرو اور یہاں ہی پڑھ لو + ہم نے عرض کیا - کہ چونکہ ہمارا مذہب اثنا عشری ہے - اس لئے ہماری نماز کا ابھی وقت نہیں ہوا - اب گھر پہنچ کر پڑھینگے +

ہم رخصت ہونے لگے - تو آپ نے پھر فرمایا - کہ میں تم لوگوں کے خیالات معلوم کرکے بہت خوش ہوئی - مجھے کیا معلوم تھا - کہ بھوپال میں ایسے جواہر پوشیدہ ہیں + یہ بتاؤ کہ کب تک رہوگی - اور کسی دن میرے یہاں بھی آؤگی؟

مَیں نے عرض کیا - کہ ہمیں آنے میں کوئی عُذر نہیں ہے - لیکن پرسوں تو یہ منجھلی ہمشیرہ اپنے گھر حسوہ فتح پور جانے والی ہیں - اور اس کے بعد چھوٹی بہن شادی کے بعد اپنی ساس کے یہاں جارہی ہیں - چونکہ پہلی مرتبہ جارہی ہیں - ان کے کپڑوں وغیرہ کی تیاری میں ہم سب لگے ہوتے ہیں - اور شاید مارچ میں مَیں بھی علی گڈھ جاؤں - ان حالات میں کیسے وعدہ کریں + آپ مسکرائیں اور فرمایا - کہ بیشک جس کام کو نہ کرسکے اُس کا انسان وعدہ ہی نہ کرے + ہم ہندوستانی اس بات کا بہت کم لحاظ کرتے ہیں +

پھر میرے مضمونوں کے متعلق فرمایا - کہ وہ خوب ہوتے ہیں اور فرمایا کہ تم لکھا کرو - اور دونوں بہنوں سے فرمایا کہ تم بھی لکھا کرو + میں نے عرض کیا کہ منجھلی کو تو اپنے بچوں سے فرصت نہیں ہوتی - مگر چھوٹی ہمشیرہ کا میرے مضامین میں بہت سا حصّہ ہوتا ہے + آپ نے فرمایا کہ تم کو اپنے دماغوں کو خوب کام میں لانا چاہیئے - خوب مضمون لکھو اور تقریریں کرو +

اُسی وقت شہزادی بلجیم کلب کی

کی دوکانیں وغیرہ دیکھ کر آپ سے رخصت ہونے کو تشریف لائیں۔ اور اُس وقت وہ ہم سب سے بھی رخصت ہوئیں + ہم لوگ آنے لگے تو آپ نے آبرو بیگم صاحبہ کو اشارہ کیا۔ اور اُنھوں نے ہمیں پان الائچی دی۔ اور گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ جیسے شہزادی بلجیم کو رخصت کے وقت پہنائے تھے + پھر ہمارے ساتھ آپ بھی سوار ہونے کو اٹھ کھڑی ہوئیں اور دروازے تک مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوتی رہی + جب آپ موٹر پر سوار ہونے لگیں۔ تو ہم لوگوں سے ہاتھ ملایا اور ہمارے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر خدا حافظ کہا اور سوار ہوگئیں اور پھر ہم سوار ہوئے +

میرا دل آج تک اُس ملاقات کے سرور سے لطف حاصل کرتا تھا۔ مگر اب رہ رہ کر افسوس ہوتا ہے۔ کہ ایسی مہربان اور ہمدرد ہستی ہم لوگوں میں سے اُٹھ گئی + ہاں آپ نے دوران گفتگو میں اپنے یہاں کے اسکولوں کے متعلق مجھ سے استفسار فرمایا۔ کہ تم نے دیکھے اور تم نے اُن کو کیسا پایا؟ اور فرمایا کہ جیسے تم نے عبداللہ بیگم کے زنانہ کالج کے حالات لکھے تھے۔ ویسے ان کے بھی لکھو + میں نے عرض کیا۔ میں نے آپ کے یہاں کے اسکول نہیں دیکھے۔ اور نہ فی الحال اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے دیکھ سکتی ہوں + تو آپ نے مسکرا کر جواب دیا۔ کہ کیسی فرقہ نسواں کی حامی ہو کہ یہاں کی تعلیمی حالت کا بھی علم نہیں؟ اس پر میں نے کچھ مجبوریاں بیان کیں۔ تو فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ مگر اب جب کبھی فرصت ہو دیکھنا اور میرا کھولا ہوا نیا اسکول بھی دیکھو۔ جس میں میں خود دینیات پڑھاتی ہوں۔ اور اس میں اس وقت کم و بیش تین سو طالبات مجھ سے درس لیتی ہیں + ہم نے آپ کے مذہبی جذبے اور ایثار کی تعریف کی جس پر آپ نے مسکرا کر سر کو جنبش دی +

آخر میں دعا کرتی ہوں کہ خداوند عالم مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور حضور نواب صاحب بہادر بالقابہ کو اس صدمہ عظیم کے برداشت کی طاقت دے۔ اور علیا حضرت نواب دُلھن صاحبہ مدظلہا کو اور شہزادی صاحبات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور یہ معظمات اپنی بزرگ علیا حضرت مرحومہ مغفورہ کی شاندار روایات کو ہمیشہ تازہ رکھیں آمین +

ہر ہائی نس نواب سُلطان جہان بیگم صاحبہ

(از محترمہ زہرا بیگم فیضی صاحبہ بمبئی)

حضور ہرہائینس نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ سابق فرماں روائے بھوپال کی سوانح حیات داستان عبرت وحیرت ہے + اوائل زندگی میں آپ تکالیف و مصائب کا شکار بنی رہیں۔ ولیعہدی کا زمانہ بھی بڑا ہی کاہشوں کا زمانہ تھا۔ آخر جب حکومت کے اختیارات حاصل ہوئے۔ تب وہ تمام دبی ہوئی خوبیاں نظارہ افروز ہونی شروع ہوئیں۔ جو اللہ تعالےٰ نے آپ میں ودیعت فرمائی تھیں + تن تنہا ایسا زبردست بار اُٹھاکر اور ہر پہلو کو سمجھ کر قدم اُٹھانا اور دھرنا کچھ آسان بات نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے آپکے دل ودماغ کو روشن کردیا تھا۔ اس لئے اہم سے اہم باتوں کو بیدار مغزی سے طے کرتی ہوئی چلی گئیں + صنف ضعیف کی دستگیری اور علوم وفنون کی ترقی کا شوق آپ کو ہمیشہ بیتاب رکھتا تھا۔ آپ کا دور حکومت ناچار فرقہ کے واسطے سرچشمۂ فیض تھا + آپکا اخلاق متانت۔ بُردباری۔ صبر اور تحمل ایسے بے بہا اوصاف تھے۔ کہ جن کی نظیر میں تو اس زمانے میں کہیں نہیں دیکھتی ہوں +

درویش صفت باش وکلاہ تتری دار

یہ آپ پر عاید ہوتا ہے۔ سادگی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ انکساری اور تواضع داری کا مجسمہ تھیں۔ اور پابند صوم وصلوٰۃ تو ایسی کہ جس کو کھلے الفاظ میں دیندار کہہ سکتے ہیں +

چونکہ ہم لوگوں کو بارہا کئی کئی مہینوں تک آپ کے نزدیک رہنے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ اس لئے ہم آپ کے اوصاف پسندیدہ کو بخوبی جانتے ہیں + ہم آپ کی روزمرہ زندگی کو دیکھتے تھے۔ اور حیران ہوتے تھے۔ کہ ریاست کی پیچیدگیوں کو دُور کرتی ہوئی خانگی معاملات کو بھی کیسی خوش اسلوبی سے نباہ لیتی ہیں +

برابر روزانہ قصر سلطانی کے اور

راحت منزل کے درمیان صبح سویرے بعد از نماز و تلاوت قرآن پیدل چلی جاتی تھیں۔ اس کے بعد تسبیح خانے میں جا کر اشراق پڑھتی تھیں۔ اور اپنے لگائے ہوئے پودوں سے پھول توڑتی ہوئی ۸ بجے تک اپنے محل کو لوٹ آتی تھیں + اس وقت تک محل میں ہر طرف سے تلاوت قرآن کی آواز ضرور آتی رہتی تھی اور اس قدر اچھی معلوم ہوتی تھی کہ کیا بیان کروں + اشراق کی نماز کے بعد مالنوں کو باغ کے متعلق توجہ کی تاکید کرتیں اور اپنے ہاتھوں سے نقشے کھینچ کر حکم فرماتی تھیں۔ کہ اس جگہ یہ بنے اور اُس جگہ وہ بنے + دوسرے روز اپنے حکم کی تعمیل کی پُرسش کرتی تھیں + آپ نے عمدہ عمدہ رنگ برنگ کے گلاب تسبیح خانہ کے متصل بوئے تھے۔ ان میں ایسے لاجواب گلاب پیدا ہوتے تھے کہ بایدو شاید + اس جگہ کو گلستاں کے نام سے موسوم کیا تھا +

پھرتے پھراتے جب آپ محل واپس آجاتی تھیں۔ اس کے بعد اکثر اپنی پوتیوں کو ترجمہ پڑھاتی تھیں۔ اس کے بعد منشی حاضر ہوجاتے تھے۔ اور آپ معاملات ریاست کی طرف رجوع کرتی یا مختلف کتابوں کے ترجمے یا مسودے سُنتی تھیں + کھانا کھا کر کچہری کا کام پس پردہ کرتیں + اہلکاران ریاست حاضر ہوتے معاملات ریاست طے ہوتے تھے + ایک بجے نماز پڑھ کے کاڑھنے اور سینے پرونے کا شغل شروع ہوجاتا تھا۔ مالنوں کے ساتھ گملوں کی درستی میں تھوڑا وقت گزارتیں۔ پودے لگواتیں نقش کرتیں۔ اپنی پوتیوں کے کپڑے خط لگا کر قطع برید کرتیں اور کٹوا کے سلواتی تھیں + جمعہ کے دن بڑے شوق سے آپ کوئی ایک چیز خود پکاتیں اور اپنی بہو اور بچیوں کے ہاتھ سے بھی ایک آدھ چیز تیار کرواتی تھیں ٭

پانچ بجے اکثر موٹر میں سیر کو جاتیں اور ریاست کی درستی ملاحظہ فرماتی تھیں۔ مغرب کو واپس آکے نماز سے فراغت کر کے خاصے پر بیٹھ جاتیں + بہت ہی مختصر کھانے والی بی بی تھیں۔ پُر ذائقہ مگر سادہ کھانا آپ کے لئے خاص تیار ہوتا تھا وہ کھاتی تھیں۔ جب سے حج کر کے آئی تھیں۔ عربوں کے دستور کے مطابق نیچی گول میز پر خاصہ چنا جاتا تھا۔ اور اردگرد نیچے بیٹھ کر کھانا کھایا جاتا تھا + باہر سے جو بیبیاں مہمان یا صرف

ملنے کو آتیں - وہ خواہ کسی ہی قوم کی ہوتیں اُنہیں اپنے ساتھ کھانا کھلاتی تھیں +
رات کے کھانے کے بعد جب ہر طرح کی فرصت ہوتی - تو ایک دو گھنٹے مزے مزے کی باتوں میں گزرتے تھے - آپ کی پُر لطف باتیں کبھی نہ بھولینگی - دُنیا کے کونسے معاملے میں آپ کو درک نہ تھا - ہر بات میں ممتاز تھیں اور بڑے پختہ اور پُر لطف خیالات کا اظہار کرتی تھیں - ہم لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سُنتے رہتے تھے - ۱۲ بجے سوتیں اور اکثر ۵ بجے اُٹھ کھڑی ہوتی تھیں - دن کو بمشکل آرام کرتی تھیں +

آپ کا مطالعہ بہت وسیع اور حافظہ کمال کا تھا - باتیں ایسی پُر مذاق ہوتی تھیں - کہ سُننے والیوں کو محو کر دیتی تھیں + آیاتِ قرآنی مختلف اشعار اور لطیف موزوں مثالیں گفتگو کے درمیان شامل کر کے سامعین کے حظ کو دونا کر دیتیں - مختصر یہ کہ آپ کی صحبت کا لطف جس کسی نے اُٹھایا وہ اُسے کبھی فراموش نہیں ہو سکتا + ہر کام کا شوق اور ہر بات کا احساس تھا - آواز اور آنکھوں میں اس قدر عاجزی اور فروتنی تھی کہ سُننے اور دیکھنے والوں پر ضرور اثر پڑتا تھا +

آپ کے ہاتھوں کی کڑھی ہوئی چیزیں اور نقشی تصویریں - جو آپ فرصت کے وقت نہایت شوق سے تیّار کرتی تھیں مغرب و مشرق کے معزّزین کے پاس نہایت قدر و عزت سے رکھی ہوئی ہیں + آپ کی تصانیف سے تمام تعلیم یافتہ خواتین واقف ہیں - ہر شعبہ میں آپ نے کچھ نہ کچھ کمال پیدا کر لیا تھا + جب آپ کا سن و سال پچاس برس سے گزر چلا - تو آپ نے انگریزی میں بھی اتنی شُد بُد پیدا کر لی - کہ حکام وقت سے بات چیت کرنے میں ترجمان کی ضرورت سے بے نیاز ہوگئیں + یہ آپ نے اس واسطے کیا - کہ آپ ترجمان کی غلطیوں سے بہت بیزار رہتی تھیں - ترجمہ میں کچھ نہ کچھ بے ساختہ مطلب ادھر اُدھر ہو جاتا تھا + تحصیل علم کے بعد جب آپ کے نور نظر چیف سکرٹری کا کام کرنے لگے - تب بیشک آپکو بہت کچھ آسانی ہوگئی تھی +

دلخراش خاندانی حادثوں نے سرکار کی کمر ہمت توڑ دی تھی - دونوں صاحبزادوں کی جدائی کے بعد سرکار بے حد نڈھال اور خاموش ہوگئی تھیں - ہمیشہ یہ معلوم ہوتا - کہ کسی فکر اور سوچ میں غرق

ہیں۔ دُنیا کے کاروبار میں آپ کے لئے کوئی لطف نہیں رہا۔ بلکہ زندگی ایک بارِگراں بن گئی ہے + جب آپ نے اپنا جانشین قائم کر دیا۔ اور اس کے متعلق اطمینان حاصل ہو گیا تو اسکے بعد ریاست کے کام سے سبکدوش ہوگئیں آپ کی ہمیشہ یہی دعا تھی کہ ان ہی کے ہاتھوں آخری منزل پہنچائی جاؤں + اللہ نے آپ کی دُعا سُن لی اور ایسا ہی ہوا +

صبح ۱۲ رمئی کے اخبار سے معلوم ہوا کہ ۱۱ رمئی کو آپ کا آپریشن ہوا۔ اور کامیاب رہا۔ ۱۲ رمئی کی شام کو یہ دردناک خبر پہنچی کہ آپ پونے بارہ بجے دوپہر کو جاں بحق ہوئیں۔ ہوش حواس آخری دم تک قائم رہے۔ اور اپنے صاحبزادے کو دعائیں دیتی ہوئی الوداع کہہ گئیں۔ اللہ مغفرت کرے۔ + یہ بات جاننے کے بعد سخت پریشانی ہو گئی۔ اور سخت صدمہ گزرا + بجز اسکے کیا باقی تھا۔ کہ جو مراسم سرکار سے ہمارے تھے۔ وہ ہمیں پس ماندگوں سے تعزیت کے لئے بھوپال لے جائیں + ۱۳ رمئی کو روانہ ہو کر ہم ۱۴ کو بھوپال پہنچے + سب سے پہلے سرکار کے مزار پر گئے۔

آہ اس مٹی کے ڈھیر کو دیکھ کر دل پر بڑا صدمہ گزرا۔ آپکی وصیت کے مطابق آپ کو احمد آباد کے باغ میں پیر صاحب کے مزار کے متصل دفن کیا ہے۔ آپکی قبر پر ہری دُوب بوئی ہے۔ شامیانہ لگا ہوا ہے۔ پہرہ دار پہرہ کر رہے ہیں حافظ قرآن پڑھ کے بخش رہے ہیں + یہ تمام نظارہ اس قدر دل ہلا دینے والا تھا۔ کہ سنبھلنا مشکل تھا + فاتحہ پڑھ کے متاثرہ دل سے قصر سلطانی پر چلے۔ ہر ہائینس بیگم صاحبہ اور متعلقین کو تعزیت دی۔ محل میں داخل ہوتے ہی ایک عجیب سماں آنکھوں میں پھر گیا۔ وہی محل تھا اور وہی مجمع۔ مگر ایک ایسی ذات کہ جس کے دم سے سب کچھ تھا اُسکے نہ ہونے سے درو دیوار پر وحشت برس رہی تھی۔ آپکی نشست خالی دیکھ کر گزشتہ صحبتیں آنکھوں میں پھر گئیں۔ زمانے کے تغیر و تبدل پر افسوس کے آنسو بہائے + آپکے لئے بیگمات پڑھ پڑھ کے بخش رہی تھیں ہم بھی اُس میں شریک ہو گئے۔ سیکڑوں حافظ تمام دن پڑھتے ہیں اور بخشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپکی تربت عنبرین کرے اور بہشت بریں آپ کا مقام ہو۔ آمین +

فرض تعزیت ادا کر کے ۱۶ رمئی کو ہم واپس آ گئے +

علیا حضرت سرکار عالیہ فردوس آشیان کے ساتھ رعایائے بھوپال کی شیفتگی کا آخری مظاہرہ

(از جناب محمود الحسن صدیقی صاحب چیف اڈیٹر ظل السلطان بھوپال)

کتنا دل دوز اور جاں گسل نظارہ تھا۔ جب کہ رعایائے بھوپال ہزاروں کی تعداد میں جوق درجوق قصر سلطانی کی طرف جا رہی تھی۔ تاکہ اپنے محبوب سابق فرمانروا بلکہ اپنی شفیق ماں کے آخری جلوس میں شرکت کرے + فردوس آشیان ۱۲ مئی ۱۹۳۰ء کو ۱۰½ بجے دن کے عالم جاودانی کو مراجعت کر چکی تھیں۔ اس وحشت ناک اور الم انگیز خبر کے شہر میں شائع ہوتے ہوتے چند گھنٹے لگ گئے + جس نے جیسے ہی یہ خبر سُنی۔ وُہ اُسی حالت میں پیادہ پا محل کی جانب روانہ ہوگیا + تین بجے تک بڑا عظیم الشان اژدہام قصر سلطانی کے سامنے کرکیٹ گراونڈ میں جمع ہوگیا + گرمی۔ لُو اور تمازت آفتاب کی نہایت شدت تھی لیکن انتہائے تاثر میں لوگوں کو اِس کی پروا بھی نہ تھی +

میدان میں مختلف مقامات پر برف کے پانی اور وضو کے لئے بمتونیا اور پانی کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور رنج و الم میں ڈوبی ہوئی رعایا سیماب وار اپنی مادر مشفقہ کے جنازے کی منتظر تھی + محل کے قریب ہی مسجد کے ایک حصے میں فردوس آشیان کی قبر کے لئے جگہ معین کی گئی تھی۔ اور غالباً سرکار فردوس آشیان کی وصیت کے مطابق یہ انتخاب عمل میں آیا تھا + محل سے قبر تک کا فاصلہ بمشکل دو فرلانگ تھا اس لئے تمام لوگوں کے لئے جنازے میں کاندھا دینا ناممکن تھا + اگر پولیس کا نظم نہ قائم کیا جاتا۔ تو مجمع کے جوش عقیدت و محبت کو دیکھتے ہوئے احتمال تھا کہ مبادا جنازے کی اس ہنگامے میں بے احترامی ہوجائے +

تقریباً ۵ بجے محل سے جنازہ برآمد ہوا۔ سڑک کے دونوں جانب پولیس اور ملیٹری کی قطاریں تھیں + ہزاروں نفوس کے مجمع پر ایک سکوت کا عالم طاری ہوگیا۔ ہر آنکھ آنسوؤں سے ڈبڈبا آئی۔ فردوس آشیان کا جنازہ محل سے آہستہ آہستہ آرہا تھا۔

اعلیٰحضرت افتخار الملک بہادر فرمانروائے بھوپال اور آپکے برادرزادگان نواب زادہ سعید الظفر خاں اور رشید الظفر خاں بالتقام اور کرنل اقبال محمد خاں صاحب جنازے کو اپنے کاندھوں پر اُٹھائے ہُوئے تھے + اعلیٰحضرت کے چہرے سے باوجود امکانی صبر و استقلال کے انتہائی حزن و ملال ظاہر ہو رہا تھا + جنازے کے ساتھ ایک مختصر سا جلوس تھا۔ جس میں خاندان ریاست کے تمام افراد اور سول و ملٹری کے اعلےٰ عہدے داران ایک پُر اثر سکوت اور وقار کے عالم میں نہایت آہستہ آہستہ چل رہے تھے +

جنازے کے سامنے آتے ہی مجمع فرط محبت سے بے قرار ہوگیا۔ اور پولیس کو نظم قائم رکھنے میں بڑی دشواری پیش آئی + راستے کے وسط میں آکر جنازہ رکھ دیا گیا۔ اور تمام حاضرین نے جن کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں ہو سکا لیکن جو آٹھ دس ہزار سے کم نہ تھے۔ نماز جنازہ باصد خضوع اور خشوع ادا کی۔ اور اگر وقت میں کچھ اَور وسعت ہوتی۔ تو یہ تعداد یقیناً چوگنی ہو جاتی۔ اور ایک متنفس بھی ایسا نہ رہتا۔ جو فردوس آشیاں کے آخری مراسم میں شریک نہ ہوتا +

جلوس اسی انداز میں قبر تک پہنچ گیا۔ اور تدفین کے آخری مراسم ادا کیے گئے۔ فردوس آشیاں کے سپرد خاک کر دینے کے بعد عام آزادی تھی کہ جو چاہے وہ فاتحہ میں شریک ہو جائے۔ اور مٹی دینے کی مذہبی رسم ادا کر سکے + یہ آخری اور سب سے زیادہ الم ناک منظر تھا جبکہ ہر متنفس باچشم گریاں ایک دوسرے پر مٹی دینے میں پیش قدمی کرتا تھا +

ہر انسانی ہستی اس دُنیائے عمل میں ایک محدود عرصے کے لئے بھیجی جاتی ہے۔ وہ اپنی زندگی گزار کر رخصت ہو جاتی ہے + اس عالمگیر اصول سے کوئی ذی روح ہستی مستثنیٰ نہیں۔ لیکن ان ہی میں سے بعض وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں۔ جو حیات کی محدود مدّت تو ختم کر دیتی ہیں۔ اور بظاہر اس دنیا میں باقی نہیں رہتیں۔ لیکن اپنے بعد اپنے کارناموں اور نوع انسان کے لئے اپنی خدمات کا ایسا لافانی ذخیرہ چھوڑ جاتی ہیں۔ جو کبھی فنا نہیں ہوتا + حیات جاودانی اسی کا نام ہے۔ اور کوئی شبہہ نہیں۔ کہ سرکار عالیہ فردوس آشیاں کو بھی یہ ہی حیات جاودانی حاصل ہے۔

سہ

"تمہیں کہتا ہے مُردہ کون تم زندوں کی زندہ ہو
تمہاری نیکیاں زندہ تمہاری خوبیاں باقی"

قصیدۂ وفات حسرت آیات ہر ہائینس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ

یہ قصیدہ مسز منیر الزماں صاحبہ سکریٹری انجمن خواتین اسلام نے لکھا
اور ان کی بہو مسز خلیل الزماں نے ماتمی جلسے میں پڑھ کر سنایا



تھا لقب مشہور جن کا خلق میں راحت رساں　　ذات والا جن کی تھی صدہا دلوں پر حکمراں
سیکڑوں اوصاف تھے جس طبع عالی میں نہاں　　سچ تو یہ ہے تھیں حقیقت میں وہ سلطان جہاں

دستگیری کی ہماری بیگم بھوپال نے
راستہ ہم کو بتایا اس بلند اقبال نے

بوستاں اُجڑا ہوا آباد اُس نے کر دیا　　عندلیب زار کو آزاد اُس نے کر دیا
ختم سارا قصۂ بیداد اُس نے کر دیا　　قلب مجروح ستم کو شاد اُس نے کر دیا

کی حمایت اُس نے صنف بیکس و مظلوم کی
آبرو یعنی بچالی اُمتِ مرحوم کی

خضر رہ بن کر ہماری رہنمائی اُس نے کی　　بے نوایان جہاں کی ہمنوائی اُس نے کی
بڑھ کے عیسےٰ کی طرح معجز نمائی اُس نے کی　　ڈوبتی کشتی کی اپنی ناخدائی اُس نے کی

طبقۂ نسواں میں پھونکی روح اس پُرجوش نے
غایت ہستی کو سمجھایا اسی ذی ہوش نے

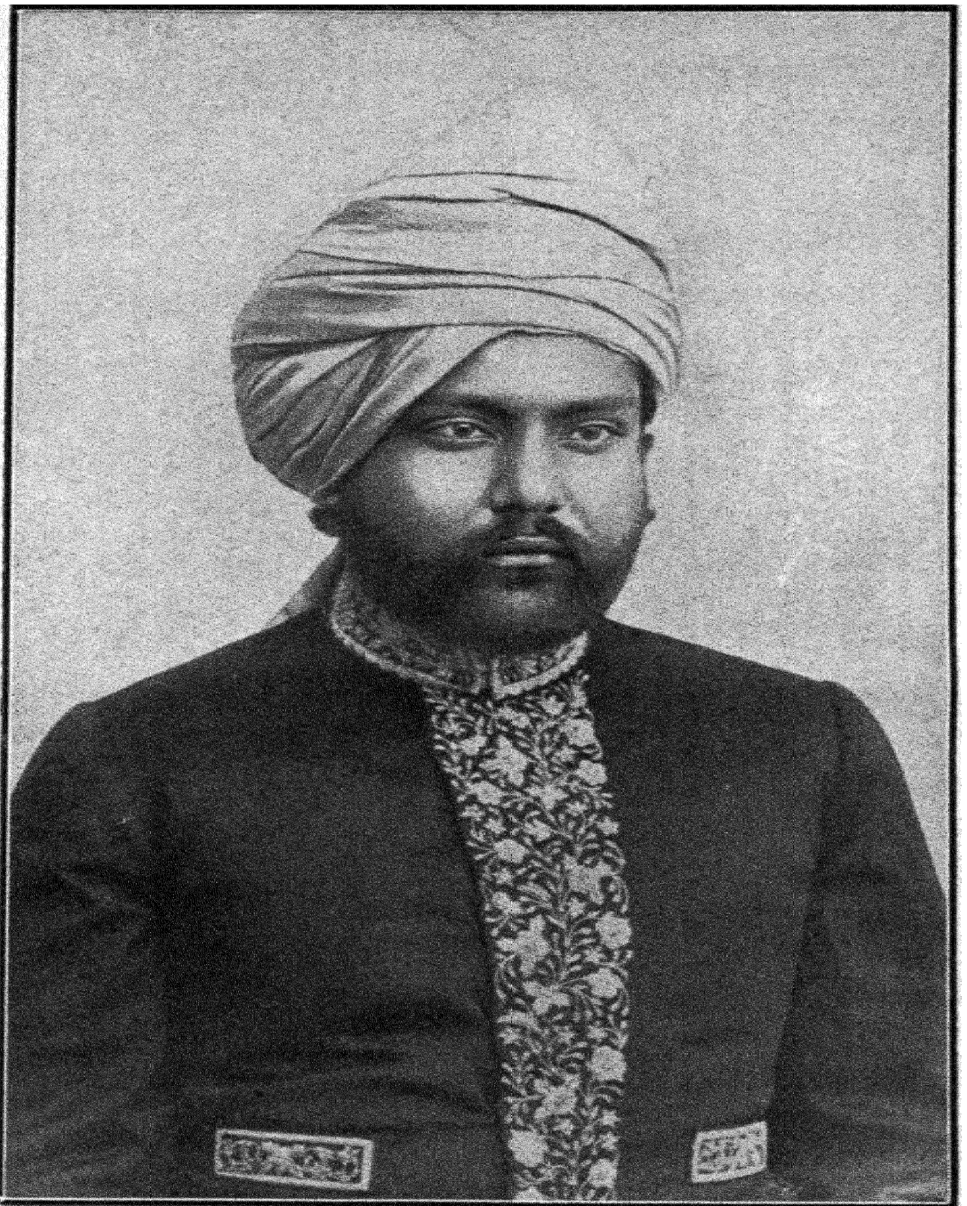
رہنمائے صنف نازک رہبر گم گشتگاں　　عاشق ایمان و ملت قوم پرور مہرباں
حامئے تعلیم نسواں دستگیر بیکساں　　جن کے فیض عام سے معمور تھا سارا جہاں

گلشن اُمید میں بو کر ترقی کا نہال
کر دیا ممکن جسے ہم سب سمجھتے تھے محال

رات دن بہبود نسواں کا رہتا تھا خیال　　قوم پر قربان تھے آرام راحت ملک و مال
ملک پرور۔ قوم پرور۔ خوش خیال و خوش خصال　　عورتوں میں بے بدل تھیں والیوں میں بے مثال

چل بسیں دُنیا سے وہ دُنیا کو روتا چھوڑ کر
ابر غم چھایا ہوا ہے قوم کے ہر فرد پر

(مرسلہ اختر محمد احمد)



نواب نصراللہ خان مرحوم



صاحبزادہ کرنیل عبیداللہ خان مرحوم



صاحبزادی بلقیس جہان بیگم مرحوم



صاحبزادی آصف جہان بیگم مرحوم

سرکارِ عالیہ

(از محترمہ عطیہ بیگم فیضی صاحبہ بمبئی)



عرصہ ہوا۔ جب سرکار عالیہ حضور بیگم صاحبہ بھوپال پہلے پہل بمبئی تشریف لائیں۔ تو اُس وقت پہلی مرتبہ مجھے ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس موقع پر پہلا سوال جو انہوں نے مجھ سے کیا۔ وہ میرے مذہبی عقائد کے متعلق تھا۔ آپ نے فرمایا "تم سُنّی ہو یا شیعہ؟"

میں نے کہا "بچپن سے میری والدہ محترمہ مجھے مذہبی بحثوں سے الگ رہنے کی تلقین کرتی رہی ہیں۔ میں "لا اِلٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ" پر ایمان رکھتی ہوں"۔ میرا یہ جواب سُن کر آپ مسکرانے لگیں۔ پھر آپ نے قرآنِ کریم کی بعض آیات کا حوالہ دے کر اسلام کے احکام کی تشریح فرمائی +

اس کے بعد تعلیم کا ذکر چھڑا۔ تو میں نے کہا "عورتوں کو تعلیم دینا نہایت ضروری امر ہے۔ کیونکہ قوم کی فلاح و بہبود کا انحصار تمام تر تعلیم یافتہ ماؤں پر ہے۔ عورتوں کی یونیورسٹیوں کی بنیاد قومی اور قدیمی روایات پر رکھنی چاہیئے وغیرہ وغیرہ"+ آپ نے مجھے بھوپال آنے کی دعوت دی +

میں اکثر بھوپال آیا جایا کرتی تھی۔ ان برگزیدہ خاتون سے میرا میل جول بے حد بڑھ گیا۔ وہ مجھ سے خاص شفقت و عنایت سے پیش آتی تھیں + وہ بیحد ملائم طبع۔ ہمدرد اور نسائیت کا مجسمہ تھیں۔ زندہ دل۔ بذلہ سنج۔ اور مشرقی علوم و آداب شرعیہ کی ماہر + طرز معاشرت میں اس قدر سادگی سے کام لیتی تھیں۔ کہ وہ سادگی حدِ اعتدال سے تجاوز کرنے لگتی تھی + خوراک اور لباس میں نمود و نمائش سے سخت متنفر تھیں۔ میں اکثر ہنسی ہنسی میں ان سے کہا کرتی "یور ہائی نس کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھنے سے ہم لوگ ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں کیونکہ آپ کے دسترخوان پر جو کھانا آتا ہے۔ وہ ویسا شاہانہ تکلف کا نہیں ہوتا۔ جیسا حضور اپنے مہمانوں کے لئے الگ تیار کرواتی ہیں" +

جب آپ نے سُنا۔ کہ ہر ہائینس نازلی بیگم صاحبہ آف جنجیرہ نے نواب جنجیرہ کے خاندان کی لڑکیوں کے لئے محل کے قریب ایک اسکول کھولا ہے۔ تو آپ نے بھی احمد آباد پیلس میں شاہی خاندان کی لڑکیوں کے لئے ایک اسکول کھول دیا +

جب مرود (جنجیرہ) میں خواتین کے لئے "بزم اتحاد" کا افتتاح ہوا۔ تو آپ نے مجھ سے اِس بزم کے قواعد و مقاصد دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور بھوپال میں بھی ایک "لیڈیز کلب" قائم کر دی + آپ میں یہ نہایت اچھی عادت تھی۔ کہ جہاں کہیں کوئی مفید بات دیکھتی تھیں۔ جھٹ اُسے اپنے ہاں بھی رائج کر لیتی تھیں +

لیڈی منٹو کے بھوپال تشریف لانے پر میں نے عام تقریبات میں حصہ لینے میں کچھ پس و پیش کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ تم "ہراول" ہو۔ تمہیں ریاست کی تمام تقریبوں میں پیش پیش رہنا چاہیئے +

علیا حضرت اکثر اعتراف کیا کرتی تھیں۔ کہ ان کے دل میں سیر و سیاحت کا شوق میرا مضمون "سفر یورپ" پڑھ کر پیدا ہوا۔ جو تہذیب نسواں میں شائع ہوا تھا + میرے لباس میں کرامت اور بنت کے پر تکلف کام اور چمکتے ہوئے جواہرات میں آپ بہت دلچسپی لیتی تھیں۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ خلد مکانی کی ایک پوری پوشاک مجھے عطا فرمائی۔ جس پر تمام کارچوبی کام بنا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم ہندوستانی بنت کے کام سے بہت دل بستگی رکھتی ہو۔ اس لئے میں یہ تمہاری نذر کرتی ہوں +

اس کے ساتھ ہی آپ نے مجھے کندن کے گوشواروں کی ایک قدیمی جوڑی بھی عنایت فرمائی + مجھے آج کل کے جواہرات اور بدیشی کپڑوں سے جو نفرت ہے۔ آپ اُسے جانتی تھیں +

علیا حضرت ایک سرگرم کارکن خاتون تھیں۔ علی الصباح جب محل میں ہر طرف سے تلاوت قرآن مجید کی مقدس آوازیں کان میں پڑتیں۔ آپ ریاست کے کاغذات کا ایک انبار سامنے رکھے کام میں مشغول نظر آتی تھیں۔ آپ ایک ایک کر کے تمام کاغذات پڑھا کرتیں اور ایک لفظ بھی نظر انداز نہ کرتی تھیں +

طلوع آفتاب سے پہلے آپ باغ میں چہل قدمی کرنے چلی جاتیں۔ جہاں ہزاروں خوش رنگ چٹکی ہوئی کلیاں اپنے معصوم تبسم سے آپ کا خیر مقدم کرتیں + آپ باغ کی کسی نشست پر بیٹھ کر ایسی بے تکلفی سے باتیں کرتیں۔ ہنستیں۔ کہ مخاطب ان کے بلند مرتبے اور

ممتاز شخصیت کو بھول جاتا ۔

آپ پکنک کی بڑی دلدادہ تھیں گاہ گاہ ہم لوگوں کو ساتھ لے کر مختلف باغوں میں جاتیں ۔ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتیں ۔ اور کسی سبک خرام ندی کے کنارے اسے تناول فرماتی تھیں ۔

علیا حضرت اس صدی کی جلیل القدر ہستی اور دنیا کی عظیم ترین مسلم خاتون تھیں ۔ آپ کو ہر شخص دل سے چاہتا اور دعائیں دیتا تھا ۔ خدا انکی مبارک روح کو غریق رحمت کرے آمین ۔

مسلم خواتین کی ترقی کے لئے آپکے دل میں جو جذبہ کارفرما تھا ۔ تاریخ میں وہ ہمیشہ یادگار رہیگا ۔ وہ لوگ جو اشاعت تعلیم میں ذرا بھی دلچسپی لیتے تھے ۔ اُن کے لئے آپ کے عطیے اور بخششیں بے پایاں تھیں ۔

کچھ عرصہ ہوا ۔ میں نے ہر ہائینس کو لکھا تھا ۔ کہ میری زندگی کی سب سے بڑی تمنا "صالحات امیرہ" کے قائم ہونے سے پوری ہوگئی ہے ۔ اب میں چاہتی ہوں ۔ کہ اگر حضور بیگم صاحبہ پچاس ہزار روپے کی رقم صرف کرنا منظور فرمالیں تو میں اس ادارے کو اتنا وسیع کردوں ۔ کہ اس کا شمار مشرق کے عمدہ ترین اداروں میں ہونے لگے ۔ اس ادارے کا نام علیا حضرت کے نام پہ رکھا جائیگا ۔ اور یہاں مسلم خواتین نہایت اعلےٰ ترین دینی اور معاشرتی تعلیم حاصل کیا کرینگی ۔

افسوس میری یہ خواہش دل ہی میں رہ گئی ۔ کیونکہ آپ کی صحت میں یکایک ایک فوری تغیر ہوا ۔ جو بہت مہلک ثابت ہوا ۔ لیکن میرے دل میں یہ تمنا اب بھی اسی طرح موجزن ہے ۔ میں ہندوستان کے تمام مسلمانوں سے اپیل کرتی ہوں ۔ کہ وہ اس عظیم الشان ادارے کو قائم کرنے میں مجھے مدد دیں ۔ جو میری دیرینہ آرزو ہے ۔ اس ادارے کا نام حضور بیگم صاحبہ کی روح پُرنور کے ساتھ وابستہ ہوگا ۔

علیا حضرت کی وہ شاندار خدمات جو انہوں نے تعلیم نسوان اور اسلام کے لئے انجام دی ہیں ۔ ہم پر احسان عظیم ہیں ۔ ان بیش بہا خدمات کے صلے میں زیادہ سے زیادہ ہم جو کر سکتے ہیں وہ یہ ہے ۔ کہ ہم اُن اصولوں پر کاربند ہوں ۔ جنہیں حضور اپنی زندگی میں پسند فرماتی تھیں ۔

آپ سے میری یہ اپیل ہے کہ "صالحات امیرہ" کو وسیع کرکے "سلطان جہاں ماڈل ۔ کلچرل انڈسٹریل اینڈ ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوشن" بنا دیا جائے ۔ پچاس ہزار کوئی بڑی رقم نہیں ہے ۔ کیا مسلمان میری اس اپیل کی طرف توجہ کرینگے ۔ جو ایک محبوب ترین بیگم کی مقدس روح کی یاد ہمیشہ تازہ رکھنے کیلئے انہیں دل و جان سے عزیز ہونی چاہئیے ۔ میرا "صالحات امیرہ" اور تمام ذاتی ذرائع اس کام کے لئے وقف ہیں ۔

بیگم صاحبہ بھوپال خلد آشیان

(از محترمہ سردار محمدی بیگم صاحبہ بنت مرحوم نواب آف وائی)



ابھی یہ خبر پڑھی ہی گئی تھی کہ عید الضحےٰ کی ادائے نماز کے لئے اہل بمبئی نے ہز ہائینس نواب حمید اللہ خاں صاحب والئے بھوپال کو بمبئی آنے کی دعوت دی ہے۔ اور آپ نے تشریف لانے کا وعدہ بھی کر لیا ہے۔ چنانچہ اہل بمبئی آپ کے استقبال کی تیاریاں کر رہے ہیں کہ دفعتہً آپ کی طرف سے یہ اطلاع آگئی۔ کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ بیگم صاحبہ بھوپال کی علالت کے باعث اور آپریشن کی تجویز کے سبب بمبئی آنے سے قاصر ہیں ٭ اس اطلاع کے دوسرے تیسرے ہی دن یہ وحشت اثر خبر آگئی۔ کہ گیارہ مئی کو آپریشن ہوا اور بارہ مئی کو دوپہر کے وقت بیگم صاحبہ سابق فرمانروائے بھوپال کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٭ یہ اندوہناک خبر ملتے ہی سکتہ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ کہ ملک وقوم اور خاص کر طبقہ اناث کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے ٭ آپ کا وجود نہ صرف ریاست اور اہل ریاست کے لئے ہی موجب رحمت تھا۔ بلکہ ملک وقوم کے لئے بھی باعث صد ہزار فلاح تھا ٭ آپ نے جہاں اپنی ریاست واہلِ ریاست کے لئے ترقی و بہبود کے بہت سے اصلاحی امور نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ وہاں ریاست کے باہر بھی ملک وقوم کے لئے اپنی علم دوستی کا ثبوت نہایت فراخ حوصلگی سے دیا ٭ ملک میں مفت لازمی تعلیم کی ابتدا آپ ہی کی ذات سے وجود میں آئی ٭ مذہبی اور مغربی تعلیم کی درسگاہوں اور انجمنوں کو بطور سالانہ امداد تقریباً پچاس ہزار روپیہ ادا کرتی رہیں۔ علیگڈھ یونیورسٹی کے لئے پونے تین لاکھ کا گراں قدر عطیہ مرحمت فرمایا ٭

طبقۂ نسوان پر جو احسانات آپ کے ہیں۔ اُس کا ثبوت آپ کی تالیف و تصنیف کے علاوہ بھوپال کا زنانہ عدیم النظیر مدرسہ جس میں علوم وفنون

کی تعلیم دی جاتی ہے اور زنانہ کلب کافی ہیں + اخبار تہذیب نسواں کی بھی محض حامیِ نسواں اخبار ہونے کی وجہ سے آپ معقول مالی سرپرستی فرماتی رہیں۔ غرض ملک وقوم کے سود و بہبود اور نسوانی تحریکات و ہمدرد نسواں افراد کی آپ نے ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی۔ جس سے ملک۔ قوم اور طبقۂ اناث کے دلوں میں آپ کی بابرکت ذات سے ایک قسم کا انس تھا +

گو مرحومہ مغفورہ اپنی عمر طبعی کو پہنچیں اور تہتر ویں سال میں آپ کا انتقال ہوا۔ مگر ایسے وجود کے لئے قوم کی دُعا ئیں صد وسی سال کے لئے ہوا کرتی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی خدائی انتظام کے مطابق لایستاخرون ساعۃً ولا یستقدمون ہی میں دینی و دنیوی مصالح مضمر ہوا کرتے ہیں۔ اور کسی انسان کو اس میں دم مارنے کی گنجائش نہیں ہوتی + تاہم جہاں آپ کی موت کی اندوہناک خبر نہایت رنج دہ ہے۔ وہاں یہ امر اطمینان بخش بھی ہے۔ کہ آپ کی موت باوجود ایک والئے ریاست ہونے کے نہایت سکون و اطمینان قلب کے ساتھ واقع ہوئی۔ خاص کر اس اعتبار سے کہ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنی

ریاست کا معاملہ شرعی طریق پر اپنے جائز وارث کی طرف منتقل کر دینے میں کامل کامیابی حاصل کر لی تھی +

مرحومہ کی یہ کوشش کچھ معمولی کوشش نہ تھی۔ کیونکہ باوجود ابتدائی عہد انگریزی کے مواعید اور ۱۸۵۸ء کے اعلان ملکہ وکٹوریہ اور ۱۸۶۲ء میں لارڈ کیننگ کے رؤسا کو تیقن دلانے کے کہ "مسلمانوں کے شرعی وارث اور ہندوؤں کے ہاں کے متبنّے قبول کر لئے جائینگے"۔ ہندوستان کے اعلےٰ حکام انگریزی قانون کے مقابلے میں ان وعدوں کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے + لیکن مرحومہ نے زر کثیر خرچ کر کے اور ۱۹۲۵ء میں انگلستان جا کر یہ وعدہ منوا کر ہی چھوڑا + انگریزی قانون کے مطابق ریاست کا حق سابق مرحوم ولی عہد کے صاحبزادے کی طرف جاتا تھا۔ حالانکہ شرعی طریق پر وہ محروم الارث تھے۔ شرع کی رو سے جائز وارث آپ کے چھوٹے صاحبزادے نواب حمید اللہ خاں صاحب تھے۔ چنانچہ آپ نے ان کا حق ان کو دلوا دیا۔ آپ کی یہ کامیابی بہت بڑی کامیابی تھی جس سے آپ نے اطمینان حاصل کر لیا +

علاوہ ازیں آپ کی موت اطمینان کی اس لئے بھی کہی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ

نے آپ کو ۱۹۲۵ء سے آج تک اپنی آنکھوں سے یہ دیکھنے کا موقع عطا فرمایا کہ آپ کا قائم مقام آپ کے حسب دلخواہ اور لائق ہے اور آپ کے مطمع نظر کو رعایا اور حکومت ہند سے تعلقات قائم کرنے میں برقرار رکھ سکتا ہے +

ان دنیوی اہم امور کے علاوہ دینی نظر سے بھی آپ کی موت مطمئن خیال کی جاسکتی ہے + آپ کی عبادت گزاری - وسیع الاخلاقی - رعایا پروری - رحم دلی اور علم دوستی قابل نمونہ تھی + پردے کے متعلق آپ کا طرز عمل کبھی قابل اعتراض نہ ہوا + گو دور دراز ممالک کی سیر و سیاحت کی - بڑے بڑے درباروں میں شرکت فرمائی - بڑے بڑے علما و فضلا سے تبادلۂ خیالات کیا - نہایت اہم معاملات پر بحثیں ہوا کیں - مگر اسلامی پردہ ہمیشہ قائم رکھا - سفر و سیاحت میں - دربار و جلسوں میں جہاں جہاں آپ کو غیر مردوں سے میل جول کے مواقع پیش آئے - آپکے صاحبزادے بالکل آپ کے پاس رہتے تھے + آپ دستانوں کے ساتھ غیر مردوں سے مصافحہ کرتیں اور مروجہ برقعہ کے ساتھ نہایت دلیری سے بات چیت کر لیتی تھیں +

اَوْر باتوں کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اہل یورپ کے دلوں میں آپ کی بہت وقعت و عظمت تھی + یہی طرز عمل آپ نے اپنے یہاں کی درسگاہوں میں بھی رکھا - جو اسلامی پردے کا اصل مقصد ہے - کہ نامناسب اختلاط سے احتراز ملحوظ ہو + اس سے صاف ظاہر ہے کہ ملکہ ثریا کے سے طرز سے آپ کا طریق عمل کوسوں دور رہا - حالانکہ آپ بھی فرمانروا تھیں - اور آجکل کی فضائے ہند میں مغربی مواد بھی موجود تھا + اگر آپ پردے کو خیرباد کہتیں - یا پردے کو مانع ترقی قرار دیتیں - تو الناس علےٰ دین ملوکھم پر فوراً عمل ہو جاتا - مگر بیگم صاحبہ جنت مکانی نے اسی وجہ سے بیحد احتیاط سے کام لیا - علےٰ ہذا دینی امور میں بھی فریضۂ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مبارک سے آپ کی ذات مشرف تھی +

آپ کی دینی و دنیوی کامیابی کی دلیل اس سے بڑھ کر اَوْر کیا ہو سکتی ہے - کہ آپ کے آخری الفاظ جو آپ نے اپنے اکلوتے نور نظر و قائم مقام فرزند نواب حمید اللہ خاں صاحب کو مخاطب کر کے فرمائے - باوجود علالت کی الجھن اور آپریشن کے شکنجے میں گرفتار ہونے کے کیسا اطمینان و سکون لئے ہوئے تھے - کہ "اب ہم اس دنیا سے جاتے ہیں - اور تمہیں خدائے برتر و بالا کے سپرد کرتے ہیں" +

میری معزز بہن محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی

جن کا گہرا دوستانہ تعلق مرحومہ موصوفہ سے تھا۔ آپ کے اوصاف حمیدہ کے ذکر کے ساتھ مجھے آپ کے شرف باریابی کی ترغیب دیتی رہیں۔ چنانچہ مجھے آپ سے ملنے کی از حد آرزو تھی۔ مگر "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا۔ اور ۱۴ ارمئی کو آپ کی وفات حسرت آیات کی روح فرسا خبر نے بے حد رنج وصدمہ پہنچایا۔ جو سب کے لئے ایک دن یقینی امر ہے۔ خیر ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ۔ کل ہماری باری ہے

یہ خبر ملتے ہی نہایت رنج کے ساتھ دلی جذبہ نے مرحومہ مغفورہ کے لئے قرآن خوانی پر آمادہ کیا۔ اور فوراً ۱۴ ارمئی کو بعد ظہر اپنے حلقۂ اثر میں اطلاع کر کے مرد و زن کی الگ الگ محافل منعقد کرا کے قرآن خوانی کرائی گئی۔ اور فاتحہ خوانی و دعاے مغفرت کے بعد حاضرین کی شربت سے تواضع کی گئی + قومی بہنوں سے عموماً اور تہذیبی بہنوں سے خصوصاً میری یہی استدعا ہے کہ قومی وجنسی فلاح و بہبود کی جد وجہد کی قدر دانی میں اپنی محسنہ مرحومہ سے اپنی دلی محبت کا ثبوت اب اس طریق پر ادا کیا جاے۔ کہ آپ کے حق میں قرآن خوانی کر کے دعاے مغفرت کی جاے۔ ملک و قوم کی طرف سے آپ کی یادگار قائم کرنے کی کوشش آیندہ چل کر ہو۔ مگر یہ فوری عمل ہے۔ امید کہ میری اس استدعا کو بہنیں قبول فرما کر اپنے اپنے ہاں قرآن خوانی اور مرحومہ موصوفہ کے لئے دعاے مغفرت کرینگی۔ تاکہ آپ کی زندگی کے کارہاے نمایاں کی داد اس طرح عملی ثبوت میں پیش ہو سکے۔ جو مرحومہ خلد آشیان نے اپنی زندگی میں بہت کچھ کر رکھے ہیں۔ اور جس کے فیض سے مسلم قوم ہمیشہ سیراب ہوا کرے گی +

اب اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتی ہوں کہ خداے جل و علا مرحومہ کو اعلےٰ علیین میں جگہ مرحمت فرمائے اور پس ماندوں کو صبر جمیل کے ساتھ آپکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین +

علیاحضرت بیگم صاحبہ بھوپال آنجہانی

(از محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل اڈیٹر شریف بی بی انسپکٹرس اُردو مدارس بمبئی)



۱۲ مئی کا دن بھی کیسا منحوس اور کس قدر اندوہ افزا دن تھا جبکہ ہندوستان کے مسلم فرقۂ نسوان کی سچی مددگار اور مخلص ہمدرد علیاحضرت نواب سلطان جہان بیگم سابق فرمانروائے بھوپال کا روح قفس عنصری سے پرواز کرکے اپنے اصلی اور حقیقی جائے قیام پر پہنچ گیا + حضور ممدوحہ کی سی جلیل القدر ہستی اگر ہندوستان کے ایک سرے سے کیا دوسرے سرے پر نگاہ ڈالی جائے تو دوسری نظر نہیں آتی + فرقۂ نسوان کے ساتھ جس قدر ہمدردی اس سیر چشم اور فیاض حکمرانہ کو تھی اس کی نظیر ملنی مشکل ہے + تعلیم نسواں کی ترقی میں جس طرح سے ممدوحہ نے کوشش کی ہے۔ اور اپنے سارے عرصۂ حکمرانی میں جس طریقہ سے سارے ہندوستان میں جابجا مسلمانوں میں تعلیم نسواں کی ترقی کے لئے دامے درمے قلمے سخنے امداد فرمائی ہے وہ محتاج تشریح نہیں ہے +

حضور ممدوحہ کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر ایک قلبی صدمہ ہوا۔ اور اخبار کی اس خبر پر بالکل یقین نہ آتا اگر علالت کے تار اس سے قبل نگاہ سے گذر نہ چکے ہوتے + بیساختہ دل چاہتا ہے۔ کہ اپنے ناقص خیالات حضور ممدوحہ آنجہانی کے متعلق لکھ کر اپنی بہنوں کو بتاؤں کہ بیگم صاحبہ بھوپال کن خوبیوں کی حکمران تھیں۔ اور اُن کے انتقال سے جو جگہ خالی ہوئی ہے۔ وہ کسی صورت سے پُر ہوتی نظر نہیں آتی +

بھوپال کی ریاست پر پے درپے تین بیگمات نے حکومت کی۔ یعنی حضور نواب سلطان جہاں بیگم کے تخت نشین ہونے سے قبل ممدوحہ کی والدہ نواب شاہجہان بیگم اور ان سے قبل انکی والدہ نواب سکندرجہان بیگم متواتر ریاست بھوپال پر کامیابی سے حکمرانی کرچکی ہیں + شاید دُنیا بھر میں کسی جگہ پر یہ واقعہ نہیں گذرا ہوگا کہ تین بیگمات نے پے درپے کامیابی کے ساتھ حکومت کی ہو +

حضور ممدوحہ گوناگوں خوبیوں کا بے نظیر مجموعہ تھیں۔ آپ فارسی اردو کے علوم کے

علاوہ انگریزی میں بھی خاصی قابلیت رکھتی تھیں اور کئی مقامات پر انگریزی اور اردو زبان میں قابلیت سے صدارتی تقریریں اس خوبی اور عمدگی سے پڑھیں کہ حاضرین کے دلوں پر اپنی قابلیت کا سکہ جما جما دیا + مجھے بخوبی یاد ہے کہ علی گڈھ میں آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس کے جلسہ میں اور مدرسۂ نسواں علی گڈھ کی عمارت کے افتتاح کے موقعہ پر حضور ممدوحہ نے جو تقریر کی تھی وہ کس خوبی اور کس شان سے ادا کی گئی تھی + ابھی پارسال بمقام دہلی آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کی کرسئ صدارت پر باوجود پیرانہ سالی کے کس وقار اور شان کے ساتھ آپ نے طویل اور مدلل تقریر پڑھ کر سنائی۔ کہ حاضرات کے دلوں پر اس کا ایک گہرا اثر رہا۔ اور حضور ممدوحہ کا وہی پر شان وشوکت ضعیف مگر پرجلال چہرہ ابھی تک آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہے۔بس وہی آخری دیدار تھا جو بمقام دہلی حضور ممدوحہ کا نصیب ہوا +

حضور نے عربی زبان کی بھی تعلیم پائی تھی۔اور قرآن شریف نہایت صحیح اور خوش الحانی سے پڑھتی تھیں + مذہبی خیال کی خاتون تھیں۔اور عمر بھر مذہبی رنگ ہر بات میں آپ کے مزاج پر غالب رہا + نماز و روزہ کی پابندہ اور نہایت خوش اعتقاد خاتون تھیں + سفر حضر میں نماز کبھی قضا نہیں کی +

مجھے بخوبی یاد ہے کہ لاہور کے دوران قیام میں جبکہ سات آٹھ روز کے لئے لاہور کے بہاولپور ہاؤس میں آپ نے قیام کیا تھا تو راقمہ حروف کو متعدد بار باریابی کا فخر حاصل ہوا + آپ نے برابر نماز وقت پر ادا کی اور ہم لوگوں کو بھی بار بار نماز کے ادا کرنے کی تلقین کی + مسلمان بیبیوں کو جس دلسوزی کے ساتھ مختلف امور پر اور خصوصاً تعلیم حاصل کرنے اور دینی اور دنیوی ترقی میں دنیا کے ساتھ ساتھ چلنے کی ترغیب دی ان الفاظ کا اب تک روح مزا لے رہی ہے +

سال گذشتہ میں جبکہ آل انڈیا لیڈیز کانفرنس بمقام دہلی ہوئی ہندو مستورات کی ترقی دیکھ کر جبکہ مسلمان عورتوں نے آپ سے شکایت کی کہ تمام تقریریں انگریزی میں ہوئی ہیں۔ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اور ہمارے حقوق کا زیادہ خیال نہیں رکھا جاتا۔ تو حضور ممدوحہ نے کہا۔دیکھو تم لوگ بھی ترقی کرو۔ مجھے بڑا رنج ہوتا ہے کہ میری قوم کی بیبیوں میں تعلیم قدیم تو خیر تعلیم جدید بھی بالکل کمیاب ہے + اور دیر تک سب حاضرین کو کھری نصیحت فرمایا کیں +

حضور ممدوحہ نے فریضۂ حج بھی نہایت

شوق سے ادا کیا۔ اور بہت سے لوگوں
کو ہمراہ لے جاکر اس برکت سے فیض یاب
کیا + نیز وہاں جاکر ہر طرح کی فیاضی دکھائی
جو آجتک لوگوں کو یاد ہے۔ اور خاندانی روایات
کے طور پر یاد کی جاتی ہے +

ممدوحہ کو خدا نے علاوہ دیگر اوصاف کے
فیاضی کا ایک نہایت بے بہا جوہر عطا کیا تھا +
چونکہ آپ بیحد نرم دل تھیں۔ اور آپ کے ذاتی
مصارف نہایت محدود تھے۔ ایک مطہر بیوہ
کی سادہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ اس لئے روپیہ
بے دریغ جابجا نیک کاموں پر صرف کرتیں +
بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرتیں۔ تعلیمی وظایف
عطا کرتیں۔ نہ صرف ریاست میں ہی مدارس و
مکاتب جاری کئے۔ بلکہ سارے ہندوستان
میں تعلیمی فیاضی کا فیض عام جاری تھا۔ اور
جو کوئی جاتا۔ اُس دربار سے کبھی ناکام واپس
نہ آتا + علی گڈھ یونیورسٹی کو مسلسل عطیات او
اور چندوں سے مالا مال کر دیا + زنانہ مدرسہ
علی گڈھ کو مستقل امداد دی۔ اور آل انڈیا
مسلم لیڈیز کانفرنس نے حضور ممدوحہ کی امداد
سے ہی تقویت پائی + علاوہ اس کے صدہا
دیگر مقامات سے صاحب ہنر اور حقدار
اور غیر حقداروں نے آپ کی فیاضی سے خاطر
خواہ فوائد حاصل کئے + تبلیغ کے کام میں
بھی آپ بہت دلچسپی لیتی تھیں۔ اور ہمیشہ چندہ
ادا کرتی تھیں +

حضور ممدوحہ نے دو مرتبہ سفر یورپ اختیار
کیا۔ اور برابر اس سفر میں شرعی پردہ کو ملحوظ
رکھا۔ اور دوسری مرتبہ پولیٹیکل اغراض سے
سفر کیا۔ اور اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو
شرعی طور پر حقوق وراثت دلانے کے لئے
انگلستان گئیں۔ اور ضعیفی کے عالم میں
اس دشوار گذار سفر سے شاد کام و بامراد واپس
آئیں +

بیگم صاحبہ بھوپال کو خداوند کریم نے
تین فرزند نرینہ عطا کئے + ممدوحہ نے تینوں
کو اچھی تعلیم دلائی۔ سب سے چھوٹے فرزند
کو علی گڈھ کالج میں بی۔ اے تک پڑھایا۔
اور اپنا سکرٹری بنایا + مگر عین عالم جوانی
میں دو بڑے بیٹوں نے ضعیفی کے عالم میں
ماں کو داغ مفارقت دیا۔ اس صدمہ کے
برداشت کرنے کے لئے بھی لوہے کا جگر
چاہیئے تھا۔ بیگم صاحبہ نے بڑی ہمت
سے برداشت کیا۔ اور پھر پوتے کے
مقابلہ میں اپنے فرزند خورد نواب حمید اللہ خان
کو ریاست کی حکمرانی دلانے کے لئے انگلستان
تک کا سفر کیا۔ اور اپنے عین حیات بیٹے
کو کاروبار ریاست بخوشی و رغبت سپرد کر دیا
اور خود یاد الہیٰ کا کام اپنے ذمہ لیا +

حضور ممدوحہ کو اپنی اولاد کے ساتھ بیحد

محبت تھی۔ بیٹوں کی بچیوں کے ساتھ بڑی محبت اور اخلاق سے پیش آتیں۔ اور ہمیشہ ہمراہ رکھتیں + اُن کی تعلیم و تربیت کا خود انتظام کرتیں۔ چنانچہ اکثر مقامات پر سفر میں پوتیاں ان کے ہمراہ دیکھی گئیں +

حضور ممدوحہ نہ صرف کاروبار ریاست کے ادا کرنے میں ہی ایک مدبر حکمراں تھیں۔ بلکہ انتظام خانہ داری میں بھی نہایت سلیقہ شعار بی بی تھیں + اور اُن کے پاس بیٹھنے والوں نے بتایا کہ کبھی کبھی اپنے ہاتھ سے کوئی کھانا پکاتیں اور اپنے روبرو بعض چیزیں تیار کراتیں اور خانہ داری کی ہر بات کا خیال رکھتیں +

مہمان نوازی کا وصف بھی موصوفہ میں حد درجہ کا تھا + کئی مہمان خانے ریاست کی طرف سے جاری کر رکھے تھے۔ اور بڑی آسانی سے ملنے والے باریاب ہو سکتے تھے۔ ہر ایک سے ملتیں اور نہایت اخلاق سے پیش آتیں +

بیگم صاحبہ بھوپال اگرچہ ایک ہندوستانی خاتون تھیں۔ مگر نہایت مدبر حکمران تھیں + تمام پولیٹیکل معاملات میں کبھی غلطی نہیں کھائی اور ہمیشہ گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ اپنے تعلقات نہایت خوشگوار رکھے۔ انتظام ریاست اس عمدگی سے کیا۔ کہ کبھی کسی کو نکتہ چینی کا موقعہ نہیں دیا + ریاست میں ہمیشہ بڑے بڑے دربار وائسرائے بہادر کی مہمانی اور دیگر تقریبوں پر منعقد ہوئے۔ اور ہمیشہ یہ دربار باشان و شوکت کامیاب ہوتے رہے +

حضور ممدوحہ علاوہ حکمرانی اور خانہ داری اور مادری فرائض کے لکھنے پڑھنے کا شغل ہمیشہ جاری رکھتیں۔ اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی قائم کیا + اپنی عمر میں متعدد کتابیں تیار کیں اور کرائیں۔ چنانچہ کئی مشہور اور اچھی اچھی کتابیں اور ماہوار رسالہ ظل السلطان آپ کی علمی سرپرستی اور علمی شغف کا زندہ شاہد موجود ہے + آپ کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو مسلم فرقہ نسواں کی تعلیم و تربیت کا کس قدر خیال تھا۔ اور اس کمی کو آپ نے کس کوشش اور جانفشانی سے پورا کیا +

حضور موصوفہ ایک اچھی اور فصیح تقریر کرنے والی خاتون تھیں + گھنٹہ گھنٹہ بھر اور دو دو گھنٹہ تک ہزاروں کے مجمع میں کھڑے ہو کر بے تکان مسلسل پڑھتی تھیں۔ اور تقریر کرتی تھیں۔ الغرض خداوند کریم نے سینکڑوں اوصاف آپ میں عطا کئے تھے + افسوس کہ ان اوصاف حمیدہ کا سرچشمہ اب ہمیشہ کے لئے خشک ہو گیا۔ گویا کہ ایک نہایت مخلص شفیق اور ہمدرد دوست اور مہربان ہم سے چھن گیا۔ جس کی تلافی کسی جگہ کسی صورت میں بھی نظر نہیں آتی +

سلکہ بھوپال نے تمام عمر شرعی پردہ پر کاربند رہ کر بسر کی + سفر میں حضر میں دربار میں محل میں ہمیشہ نقاب منہ پر رکھا - مگر ہر قسم کے لوگوں سے ہمیشہ بات چیت کرتی تھیں - اور اس قدر رعب لوگوں پر غالب رہتا - کہ کبھی کسی کو سر اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ ہوتی تھی + آخر عمر میں آپ نے ضعیفی میں نقاب اٹھا دیا تھا - پردہ کے بارہ میں کئی مرتبہ مجھے حضور ممدوحہ سے تبادلہ خیالات کا موقعہ ملا + حضور ممدوحہ کا خیال تھا - کہ عام عورتوں کو ضرور پردہ کرنا چاہیئے - اور علاوہ اس کے شرعی پردہ کو جس کی وہ خود عامل تھیں - بہت پسند کرتی تھیں - اور فرماتی تھیں - کہ میں خود زیادہ تر اس وجہ سے بھی پردہ کرتی ہوں تاکہ میری تقلید میں مسلمان مستورات پردہ ترک نہ کریں - اور ابھی پردہ ترک کرنے کا وقت ہماری قوم میں نہیں آیا +

بیگم صاحبہ بھوپال نے ریاست میں عورتوں کے لئے کئی مدرسے قائم کئے جو نہایت کامیابی سے چل رہے ہیں - اور نمونہ کا مدرسہ کہلا سکتے ہیں + ایک صنعتی مدرسہ قائم کیا - جہاں سے غریب عورتوں کو دستکاری سیکھ کر کچھ اجرت بھی ملتی ہے اور وہاں وہ کام کرتی ہیں اور سیکھتی ہیں + کئی لاکھ روپیہ کی رقم ان مدارس کے دائمی قیام کے لئے بنک میں جمع کر کے اس طرف سے بے فکری حاصل کی - کہ اگر ان کے جانشین خدانخواستہ تعلیم نسواں کی طرف سے کبھی غفلت کریں تو یہ رقم بے زوال اس مد میں خرچ ہوتی رہے +

ایک زنانہ کلب قائم کر کے جس میں خود وہ متعدد بار تشریف لاتی تھیں ریاست کی عورتوں میں اصلاح و تہذیب کی ایک نئی روح پھونک دی + اس کلب میں کئی شاندار جلسے اور تقریریں ہوا کیں - ایک لائق خاتون آبرو بیگم صاحبہ کو اس کلب کا سکرٹری مقرر کر دیا +

ان سب باتوں کو دیکھ کر سب مسلمان بہنوں کو چاہیئے - کہ اس نیک اور صالح خاتون کے اسوہ حسنہ پر قدم بقدم چلیں - اور اس کے اوصاف کی پیروی کرنے کی کوشش کریں + آپ کی تمام زندگی شوق خدمت میں بسر ہوئی + ایک لمحہ بھی بیکار اور بے جا صرف نہ ہوا + نسوانی تحریکوں میں باوجود پیرانہ سالی کے اس شوق سے حصہ لیا - کہ ہماری بہنوں کو بھی ان کی تقلید کرنی چاہیئے + کونسا نسوانی اخبار یا رسالہ تھا کہ جس کی انہوں نے سرپرستی نہ فرمائی ہو - اور کون سی نسوانی انجمن تھی - کہ ان کو تحریک کی گئی اور انہوں نے اُس سے دلچسپی کا اظہار نہ کیا ہو + الغرض کہ وہ

زندگی ایک نمونہ کی زندگی - اور وہ ہستی ایک قابل تقلید ہستی تھی + بہنوں کو چاہئے کہ اس نیک خاتون کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لئے متعدد مقامات پر جلسے کریں - اور قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچائیں - اور وفات پر اظہار رنج و افسوس کرکے فرض انسانیت سے سبکدوش ہوں +

سلطان جہاں بیگم

ایک حقیقی ماں تھیں

(از خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی)

بھوپال کی سابق مرحومہ بیگم صاحبہ اور موجودہ نواب حمید اللہ خاں کی والدہ کی نسبت تہذیب نسواں لاہور کا خاص نمبر شائع ہونے والا ہے - جس میں مرحومہ کی خصوصیات کا ذکر ہوگا - میں بھی دو واقعات ایڈیٹر صاحب کی فرمائش سے لکھتا ہوں +

ا - میں ایک دفعہ بھوپال میں ان سے ملا - تو راجہ اودھ نارائن صاحب وزیر عدالت میرے ہمراہ تھے + بیگم صاحبہ نے کہا یہ اگرچہ ہندو ہیں - لیکن مجھ کو اپنے بیٹے کی طرح عزیز ہیں - کیونکہ اولاد کی طرح مجھ کو اپنا بڑا سمجھتے ہیں - اور میرے خیر خواہ ہیں +

دوسری بات اس ملاقات میں یہ معلوم ہوئی - کہ مرحومہ کو قرآن شریف پر بہت عبور تھا - ہر بات میں قرآن شریف کی ایک آیت دلیل میں پڑھ دیتی ہیں - اور مجھے ہندوستان کی ایسی کسی عورت کا علم نہیں ہے - جس کو قرآن مجید پر اتنا عبور ہو +

دوسری دفعہ میری بیوی خواجہ بانو اور بچے بھی بھوپال گئے تھے + بیگم صاحبہ نے سب بچوں کو دیکھ کر میری لڑکی روحہ کی نسبت کہا یہ لڑکی بہت ہونہار معلوم ہوتی ہے - اور یہ مسلمانوں کے بڑے بڑے کام کریگی - اس کو اچھی تعلیم دلوانا اور اس کو پردے میں نہ بٹھانا +

خواجہ بانو کا بیان ہے - کہ بیگم صاحبہ نے عام عورتوں کی طرح اپنے گھر کے قصے بیان کرنے شروع کئے - اور اپنے لڑکے نواب حمید اللہ خاں کے متعلق اتنی زیادہ محبت ظاہر کی - کہ میں نے سمجھا کہ ایک محبت کرنے والی ماں کو اس سے زیادہ اولاد کے ساتھ محبت نہیں ہو سکیگی +

پس میرے خیال میں مرحومہ بیگم صاحبہ کی سب سے بڑی دُنیاوی خصوصیت تو یہ تھی کہ وہ ایک سچی اور حقیقی ماں تھیں - اور دینی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اکثر مردوں اور ہندوستان کی سب عورتوں سے زیادہ قرآن شریف پر عبور رکھتی تھیں +

سرکارِ عالیہ خُلد آشیان

(از محترمہ شہزاد جہاں بیگم صاحبہ ۔ آگرہ)

یہ ایک قدرتی امر ہے کہ جو شخص دل کو عزیز ہوتا ہے۔ اس کے حالات سننے کا ازحد شوق ہوتا ہے ۔اور ان کو مکرر اور سہ کرر سننے اور پڑھنے سے بھی جی نہیں بھرتا ۔ چونکہ سرکار عالیہ مرحومہ فرمانروائے بھوپال ہم تہذیبی بہنوں اور بھائیوں کو دل سے عزیز تھیں ۔اس لئے میں ان کی محل کی زندگی کے مختصر حالات جو مجھے معلوم ہیں ۔ بذریعہ تہذیب پیش کرتی ہوں۔

سرکار عالیہ مرحومہ کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا ۔کبھی کبھی ریشمی کرتا پائجامہ بھی زیب تن فرماتی تھیں ۔لیکن عام طور سے پر مٹے کا پائجامہ اور ململ یا چکن کا کرتا اور دوپٹہ ہی ہوتا تھا ۔ اکثر اوقات آپ سودیشی کپڑا پہنتی تھیں۔ اور باوجودیکہ آپ دستکاری میں خوب اعلےٰ درجہ کی مہارت رکھتی تھیں ۔مگر پہننے کے کپڑوں میں کسی قسم کے تکلف کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا تھا ۔ پھٹے پرانے کپڑے پہننے میں بھی آپ کو عار نہ تھا ۔ ایک موقع پر میری ایک دوست ان کو پھٹا دوپٹہ اوڑھے دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئیں ۔

صدر نشینی کی یادگار کے روز ایک مرتبہ میں مبارکباد دینے کی غرض سے محل میں گئی ۔ اس وقت آپ عام لباس زیب تن کئے ہوئے دالان کے ایک گوشہ میں قالین پر جلوہ افروز تھیں ۔ گاؤ تکیہ رکھا تھا ۔سامنے وہ صندوقچہ جس میں لکھنے پڑھنے کا سامان تیار رکھا تھا ۔ کاغذات ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے ۔آپ آئے ہوئے تاروں کو پڑھنے اور جوابات لکھنے میں مصروف تھیں ۔ پاس ہی چاندی کی پانوں کی ڈبیہ ۔ چنگیر اور زردوزی کے کام کا بٹوا رکھا تھا ۔ تینوں پوتیاں نزدیک کھیل رہی تھیں ۔ دالان کے سامنے چبوترے پر ترکاری کے بھرے ہوئے ٹوکرے اور پھلوں کی ڈالیاں رکھی تھیں ۔اس دوران میں اگر مردانخانہ میں کوئی کام ہوتا ۔ تو فوراً دروازہ کی چلمن کے پاس کھڑے ہو کر خود سنتیں اور مناسب حکم دے کر پھر زنانخانہ میں تشریف لے آتیں ۔

اسی سلسلہ میں مجھ سے بھی بڑی خندہ پیشانی سے گفتگو کی ۔ سلطانیہ گرلز اسکول کی

طرف سے ایک چھوٹی لڑکی نے آپ کو ہار پہنایا۔ دوسری نے پھولوں کا تاج سر پر رکھ دیا۔ تیسری نے ۲۱ پٹاخے اسی جگہ چلائے پٹاخوں کی آواز پر بہت ہنسیں اور فرمایا کہ "یہ اکیس توپیں میری سلامی کی چلائی گئی ہیں" پھر مجھ سے اس تیاری کی بابت گفتگو کر کے کل لڑکیوں اور استانیوں کا شکریہ انگریزی میں ادا فرمایا +

آپ کے مزاج مبارک میں ایک عجیب مہربانی آمیز بے تکلفی تھی + رہنے سہنے کا طریقہ بھی اس سادہ مزاجی اور بے تکلفی کا نمونہ تھا + اکثر عصر کے وقت جب کئی کئی بیویاں آپ کے پاس سلام کو حاضر ہوتی تھیں۔ آپ دالان میں ایک طرف قالین کے اوپر تشریف رکھتی تھیں۔ وہیں اور سب بیٹھتے تھے اور ہر قسم کے مضمون پر اس طرح بات چیت ہوتی رہتی تھی گویا ایک ہی خاندان کے مختلف فرد علیٰ قدرِ مراتب اپنے بزرگ کے سامنے حاضر ہیں + آنے والوں کے سلام کا جواب ہاتھ سے دیتی تھیں اور اگر کوئی مصروفیت نہ ہوتی تو دیر تک بڑی مہربانی سے حال پوچھتیں اور ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہتی تھیں۔ جن میں مستورات کی تعلیم اور حفظان صحت ان کی خاص دلچسپی کی چیزیں تھیں +

نماز کی پابندی کا بہت خیال تھا۔ اگر اس وقت تک عصر سے فارغ نہیں ہوتی تھیں تو بار بار دھوپ کو دیکھ لیتی تھیں۔ پھر پڑھنے کے وقت اور سب سے بھی دریافت فرماتی تھیں۔ کہ "آپ پڑھ چکیں یا نہیں"؟ اور یوں امر بالمعروف کا بھی حق ادا ہو جاتا تھا + عام جلسوں میں آپ کے واسطے وضو کے پانی اور جائے نماز کا خاص طور پر انتظام کیا جاتا تھا + نماز کا وقت ہو جانے پر بھرے جلسہ میں کھڑی ہو کر نماز پڑھتیں اور ساتھ ہی ساتھ اور بیویاں بھی پڑھتیں + بعد فراغت پھر جلسہ دیکھنے میں مصروف ہوتیں +

انگریزی میں گفتگو نہایت اعلےٰ درجہ کی کرتی تھیں + میں نے خود آپ کو لیڈی ریڈنگ صاحبہ سے ہر قسم کی گفتگو کرتے سنا +

ایک مرتبہ سلطانیہ گرلز اسکول میں آپ نے اپنے دستِ مبارک سے لڑکیوں کو انعامات تقسیم کئے + انعامات دیتے وقت بڑی محبت سے ہر ایک کا نام لے کر پکارتیں۔ اور انعام دیتے وقت لڑکیوں کی دلچسپی کی باتیں بھی کرتی جاتی تھیں + آپ کی تینوں پوتیاں بھی اس کام میں اس وقت اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے مدد کر رہی تھیں + انعامات کی تقسیم سے فارغ ہو کر آپ نے نہایت شستہ اردو میں ایک پر زور لیکچر تعلیم نسواں پر دیا تھا +

انصاف آپ کی طبیعت میں راسخ تھا۔ اپنی

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب خانصاحب شیخ محمد حسن صاحب سب جج بہادر بی اے درجہ اول انبالہ

گنگا رام ولد ادرام سکنہ موہڑے تحصیل انبالہ
بنام
مسماۃ مہاراجی بیوہ پرسا حال زوجہ برما پر ولد نرائن سنگھ سکنہ سنگھ پورہ تحصیل تھانیسر ضلع کرنال مدعا علیہا

دعوی استقرار حق

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسماۃ مہاراجی تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتی ہے۔ اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام مسماۃ مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہا بتاریخ ۹ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء کو بمقام انبالہ شہر حاضر عدالت ہذا میں نہیں ہوگی۔ تو اس کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی*

آج بتاریخ ۲۷ مئی سنہ ۱۹۳۰ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا

دستخط حاکم مہر عدالت

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب ایس عبدالرحمن صاحب بی اے جج مطالبہ خفیفہ چھاؤنی راولپنڈی

فرم دیویداس رام بسایا دکاندار چھاؤنی راولپنڈی بذریعہ رام لبایا مالک فرم بنام
دودلہ سبزی والا ولد حسن قوم شیخ سکنہ لکھنو چھاؤنی دل کشا پلٹن کے آر آر معرفت عبدالرحیم کافی شاپ

دعوے ۲۲ روپے

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی دودلہ تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہے لہذا اشتہار بنام مدعا علیہ جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مذکور بتاریخ ۲۷ جون ۱۹۳۰ء کو بمقام راولپنڈی حاضر عدالت نہ ہوگا۔ تو اس کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی*

آج بتاریخ ۲۱ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۰ء بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا

دستخط حاکم مہر عدالت

نارتھ ویسٹرن ریلوے

اعلان

محرم کی تعطیلات میں رعایتیں

آئندہ محرم کی تعطیلات میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ایسے اسٹیشنوں کے درمیان جن کا فاصلہ ۵۰ میل سے اندر ہو ۱۲ مئی سے ۹ جون سنہ ۱۹۳۰ء تک رعایتی شرح سے واپسی ٹکٹ جاری کئے جائیں گے۔ جو ۱۲ جون سنہ ۱۹۳۰ء تک کارآمد ہوسکیں گے؛

ان واپسی ٹکٹوں کی رعایتی شرح حسب ذیل ہے:

اول و دوم درجہ	۱¼ کرایہ
درمیانہ درجہ	۱½ کرایہ
تیسرا درجہ	۱¾ کرایہ

نارتھ ویسٹرن ریلوے ہیڈکوارٹرس آفس لاہور

مورخہ ۱۵ مئی سنہ ۱۹۳۰ء

جے ایچ چیمبر

چیف کمرشیل منیجر

اڈیٹر محترمہ آصف جہاں بیگم - گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام مہتہ ایشرداس پرنٹر چھپا - اور سید ممتاز علی مالک و منیجر نے دفتر